گفتارِ صدق

ڈاکٹر سید مشتاق مہدی نقوی

گفتارِ صدق

ڈاکٹر سید مشتاق مہدی نقوی

مصنف کی دیگر تصانیف



المہتاب:

پیکرِ علم و عمل مولانا سید مہتاب حسین نقوی کے حالات و واقعات پر مشتمل یادگاری souvenir۔ ان واقعات میں ہر ایک کے لئے راہ نمائی ہے۔

چراغِ حرف:

حیات کے معنوی و مادی پہلوؤں پر تحقیقی و علمی مقالات کا مجموعہ ہے۔

سلسبیلِ دُعا:

یہ دُعائیں کوثر و سلسبیل کی وہ آبشاریں ہیں جن کا ہر قطرہ قلب و روح کے لئے آبِ حیات کی تاثیر لئے ہوئے ہے۔

قرآن صحیفہ انسانیت (تین جلدیں)

قرآن کے تربیتی، ثقافتی، تہذیبی اور عمرانی نظریے سے آگاہی کے لئے نوجوان ضرور مطالعہ کریں۔ مدلل اندازِ بیان، شیریں زبان اور شائستہ لب و لہجے میں قرآن کے سنجیدہ موضوعات ادبی لطافت کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔

معرفتِ نہج البلاغہ:

ماخذ و مصادر نہج البلاغہ کا تحقیقی مطالعہ۔ پاکستان میں پہلی بار

متاعِ حرف:

علمی، ادبی و اسلامی عنواین پر تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے۔

قرآن صحیفہ انسانیت جلد چہارم:

زیرِ تالیف ہے۔

www.mushtaqmehdinaqvi.blogspot.com

گفتارِ صدق

ڈاکٹر سید مشتاق مہدی

کرامتِ مہتاب قرآن اکیڈمی مظفر گڑھ

گفتارِ صدق

گفتار و تحقیق: ڈاکٹر سید مشتاق مہدی

نظر ثانی: مولانا بشیر احمد خان

کمپوزنگ: سید محمد عابد رضا مہدی

پبلشر: کرامتِ مہتاب قرآن اکیڈمی
جوانہ بنگلہ مظفر گڑھ

تاریخ اشاعت: ۱۰۔رجب ۱۴۴۲ھ (یوم
ولادت امام محمد تقی علیہ السلام)
۲۴۔فروری ۲۰۲۱ء

قیمت:

ملنے کا پتہ: علی جنرل سٹور جوانہ بنگلہ مظفر گڑھ

رابطے کے لیے: سید محمد ثقلین نقوی
۰۳۰۶۳۸۴۸۰۴۰

www.mushtaqmehdinaqvi.blogspot.com

ہدیہ

گفتارِصدق کومعدنِ رسالت کےنویں گوہرآبدار
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہ میں بطور ہدیہ
پیش کرنے کی جرأتِ رندانہ کرتا ہوں اورامید کرتا ہوں
کہ ان کےکفِ دست کالمس میرے ان کج تراش
خزف ریزوں کوعلم وحکمت کےموتی بنادے گا۔۔

کرامتِ مہتاب

کرامتِ مہتاب دراصل نام ہے دوخاندانوں کی روحانی اورمعنوی وحدت کا۔ایک وہ کہ جسے علاقے میں سیاسی اثرورسوخ اورسماجی اقتدارحاصل ہے دوسرا وہ کہ جس کےتعارف کاحوالہ علم ورشد ہے۔ہمارے معاشرے میں عموماً ایسےخاندانوں میں بعدالمشرقین پایا جاتا ہے مگرتاریخ میں یہ حسین اتفاقات ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں وہ امرأ جوعلماء کےمحضرِعلمی پرحاضر ہوتے ہیں جبکہ حقیقی علماءامراءکی محلاتی راہداریوں سے ہمیشہ گریزاں رہتے ہیں

”الفقہاء امنا الرسل ما لم ید خلوا فی الدنیا فقیل یا رسول اللہ وما دخو لھم فی دنیا ؟ قال اتباع السلطان .فاذا فعلوا ذالک فاحذروھم علی دینکم“ علماءاس وقت تک انبیاء کےامین (اوروارث)ہیں جب تک وہ دنیا میں گرفتار نہ ہوں ۔عرض کیا:یارسول اللہ ! ان کے دنیا میں گرفتار ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:بادشاہوں کی پیروی کرناپس جب وہ ایسا کرنے لگیں تو ان سےاپنے دین کےمعاملات میں ڈرتے رہنا۔(حدیث نبوی)

ترگڑ خاندان کہ جس کواللہ تعالٰی نے دولتِ دنیا کے ساتھ ساتھ مؤدت آلِ محمد کی نعمتِ عظمٰی سے بھی سرفرازفرمایاہےاس کی سربرآوردہ شخصیات میں دو بھائی مہر ممتازعلی خان اورالحاج مہرکرامت علی خان بااثر جاگیرداراور بڑے میندارگزرے ہیں جن کے مزاج میں کجکلاہی کی جگہ خاکساری تھی اورخسروی کی جگہ درویشی تھی ،بظاہراعلیٰ تعلیم یافتہ تو نہ تھے مگرعلم دوست ضرور تھے،علما کی صحبت میں بیٹھتے اورعلمی مذاکرہ کرتے اوریوں اپنے ذوقِ قلب ونظرکوجلا بخشتے ۔ **”انما العلم نور یقذف**

"فی القلب" علم ایک نور ہے جسے اللہ دلوں میں داخل کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کے دلوں کو اس نور سے روشن کیا ہوا تھا۔

دوسرا ہمارا خاندان ہے کہ جسے اللہ نے دین کی شمع روشن رکھنے کی سعادت بخشی۔ والد محترم مولانا سید مہتاب حسین نقوی مدرسہ ناصریہ جون پور اور الہ آباد یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں الحاج مہر نوازش علی خان ترگڑ کی دعوت پر جاڑیاں والا تشریف لائے وہ فقیری میں شاہی کرنے کا فن خوب جانتے تھے اور ہر قسم کے لوٹ اور لوبھ سے کوسوں دور تھے۔ قرآنی شعور کے فروغ اور تعلیمات اسلامی کی اشاعت کے لیے ہر وقت آمادہ رہتے۔ **"لا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا"** کے میزانیے میں زندگی گزارتے ہوئے صلہ نہ ستائش۔ والدِ محترم کی یہ بے نفسی اور مہر صاحبان کا علم و رشد کی طرف طبعی میلان ان کو ہمارے غریب خانے پر لے آتا۔ گھنٹوں مسائل دینیہ پر گفتگو جاری رہتی **"الناس علیٰ دین ملوکھم"** کے مصداق دیگر اہل قریہ بھی ان گفتگوؤں میں شریک ہوتے۔ ان محافل کے باعث علاقے میں سازگار دینی ماحول پیدا ہو گیا اور ان محافل کی رونقیں اس وقت مزید بڑھ گئیں جب ہمارے چچا سید غلام شبیر ملازمت سے سبکدوش ہو کر یہاں جاڑیاں والا میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ان بزرگوں کے بعد ہمارے ہی عزیز مولانا محمد ناصر نقی دینی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور میرے بیٹے مولانا سید حسن مہتاب جامعۃ الکوثر اسلام آباد میں آخری درجے میں پڑھ رہے ہیں اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد فقہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے قم اور نجف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

قارئین کرام! کرامتِ مہتاب ایک symbolic علامت ہے ترگڑ قوم اور ہمارے خاندان میں فکری و عملی یکسوئی کی اور اشاعت تعلیماتِ قرآن و اہلبیتؑ کا

باعث بنی اور یہ وحدتِ فکر و نظر اب پوری رعنائی سے دوسری نسل میں منتقل ہو چکی ہے۔ مہر کرامت علی کے بعد ان کی بچیوں نے راہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا پر چلتے ہوئے دین کے لیے مالی ایثار سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ کرامتِ مہتاب قرآن اکیڈمی کی طرف سے سینکڑوں قرآنی نسخوں، اسلامی کتب اور دیگر ہزاروں مالیت کے انعامات کی تقسیم، ایام ولادت و شہادت ائمہ طاہرینؑ پر علمی مجالس کا انعقاد اور اب "گفتار صدق" کی اشاعت ان کے ایثار دینی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ کمال ہے مہر کرامت علی کی تربیت کا کہ آج ان کی بچیاں افکار اسلامی کی محافظ بنی ہوئی ہیں اور جناب سیدہ صدیقۃ الکبریٰ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی دعائیں لے رہی ہیں۔

میرا یہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ الحاج مہر کرامت علی خان جتنی دیر مجلس عزا میں رہتے ان کی آنکھیں مسلسل اشکبار رہتیں اور روزِ عاشور امام حسینؑ کی سواری کی لگام تھام کر چلتے۔ اسی وجہ سے شاہ کربلا کی نظروں میں منتخب قرار پائے اور امام علیہ السلام نے مرنے کے بعد ان کو کربلا کے قبرستان "وادی حسینؑ" میں آخری آرام گاہ دے دی اور حقیقت تو یہ ہے کہ:

آسودہ کربلا بہر حال کہ ہست — گر خاک شود نمی شود قدرش پست
برمی دارند وسبحہ ما سازندش — می گردانندش از شرف دست بدست

"کربلا میں دفن ہونے والا جس حال میں ہو بہتر ہوتا ہے اگر چہ وہ قبر کی مٹی میں مل کر مٹی بھی ہو جائے تو بھی اس کی قدر و قیمت کم نہیں ہو گی کیونکہ جب کوئی آسودہ کربلا مٹی بن جائے تو اس مٹی سے تسبیح بنے گی جو پرہیز گاروں کے ہاتھوں میں گردش کرتی رہے گی"۔

ترگڑ خاندان کے ایک اور بزرگ مرحوم الحاج مہر شاہ محمد کی بہو اور مہر حق نواز

تر گڑ مرحوم کی بیٹی اور مہر علی نواز تر گڑ کی زوجہ محترمہ ایک قیمتی قطعہ اراضی مرکز دینی کے لیے مختص کر چکی ہیں جس میں ان شاء اللہ مسجد و امام بارگاہ کے ساتھ ساتھ علوم اہلبیتؑ کی درسگاہ ،قرآن اکیڈمی اور ایک ہسپتال کا قیام لایا جائے گا خداوند کریم محترمہ کو اجر کثیر عطا فرمائے اور ان کے والدین کو شفاعت محمدؐ و آل محمد سے بہرہ مند فرمائے ۔

قارئین کرام! جب کرونا نے سماجی اور معاشرتی زندگی کے طور طریقے بدل دیئے،اور رابطوں کی جگہ فاصلوں نے لے لی تو زندگی محدودیت کا شکار ہوگئی ،کرونا sop پر عمل کرتے ہوئے،ہم نے بھی اپنی پروفیشنل سرگرمیوں کو معطل کر دیا اور ’’محدود رہیں،محفوظ رہیں‘‘ کے میزانیے میں شب و روز گزارنے شروع کر دیئے لیکن تضیع اوقات اپنا شیوہ نہیں ۔حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو جب قید تنہائی میں ڈالا گیا تھا تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا اے اللہ! تیری حمد ہے کہ تو نے موسیٰ کاظم کو سکون سے عبادت کرنے کا موقع دیا ہے ۔ہم نے بھی پیروی امامؑ میں اس فرصت کو غنیمت جانا اور دین شناسی کی طرف رجوع کرلیا ۔قرآن و احادیث اور کتب سیر و تاریخ کو اپنا ہم جلیس قرار دے دیا،کتابیں بہت اچھی دوست ہوتی ہیں یہ وہ دوست ہیں جو کسی کی غیبت نہیں کرتیں،گلہ و شکوہ نہیں کرتیں،نصیحت اور عبرت آموزی کا درس دیتی ہیں،نور علم و معرفت بخشتی ہیں،شعور و آگہی کی روشنی عطا کرتی ہیں ۔یہاں عشرت گیتی کو ثبات ہے نہ دولت دنیا کو دوام،ہاں بقاء ہے تو علم و آگاہی کو ۔

رضینا قسمة الجبار فینا   لنا علم و للاعداء مال   (امام علیؑ)

الحمد للہ! میری زندگی کا کوئی لمحہ امور ضروریہ اور واجبہ کے علاوہ کتاب کے بغیر نہیں گزرا،کتاب دوستی میری ذات کا حصہ ہے،کرونا کے باعث کتاب سے دوستی نبھانے کا بھرپور موقع ملا تو وہ قلمی کام جو باوجوہ زیر التواء چلا آرہا تھا اسے آگے

بڑھانے کا موقع مل گیا’’گفتار صدق‘‘ تو یوں ہی باتوں باتوں میں ہوگئی جو باتیں ماہ رمضان ۱۴۴۱ ہجری میں چند احباب میں کی گئیں،چاہا کہ وہ آپ سب سے بھی شیئر share کرلی جائیں،یہ باتیں وہ باتیں نہیں جو وقت گزاری کے لیے کی جاتی ہیں بلکہ یہ باتیں احیائے امر ائمہؑ ہیں،حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا! جب بھی تم کہیں جمع ہو تو ہمارے امر کا احیاء کیا کرو ۔پوچھا گیا آقا آپؑ کے امر کا احیاء کیسے کریں؟ تو فرمایا ہماری احادیث بیان کرکے،یعنی جب بھی ہمارے چاہنے والے اکٹھے ہوں تو ہماری روایات و احادیث ایک دوسرے کو سنایا کریں،ہم نے ان نشستوں میں دنیاوی گپ شپ کرنے کی بجائے فرمان معصومؑ پر عمل کیا ہے ۔

گفتگو کتابی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے اس بارے آپ کی قیمتی آراء کا منتظر رہوں گا،گفتگو کو کتابی شکل دینے میں جناب ارشاد العصر جعفری اور عزیزم سید محمد عابد رضا مہدی نے بہت محنت کی،اللہ پاک ان کو اجر عظیم عطا فرمائے ۔

اسی دوران قضاء و قدر کے فیصلے جاری رہے جن کے نتیجے میں بہت پیاری اور مہربان ہستیاں داغ مفارقت دے گئیں،ان میں شامل ہیں ۔۔

(۱) **سید غلام مہدی حسین تھگرائیں بھکر**   (وفات ۔۱۶ فروری ۲۰۲۰ء)

۱۹۷۵ء کی بات ہے میں گورنمنٹ کالج ملتان میں Fsc کا طالب علم تھا ایک دن مغرب کی نماز ہاسٹل کی چھت پر پڑھ رہا تھا کہ ایک طالب علم آکر ٹھہر گیا،نماز ختم ہونے پر ملا اور نام سید غلام مہدی حسین بتایا،نماز سے شروع ہونے والا تعلق اور بھائی چارہ پوری رعنائی اور سچائی سے قائم رہا،مرحوم نام کے ساتھ کربلائی لکھا کرتے تھے مگر حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ افکار و کردار میں کربلائی ہی تھے،ان کی تدفین کے وقت یہ شعر میرے لبوں پر گردش کر رہا تھا۔

اُسے گنوا کے میں زندہ ہوں اس طرح محسن
کہ جیسے تیز ہوا میں چراغ جلتا ہے

(۲)سید ظہیر حیدر زیدی مظفر گڑھ (وفات ۔۲۸ مارچ ۲۰۲۰ء)

اسی کی دہائی میں شناسائی ہوئی جو دوستی اور بھائی چارے میں بدل گئی طبیعت میں سادگی اور نیت میں سچائی کا عنصر غالب تھا،مشکلات سے بھری زندگی گزاری۔اللہ تعالیٰ اُخروی زندگی میں آسانیاں عطافرمائے۔

(۳)والدہ سید نوید حسنین زیدی کراچی (وفات ۔۲۲ جون ۲۰۲۰ء)

نوید زیدی سے میرا تعلق اتنا گہرا ہے جتنا میرا اپنی ذات سے،ان کی والدہ فوت ہوئیں تو محسوس ہوا کہ جیسے میں ایک دفعہ پھر والدہ سے محروم ہو گیا ہوں،ان کی دعائیں میرے لیے سہارا تھیں،دعا ہے کہ حق تعالیٰ مرحومہ کو شفاعتِ سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نصیب فرمائے اور دکھ اس بات کا ہے کہ اب دعا دینے والی مہربان ہستیاں آہستہ آہستہ اٹھتی جارہی ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

چوہدری اقبال حسین،گلزار حسین نقوی، ضامن حسین نقوی،محمد رمضان ایری،سید غلام رضا،ماموں زاد بھائی سید مجاہد حسین اور TPS مظفر گڑھ کے برادر غلام عباس کو پیام اجل آ گئے،اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو مغفرت عطافرمائے اور کرامتِ مہتاب قرآن اکیڈمی کے تمام اراکین و معاونین کو خصوصی عنایات سے سرفراز فرمائے

خیراندیش

ڈاکٹر سید مشتاق مہدی
۰۳۰۱۷۸۸۳۳۲۱

۱۰۔رجب المرجب ۱۴۴۲ھ
۲۴۔ فروری ۲۰۲۱ء

علم کا میٹھا چشمہ

ڈاکٹر مشتاق مہدی صاحب سے میری واقفیت بہت پرانی ہے۔جب میں جماعت نہم میں پڑھتا تھا تو آپ نشتر میڈیکل کالج کے اسٹوڈنٹ تھے اور امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے ڈویژنل صدر تھے جبکہ ہم نے سکول میں iso کا محبّ یونٹ بنایا ہوا تھا۔پھر طویل عرصہ آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔میں تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی افسانے،کہانیاں لکھتا تھا۔پھر برسرروزگار ہونے کے بعد بھی میں نے یہ سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔ادیبوں اور دانشوروں سے مل کر مجھے بہت ہی خوشی محسوس ہوتی ہے۔اور ایک دن ڈاکٹر صاحب کے دوست نعیم کاشف صاحب نے آپ کا ذکر کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ ڈاکٹر صاحب تو میرے بڑے بھائی ہیں۔نعیم کاشف صاحب نے ہی بتایا کہ ڈاکٹر ادیب،محقق اور بڑے دانشور ہیں۔سو میں فوراً ہی ان سے ملنے پہنچ گیا۔یہ برسوں کے بعد ملاقات تھی۔دل میں یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں پہچاننے سے انکار ہی نہ کر دیں لیکن جیسے ہی میں ان کے سامنے پہنچا یہ کمال محبت وشفقت سے پیش آئے۔ تھوڑی سی گفتگو ماضی پر ہوئی اور پھر ادب پر۔ان سے پہلی ہی ملاقات میں میں ان کے علم وادب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔انہوں نے اپنی دو کتابیں گفٹ کیں۔" قرآن صحیفہ انسانیت" جلد اوّل ودوم"۔

ان کی ان دو کتابوں سے کچھ موتی چنتے ہیں۔جلد اوّل میں اپنی تحریر کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کتابِ ہستی کے کہنہ اوراق کا مطالعہ اتنا بتا سکتا ہے کہ چشمِ عالم نے بے شمار انقلابات دیکھے۔ عروج و زوال کے مدوجزر، طلاطم خیز لہروں کی مانند اٹھتے رہے مگر سب کچھ وقت کے بحرِ بے کنار میں غرقاب ہو گیا۔ اب ماہرین آثارِ قدیمہ ماضی کے ان مزارات کا مشاہدہ کرتے ہیں، تحقیق کرتے ہیں جبکہ دیدۂ عبرت رکھنے والے سامانِ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ ہاں مگر ایک انقلاب۔۔۔ انقلابِ نور۔۔۔ انقلابِ رحمت۔۔۔ جس کا داعی۔۔۔ **رحمت العالمین** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جس کا مقصود۔۔۔ **ھدی وّ رحمتہ للمومنین**۔۔۔ اس داعی اپنے عظیم الشان منشور کا اعلان کیا اور کہا۔ **انتم الاعلون ان کنتم مومنین**۔۔۔ اور اپنے دستورِ انقلاب کو قرآن کی صورت میں پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

☆**ان ھذا القرآن ھو النور المبین** بے شک یہ قرآن نورِ مبین ہے

☆**والحبل المتین** اور مضبوط رسی ہے

☆**والعروۃ الوثقی** اور محکم وسیلہ ہے

☆**والدرجۃ العلیا** بلندترین مرتبہ ہے

☆**والشفاء الاشفی** نہایت مؤثر شفا ہے

☆**والفضیلۃ الکبریٰ** اور سب سے بڑی فضیلت ہے

☆**والسعادۃ العظمیٰ** اور سب سے بڑی سعادت ہے

☆**من استضاء بہ نورہ اللہ** جس نے اس کے ذریعے روشنی طلب کی اللہ نے اسے منور کیا۔

☆**ومن اعتقد بہ فی امورہ عصمہ اللہ** جس نے اپنے امور کو اس

سے مربوط کیا اللہ نے اسے محفوظ رکھا۔

☆**ومن تمسک بہ انقذہ اللہ** اور جو اس سے متمسک رہا، اللہ نے اسے نجات دی۔

☆**ومن لم یفارق احکامہ رفعہ اللہ** جس نے اس کے احکام کا نہ چھوڑا اللہ نے اس کو عزت دی

☆**ومن استشفی بہ شفاہ اللہ** جس نے قرآن سے شفاء طلب کی اللہ نے اسے شفاء دی۔

☆**ومن آثرہ علی ما سواہ ھداہ اللہ** اور جس نے قرآن کو دوسری چیزوں پر ترجیح دی اللہ نے اسے ہدایت بخشی۔

آپ نے مطالعہ کیا کہ کیسے دلکش انداز میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کا آغاز کیا اور علم کے دریا بہائے۔ پہلی جلد کے بعد دوسری جلد جو پڑھے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ "قرآن صحیفہ انسانیت" کی تیسری جلد سے ایک موتی چن رہا ہوں۔ "حقیقتِ دنیا" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں۔

"جس پروردگار نے عالم آب وگل کو پیدا کیا، سجایا اور سنوارا، یہ اسی کا حق ہے کہ حیاتِ انسانی کے احوال وظروف ترتیب دے اور بتقاضائے ربوبیت راستے اور منزل کا تعین کرے اور اس کی طرف رہنمائی و ہدایت کا انتظام وانصرام کرے جبکہ انسان کی انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سراپا تسلیم بن کر بتائے ہوئے راستے پر چلتا رہے اور منزل پر نظریں جمائے رکھے، نہ تو راستہ کے دل فریب مناظر کو خاطر میں لائے اور نہ راستہ کی سختیوں سے دلبرداشتہ ہو۔ مگر ایک المیہ جو ماضی میں بھی جاری رہا

اور حال میں بھی جاری ہے وہ یہ کہ زرنگارِ آسمان اور دل نواز مرغزاروں کی زیب و زینت نے انسان کو اتنا لبھایا کہ وہ منزل کو بھول کر راستوں میں ہی کھو گیا۔ ظاہر کے پردوں میں پوشیدہ حقائق منکشف نہ کر سکا اور مجاز کو حقیقت سمجھ بیٹھا۔ محسوس کو غیر محسوس پر ترجیح دینے لگا۔ نتیجتاً فکر و عمل کے چشمے خشک ہو گئے۔ تعمیر انسانیت کے بلند کاخ زمین بوس ہو گئے اور شرفِ انسانی بری طرح مجروح ہوا۔ قرآن تربیت نفسِ انسانی کے عمل کو آگے بڑھانے کے لیے بار بار یہ احساس دلاتا ہے کہ ارتقاء و تکامل کا سفر رجوع الی اللہ کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے طے نہیں کیا جا سکتا لہٰذا رجوع الی اللہ کے جذبہ پر کسی شئی کو غالب نہ آنے دو۔ دورانِ سفرِ حیات ماحول پر عبرت آموز اور حقیقت پسندانہ نگاہ ڈالو، قلب میں پاکیزگی نظروں میں عفاف اور دلوں میں شرفِ انسانی کا احساس ہوگا تو چشم کشا حقائق سامنے آئیں گے۔ پھر انہی حقائق کی روشنی میں فیصلہ کرو آیا یہ پری پیکر رجوع کے قابل بھی ہے یا رہین سرمہ و غازہ مستحق ہے کہ اسے طلاق بائن دے دی جائے اور اس سے تمام قلبی تعلقات توڑ لیے جائیں......''

سبحان اللہ.... کتاب ایک بار شروع کریں تو پھر کتاب سے نظریں ہٹانے کو دل نہیں چاہتا۔ ہمارے معاشرے میں عموماً نصیحت کو پسند نہیں کیا جاتا لیکن ڈاکٹر صاحب کی تحریر میں اگر کہیں نصیحت ملتی ہے تو وہ دل پر اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ اور مذہب پر لکھنا تو ہمیشہ سے ایک خشک موضوع رہا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کی تحریر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ پڑھنے والا اس میں کھو جاتا ہے۔ اُس کے لیے یہ موضوع خشک نہیں رہتا۔

ابتدائی ملاقاتوں میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ اپنی نئی کتاب ''معرفت نہج البلاغہ'' مکمل کر چکے ہیں اور اب اس کتاب کی اشاعت کا مرحلہ ہے چونکہ میں لکھنے

کے ساتھ ساتھ پبلشنگ بھی کرتا ہوں تو اس کام کی ذمہ داری میں نے اٹھالی۔ الحمدللہ، کتاب کی اشاعت بہت خوبصورت ہوگئی۔ جہاں جہاں بھی کتاب گئی بہت ہی پسند کی گئی۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا ایک اور تحقیقی و علمی کارنامہ ہے جس نے سب کو تعریف کرنے پر مجبور کر دیا۔ بہت سے لوگوں کے فون مجھے آئے اور لوگوں نے ڈاکٹر صاحب سے شرفِ ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اگر آپ کو موقع ملے تو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کیجئے گا۔ تشنگانِ علم کے لیے یہ کتاب میٹھے پانی کا ایک چشمہ ہے۔

ان کی اگلی کتاب ''متاعِ حرف'' ہے اس کی اشاعت کا شرف بھی ڈاکٹر صاحب نے مجھے عطا کیا گلستانِ علم کے اس خوبصورت گلدستے سے ایک پھول میں آپ کو پیش کر رہا ہوں حضرت علیؑ کی علمی و ادبی خدمات کے ذیل میں لکھتے ہیں

''فیضانِ ربوبیت اور دبستانِ نبوت کی تعلیم و تربیت نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے آئینۂ قلب و نظر کو وہ جلا بخشی کہ علم و حکمت کا کوئی گوشہ اور حق و معرفت کا کوئی شعبہ نظروں سے اوجھل نہ رہا اور معمورہ عالم کی تمام حقیقتیں ژرف بین نگاہوں کے سامنے منکشف ہو گئیں ہادی اعظم مرسل خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ہزار باب علم کے تعلیم کیے لیکن ذہن رسا اور غیر معمولی فہم و ذکا رکھنے والے اس لائق شاگرد نے ہر ایک باب سے مزید ہزار باب علم کے اخذ کیے۔ گرامی القدر استادؐ نے استعداد علمی کو جان لیا تو لوح اعزاز عطا کرتے ہوئے فرمایا

انا مدینة العلم و علی بابها — میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

انا دار الحکمة و علی بابها — میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

آپؑ کی وسعتِ علمی کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں، بس مشتِ از خروارے کے

مصداق قرآن، احادیث اورادبیاتِ عرب کے چند علمی حوالے رقم کئے جاتے ہیں قرآن کے ساتھ آپؑ کی وابستگی اور پیوستگی کا اندازہ اس فرمان نبویؐ سے لگایا جاسکتا ہے

" علی مع القرآن و القرآن مع علی لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض

علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے"۔قرآن ہو یا علی امیر المومنینؑ ہوں۔دونوں ایک ہی منزل کے راہ سپار اور ایک ہی نصب العین کے علمبردار ہیں۔اس تعلق کو بیان کرتے ہوئے خود علی علیہ السلام فرماتے ہیں

هذا كتاب الله الصامت و انا كتاب الله الناطق

یہ(قرآن)خاموش کتاب ہےاور میں بولتا قرآن ہوں

جس طرح آپؑ کو مسلم اول ہونے کا اعزاز حاصل ہے اسی طرح آپؑ کو اولین کاتب وحی ہونے کا امتیاز بھی حاصل ہے۔آپؑ اس بارے میں فرماتے ہیں

"خداوند عالم نے ہر وہ آیت جو اپنے نبیؐ پر نازل کی وہ میرے پاس ہے جسے رسول اللہ نے لکھوایا اور میں نے اپنے ہاتھ سے قلم بند کیا"۔

آپؑ کے اس فرمانِ ذیشان کے بعد زرقانی کا اعتراف یقین میں ڈھلنے لگتا ہے کہ "ہمیں اس امر کو تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد سب سے پہلے قرآن علی نے جمع کیا" ۔حضرت علیؑ نے جہاں قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے اقدامات کئے وہاں عربی زبان و ادب کے فروغ و ارتقاء کے لئے بھی بے نظیر خدمات سرانجام دیں۔چند مثالیں قارئین کے ذوقِ علمی کی تسکین کے لئے پیش خدمت ہیں

ابوالاسود دوئلی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دن حضرت امیر المومنینؑ کو گہری

سوچ میں مستغرق پایا وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا عجمیوں کی آمد و رفت کے سبب عربی زبان کے غلط استعمالات بڑھ گئے ہیں یہی صورت حال رہی تو لفظ و معنی کی جہتیں بدل جائیں گی لہذا میں نے سوچا ہے کہ عربی زبان کے قواعد منضبط کر دوں ،ابوالاسود کہتا ہے میں تین دن کے بعد حضرتؑ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے میری طرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑھا دیا جس پر تحریر تھا "کلام کی تین قسمیں ہیں اسم ،فعل ،حرف ۔اسم وہ ہے جو کسی مسمیٰ کا پتہ دے اور فعل وہ ہے جو مسمیٰ عمل و حرکت کا پتہ دے۔اور حرف وہ ہے جس میں نہ اسم کے معنی ہوں اور نہ فعل کے۔۔۔اور کہا 'انهج هذا لنحوه... تم یہ طریقہ اختیار کرو"حضرتؑ کے اس قول کی بنا پر علم کا نام علم نحو پڑ گیا"۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے میں یہ بھی بتایا ہے کہ مولا علیؑ نے لغت، عروض، شعر گوئی، شعری تنقید اور نثری ادب کو نئی جہتیں عطا کیں اور مولائے کائنات کی سماجی خدمات پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ڈاکٹر صاحب کی تحریروں میں اور بھی بہت کچھ پڑھنے کو ملتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو اسی طرح رواں دواں رکھے۔آمین

آیئے! اب ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے ایک اور چشمے "گفتار صدق" سے سیراب ہوتے ہیں جسے ڈاکٹر صاحب نے علم کے پیاسوں کے لیے جاری کر دیا ہے۔

ارشاد ناصر جعفری

مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیل فون کی بیل بجی۔نمبر دیکھا تو ارشادالعصر جعفری کی کال تھی۔میں نے کال ریسیو کی اور کہا۔

''السلام علیکم ! بیٹا کیا حال ہے.....؟'' ''وعلیکم السلام سر!اللہ کا کرم ہے.....''
ارشادالعصر جعفری نے جواب دیا۔

''کیا ہورہا ہے آج کل.....؟'' میں نے پوچھا۔'' کچھ نہیں سر!لاک ڈاؤن ہے۔اور بوریت ہے۔میں نے فون اس لیے کیا ہے کہ ماہ رمضان کا آغاز ہو چکا ہے۔کیوں ناں آپ ہمیں کچھ دین کی باتیں بتائیں۔ماہ رمضان میں وقت بھی اچھا گزرے گا اور علم میں بھی اضافہ ہوگا۔اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا کرے.....''ارشاد نے فوراً ہی اپنے مقصد کی بات کرتے ہوئے کہا۔

''بھئی میں کوئی عالم تو ہوں نہیں......'' میں نے عذر پیش کیا۔

''سر! یہ تو آپ انکساری سے کام لے رہے ہیں ورنہ ہم آپ کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی آگاہ ہیں، چھوڑیں، بس کچھ عطا ہو جائے، بنام مولاؑ۔آپ کو ثواب ملے گا اور ہمیں علم......''

''بھئی! جب مولاؑ کا نام آ گیا تو پھر انکار کیسا؟۔ہزار جانِ گرامی فدا بنامِ علیؑ ---
ٹھیک ہے آپ آج شام پانچ بجے آجائیں۔چند سنجیدہ افراد کو بلالیں تاکہ sop پر عمل ہو سکے اور قرآن واہلبیتؑ کی تعلیمات کا فہم بھی حاصل ہو جائے.....'' میں نے کہا۔

''اوکے سر! میں پانچ بجے اپنے دو تین دوستوں کے ساتھ حاضر ہوں گا........''
ارشاد نے کہا، پھر رسمی کلمات کے بعد کال منقطع کر دی۔

شام پانچ بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے کہ ارشادالعصر جعفری اپنے دو دوستوں حسن علی کاظمی اور چوہدری علی کے ساتھ آ گئے۔میرے بچے اور مزید چند دوست بھی شامل ہو گئے۔۔یوں ایک چھوٹی سی نشست کا اہتمام ہو گیا۔

''جی بیٹا! آپ بتائیں کہ کہاں سے بات شروع کریں؟ کیونکہ یہ محفل آپ کی فرمائش پر منعقد کی گئی ہے تو موضوع بھی آپ ہی بتائیں گے.......

''سر! ماہِ رمضان ہے اور میرا خیال ہے کہ ماہِ رمضان کے فضائل پر بات ہونی چاہیے۔خطبہءشعبانیہ سے سٹارٹ لے لیتے ہیں ---ارشادالعصر بولے

''جی بہتر ہے....'' میں نے جواب دیا اور کچھ توقف کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔اللہ تعالی آپ کو دین ودنیا کی سلامتی عطا فرمائے

خطبہ شعبانیہ

حضرت امیر المومنین علیؑ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولِ گرامیؐ نے ماہِ شعبان المعظم کے ایک دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! خدا کی برکت، بخشش اور رحمت کا مہینہ تمہارے سامنے ہے۔یہ وہ مہینہ ہے جو اللہ کے نزدیک تمام مہینوں سے بہتر ہے۔اس کے دن باقی دنوں، اس کی راتیں باقی راتوں اور اس کی گھڑیاں باقی گھڑیوں سے افضل ہیں۔یہ وہ مہینہ ہے جس میں خدا نے تمہاری ضیافت کا اہتمام کیا ہے اور اس میں خدا نے تمہیں عظمت سے نوازا ہے۔اس مہینہ میں تمہاری سانسیں تسبیح اور تمہاری نیند عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔اس مہینہ میں تمہارے اعمال قبول اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔پس تم خلوص نیت اور

پاکیزہ دل کے ساتھ خدا سے التجا کرو تا کہ وہ تمہیں روزہ رکھنے اور تلاوت قرآن مجید کی توفیق عنایت فرمائے ۔اس لئے کہ جو شخص اس عظیم مہینے میں خدا کی مغفرت و بخشش سے محروم رہے گا وہ حقیقی بد بخت ہوگا۔"

"واہ! سبحان اللہ ....." علی حسن کاظمی نے کہا۔ میں ایک لمحے کے لیے رکا اور پھر سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اس مہینے میں روزے کی وجہ سے جو تمہیں پیاس اور بھوک لگتی ہے ،اس سے قیامت کے دن کی پیاس اور بھوک کو یاد کرو، غریب و تنگدست لوگوں کو صدقہ دو، بزرگوں کا احترام کرو، چھوٹوں پر رحم کرو، رشتہ داروں سے صلہ رحم کرو، اپنی زبانوں کو ہر قسم کی برائی سے بچاؤ، اپنی نگاہوں کو ان چیزوں سے بچاؤ جنہیں دیکھنا جائز نہیں ، اپنے کانوں کو ایسی آوازوں سے بچاؤ کہ جنہیں سننا حرام ہے لوگوں کے یتیم بچوں سے ہمدردی اور مہربانی کا برتاؤ کرو، جس طرح تم اپنے یتیموں کے لئے مہربانی چاہتے ہو۔

اپنے گناہوں سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اوقاتِ نماز میں اپنے ہاتھوں کو اللہ کی طرف بلند کرو، کیونکہ اوقات نماز بہترین اوقات ہیں کہ جس میں خداوند عالم اپنے بندوں کی طرف خاص رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس سے مناجات کریں تو جواب دیتا ہے، اسے پکاریں تو لبیک کہتا ہے اور جب اس سے کوئی چیز مانگیں اور دعا کریں تو مستجاب کرتا ہے۔

لوگو! بے شک تمہارے نفس تمہارے اعمال کے ہاں گروی رکھے ہوئے ہیں ،اس لئے ان کو استغفار، طلب اور بخشش کے ذریعے رہائی دلاؤ، تمہاری کمر پر گناہوں کا سنگین بوجھ ہے، پس لمبے سجدوں کے ذریعے اس بار کو ہلکا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و جلالت کی قسم کھائی ہے کہ وہ نمازی اور سجدہ کرنے والے کو عذاب نہ

دے گا اور انہیں اس دن آتش جہنم کے حوالے نہ کرے گا جس دن سب کے سب اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے۔

لوگو! اگر تم میں سے کوئی اس مہینے میں کسی مومن روزہ دار کو افطار دے تو خداوند اس کو اپنی راہ میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب دیتا ہے اور اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیتا ہے۔اس وقت کسی نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم سب تو اس عمل کو انجام دینے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچاؤ گرچہ ایک دانہ کھجور سے ہی کیوں نہ ہو، اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے نجات دو گرچہ ایک گھونٹ پانی سے ہی کیوں نہ ہو۔

اے لوگو! تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں اپنے اخلاق کو اچھا اور نیک کرے گا وہ آسانی سے پل صراط عبور کر لے گا کہ جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے، اور جو کوئی اس مہینے میں اپنے ماتحت سے نرمی کرے گا خداوند قیامت کے دن اس کے حساب میں نرمی کرے گا، اور اگر کوئی اس مہینے میں دوسروں کو اپنی اذیت سے بچاتا رہے گا تو قیامت کے دن خدا اس کو اپنے غیض و غضب سے محفوظ رکھے گا، اور اگر کوئی اس مہینے میں کسی یتیم پر احسان کرے گا تو خداوند قیامت کے دن اس پر احسان کرے گا، اور اگر کوئی اس مہینے میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحم کرے گا تو خداوند قیامت کے دن اس کو اپنی رحمت سے متصل کرے گا اور جو کوئی اس مہینے میں اپنے رشتہ داروں سے قطع رابطہ کرے گا تو خداوند قیامت کے دن اسے اپنی رحمت سے محروم کر دے گا۔

میں سانس لینے کے لیے رکا تو چوہدری علی نے کہا۔

"سبحان اللہ! رسول اللہ نے کیا خوبصورت باتیں فرمائی ہیں......"

"جی ہاں رسولِ آمی کا سارا علم عطیہ الہی ہے......" علی حسن نے کہا۔ میں نے

حاضرین کی طرف دیکھا اور پھر دوبارہ بیان شروع کیا۔

"اور جو شخص اس مہینے میں مستحب نماز بجا لائے گا، خداوند اس کو جہنم سے نجات دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں ایک واجب نماز پڑھے گا، اس کو دوسرے مہینوں میں ستر نمازیں پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ جو شخص اس مہینے میں مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجے گا خداوند قیامت کے دن کہ جس دن لوگوں کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا اس کے نیک اعمال کے پلڑے کو بھاری کر دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت کرے گا، اس کو دوسرے مہینوں میں ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔

اے لوگو! یقیناً اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس لئے اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ ان کو تمہارے اوپر بند نہ کرے۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں، اس لئے اپنے پروردگار سے درخواست کرو کہ وہ ان کو تمہارے لئے نہ کھولے۔ اور شیاطین اس مہینے میں جکڑ دیئے جاتے ہیں، اس لئے اپنے رب سے درخواست کرو کہ ان کو تمہارے اوپر مسلط نہ ہونے دے۔"

امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں: پس میں کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! اس مہینے میں سب سے بہترین عمل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! اس مہینے میں بہترین عمل محرمات الٰہی سے پرہیز ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے گریہ کرنا شروع کر دیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! یہ آپؐ گریہ کیوں فرمانے لگے؟ فرمایا: یا علیؑ! میں اس لئے رو رہا ہوں کہ اس مہینے میں تمہارا خون بہایا جائے گا، گویا تمہاری شہادت کا منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے، تم اپنے پروردگار کے حضور نماز میں مصروف ہو اور اس عالم میں اولین و آخرین کا سب سے بڑا ظالم و شقی جو ناقۂ حضرت صالحؑ کے قاتل کا ساتھی ہے تمہاری گردن پر ایک وار کر رہا ہے جس سے تمہاری ریش خون سے تر

ہوگئی ہے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا اس وقت میرا دین ثابت و سالم ہوگا؟ فرمایا: ہاں اس وقت تمہارا دین سالم ہوگا۔

اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: یا علیؑ! جس نے تمہیں قتل کیا اس نے مجھے قتل کیا اور جس نے تمہارے ساتھ بغض و دشمنی رکھی درحقیقت اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور جو کوئی تمہیں ناسزا کہے گا گویا اس نے مجھے ناسزا کہا ہے، کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میرے نفس کی مانند ہو تمہاری روح میری روح سے ہے اور تمہاری طینت و فطرت میری فطرت ہے۔ بے شک خدا نے ہم دونوں کو خلق کیا اور ہم دونوں کو منتخب کیا، مجھے نبوت کے لئے انتخاب کیا اور تمہیں امامت کے لئے چنا۔ اگر کوئی تمہاری امامت سے انکار کرے تو اس نے میری نبوت سے انکار کیا ہے۔"

"بیشک ....." ارشاد العصر جعفری نے کہا۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا اور بولنے لگا۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اے علیؑ! تم میرے جانشین و خلیفہ ہو۔ تم میرے بچوں کے باپ اور میری بیٹی کے شوہر ہو۔ تم میری زندگی میں بھی اور میرے وصال کے بعد بھی میری امت پر میرے جانشین اور خلیفہ ہو۔ تمہارا حکم میرا حکم ہے اور تمہاری نہی میری نہی ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت پر مبعوث کیا اور کائنات کی سب سے برتر ہستی قرار دیا، یقیناً تم مخلوقات پر خدا کی حجت ہو، خدا کے اسرار کے امین اور بندوں کے لئے خلیفہ الٰہی ہو۔"

"سر! اس کا کوئی حوالہ بھی ہے......؟" ارشاد جعفری نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کتاب "المرجان فی تفسیر القرآن" جو کہ غلام حسنین عدیل نے تحریر کی ہے اس میں یہ خطبہ موجود ہے اور مفاتیح الجنان میں بھی.....

اس خطبے میں ماہِ رمضان کی برکات بیان کرنے کے بعد دو باتوں پر زور دیا گیا ہے:

۱۔حقوق اللہ ۲۔حقوق العباد

پھر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حقوق اللہ سے کہیں زیادہ حقوق العباد پر زور دیا گیا ہے۔اسلام میں ماہِ رمضان کے روزے گویا ایک اجتماعی تربیتی نصاب ہے جس کے ذریعے ایک ایسا سماج تخلیق کرنا مقصود ہے جس کے تمام افراد

المطیعون للہ اللہ کے مطیع اور اطاعت گزار ہوں۔

القوامون بامرہ اللہ کے حکم سے قیام کرنے والے ہوں۔

العاملون بارادتہ اللہ کے ارادے کے مطابق عمل کرنے والے ہوں

اور پھر وہ خدا پرست ہونے کے ساتھ ساتھ خدا ترس ہوں، عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ خدمت گزار ہوں، وہ جہاں اللہ کے لئے دن کو بھوکے پیاسے رہیں وہاں وہ اللہ کے بندوں کے لئے سیری اور سیرابی کا اہتمام کریں وہ جہاں اللہ کے کسی حکم کی سرتابی نہ کریں وہاں معاشرتی ذمہ داریوں سے بھی غفلت نہ برتیں وہ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد ایسے بندے بن جائیں جن میں ذرہ برابر شیطان کی حصہ داری یا شراکت داری نہ ہو۔وہ خالص اللہ کے لئے ہوں اور اللہ کے بندوں کے لئے ہوں۔ **عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ**

اللہ کے محترم بندے اس کے حکم سے پہلے بات نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کے ہر امر کی تعمیل کرتے ہیں۔ (انبیاء۔۲۶،۲۷)

خدا پاک اس ماہ مبارک میں ہمیں ایسے بندے بننے کی توفیق دے۔آج یہیں تک۔مزید کل ان شاء اللہ

☆☆☆

حرم اللہ۔۔۔۔۔

جی بھائیو! آج حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرمان سے شروع کرتے ہیں

''**القلب حرم اللہ فلا تسکن حرم اللہ غیر اللہ** مومن کا دل حرم الٰہی ہے اس حرم میں کسی غیر اللہ کو سکونت پذیر نہ ہونے دو''۔

اللہ تعالی کا ایک گھر وہ ہے جو سنگ و خشت سے بنا ہوا ہے اس کی تعمیر مکمل ہونے پر اللہ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا، اب جب کہ اس کی تعمیر ہو چکی تو اس کو پاک بھی رکھو اور حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ

میرے اس گھر کو پاک رکھو،طواف کرنے والوں کے لئے،اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔ (بقرہ۔آیت ۱۲۵)

یہ گھر جو آب و گل سے بنایا گیا،اس کے لئے طہارت شرط اول قرار پائی اور دو نبیوںؑ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تو اب وہ گھر جسے اللہ اپنا مسکن قرار دے رہا ہے اسے کتنا پاک ہونا چاہیے؟ آیت تطہیر میں طہارت کے مقابلے میں لفظ ''**رجس**'' آیا ہے جس کے معنی ہیں ناپاکی،گندگی وغیرہ۔اب قرآن کا مطالعہ کریں کہ یہ لفظ رجس کس کس شے کے بارے میں آیا ہے تو لامحالہ قلب مومن کو ان تمام اشیاء سے پاک ہونا چاہیے تاکہ وہ مسکن خداوندی بننے کے قابل ہو سکے۔

۱۔**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ**

''اے ایمان والو! شراب اور جوا اور تھان اور پانسے سب ناپاک شیطانی عمل ہیں پس ان سے پرہیز کرو تاکہ فلاح پاسکو۔'' (مائدہ۔۹۰)

اس آیت میں چار چیزوں کو رجس بتایا گیا ہے شراب، جوا اور وہ پتھر جن کو دور جاہلیت میں مشرکین پوجا کرتے تھے اور ان کو نصب کا نام دیتے تھے۔اسی طرح ازلام یعنی وہ تیر جن کے ذریعے سے مشرکین قسمت آزماتے تھے، یہ سب شیطانی عمل ہیں اور ناپاک ہیں لہٰذا مومن کے دل کو ان سے پاک ہونا چاہیے۔

۲۔فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

"پس جسے اللہ ہدایت بخشنا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو ایسا تنگ کر دیتا ہے گویا وہ آسمان کی طرف چڑھ رہا ہو۔ایمان نہ لانے والوں پر اللہ اس طرح ناپاکی کو مسلط کر دیتا ہے،
اس آیت میں کفر کو رجس کہا گیا ہے۔ (الانعام۔۲۵)

۳۔قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ

"کہہ دیجئے جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کھانے والوں پر حرام ہو مگر یہ کہ مردار، بہتا ہوا خون اور سور کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہیں اور وہ ذبیحہ کہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔" (الانعام۔آیت ۱۴۵)

اس آیت میں مردار، بہتا ہوا خون، سور کا گوشت اور وہ ذبیحہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، رجس میں شمار کیے گئے ہیں۔

۴۔سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ

فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

"جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو پس تم ان سے درگزر کر دینا یہ لوگ ناپاک ہیں اور ان سے سرزد ہونے والے اعمال کی سزا میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔" (توبہ۔۹۵)

جھوٹی قسمیں کھانا ایک ناپاک عمل ہے مومن کو اس سے بچنا چاہئے۔

۵۔وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ

"اور جن کے دلوں میں (کفر و نفاق کی) بیماری ہے ان کی نجاست پر مزید نجاست کا اضافہ ہے اور وہ مرتے دم تک حالت کفر میں رہے۔" (توبہ۔۱۲۵)

یہاں نجاستِ نفاق اور کفر کو رجس کہا گیا ہے۔

۶۔وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ

"اور کوئی شخص اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا اور جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اللہ انہیں پلیدی میں مبتلا کر دیتا ہے۔" (یونس۔۱۰۰)

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ یہاں
"**الرجس هو الشک والله لانشک فی ربنا ابدا**" رجس سے مراد شک ہے اور ہم اپنے رب کے بارے میں کبھی شک نہیں کرتے۔"

۷۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

"اور اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو نمایاں نہ کرتی پھرو نیز نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہلبیتؑ سے دور رکھے اور ایسے پاکیزہ رکھے جیسے رکھنے کا حق ہے۔" (الاحزاب۔۳۳)

عورتوں کا گھروں میں نہ بیٹھنا اور دور جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو نمایاں کرنا، نماز نہ پڑھنا، زکوٰۃ نہ دینا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرنا، یہ سب قرآن کے مطابق ناپاک عمل بتائے گئے ہیں۔

یہ چند آیات طہارت و پاکیزگی کے مقابلے میں رجس کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔مومن کا دل ان سب چیزوں سے اور ان جیسی اور چیزوں سے پاک نہیں ہوگا تو وہ اللہ جل جلالہ کا مسکن نہ بن سکے گا۔لہٰذا طہارت قلبی کے لئے ان تمام برے افعال سے دور رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے مکمل طور پر جھک جانا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دینا چاہیے کہ جس طرح سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا: "اَسۡلِمۡ " یعنی اے ابراہیمؑ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو "تو حضرت ابراہیمؑ نے جواباً عرض کیا: "اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ "میں نے اپنے آپ کو دونوں جہانوں کے رب کے سپرد کر دیا۔"یعنی میرے جسم پر، میری روح پر، میرے ارادے پر، میری نیت پر، تیرے احکام کی حکمرانی ہے، میں وہی چاہوں گا جو تو چاہے گا، میں وہی کروں گا جس کا تو حکم دے گا، جو تیری پسند وہ میری پسند، جو تجھے ناپسند وہ مجھے ناپسند، جو تیرا ارادہ وہ میرا ارادہ۔میں نے مکمل طور پر اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا ہے اور ماہ رمضان اس paractice کے لیے بہترین مہینہ ہے، ہر مومن کو حضرت ابراہیمؑ کی پیروی میں کہنا چاہیے کہ

اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (انعام۔۷۹)

"سر! بہت خوب یہاں تک بات بالکل سمجھ آ گئی، اب لفظ رمضان کے معنی بتا دیں ذرا تفصیل کے ساتھ....."حسن علی کاظمی نے پوچھا۔

"آپ نے بہت ہی اچھا اور خوبصورت سوال کیا ہے....لفظ رمضان کے مختلف معنی ہیں اور ماہ رمضان کے کئی ایک نام ہیں۔میں آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں....."میں نے حسن علی سے کہا۔اور چند لمحے سوچنے کے بعد پھر بولنے لگا۔

لفظ رمضان کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں

۱۔رمضان "رمض"سے مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے معنی میں آتا ہے اس ماہ کو رمضان سے یا تو اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ اس ماہ میں بدن بھوک و پیاس کی سوزش سے سوختہ ہوتے تھے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور اس لئے کہ جب لوگوں نے ان قدیم زبانوں سے مہینوں کے نام منتقل کیے تو یہ مہینہ گرمی کی سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا۔ (لغات القرآن۔عبدالرشید نعمانی)

۲۔رمضان اسم علم ہے اور روزوں کے مہینے کا نام ہے۔

(آسان لغات القرآن۔شہید الدین بناری)

رمضان مشہور مبارک مہینے کا نام ہے جو قمری سال کا نواں مہینہ ہے جس میں روزے رکھے جاتے ہیں۔ (لغات القرآن۔عبدالرشید نعمانی)

۳۔مجاہد کا قول ہے کہ رمضان اسمائے الٰہی میں سے ہے۔

(لغات القرآن۔عبدالرشید نعمانی)

۴۔یہ 'رمضی' سے ماخوذ ہے اور رمضی اس بادوباراں کو کہتے ہیں جو

موسم گرما کے اخیر میں آئے اور اس سے گرمی کا زور ٹوٹ جائے اس مہینے میں گناہوں کا جوش کم ہو جاتا ہے اور برائیاں ڈھل جاتی ہیں ۔ (صحیفہ کاملہ۔مفتی جعفر حسین)

۵۔یہ عربوں کا قول 'رمضت النصل " سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دو پتھروں کے درمیان چھری یا تلوار کو رکھ کر تیز کرنا ۔عرب اس ماہ میں اپنے آلاتِ حرب کی دھاروں کو تیز کرتے تھے۔ (صحیفہ کاملہ۔مفتی جعفر حسین)

ان تمام لغوی موشگافیوں کے باوجود حضرت رسول اکرمؐ کے یہ دو قول لفظ رمضان کے مفاہیم کو سمجھنے کے لئے کافی وشافی ہیں۔

☆انما سمی رمضان لا ن رمضان یرمض الذنوب

ماہ رمضان کو ماہ رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔
(صحیفہ کاملہ۔مفتی جعفر حسین)

☆ یہ نہ کہو کہ ''یہ رمضان ہے'' اور ''رمضان گیا'' اور ''رمضان آیا'' اس لئے کہ رمضان اللہ سبحانہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اللہ تعالیٰ کہیں آتا جاتا نہیں لہٰذا ماہ رمضان کہا کرو۔ (صحیفہ کاملہ۔مفتی جعفر حسین)

رمضان اس ماہ مبارک کا ذاتی نام ہے جب کہ اس کے صفاتی نام بھی ہیں جن میں سے ہر ایک نام اس ماہ کی خصوصیت پر دلالت کرتا ہے ۔ابو الخیر طالقانی نے کتاب ''خطائر القدس'' میں اس ماہ کے ساٹھ نام ذکر کیے ہیں (گمان اغلب ہے کہ ''حظائر القدس'' کو کتابت کی غلطی سے ''خطائر القدس'' لکھ دیا گیا ہو)۔ (لغات القرآن ۔عبدالرشید نعمانی)

المرجان فی تفسیر القرآن، جلد اول سے اس ماہ مبارک کے اسمائے گرامی بیان کرتے ہیں جن کی تعداد تیس ہے ۔ان میں سے ہر ایک نام ماہ رمضان کے تربیتی اور عبادی پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ماہِ رمضان کے اسماءِ مبارک:

۱	شهر الله	اللہ کا مہینہ
۲	شهر الله الاكبر	اللہ کا بڑا مہینہ
۳	شهر ضيافة الله	ضیافتِ الٰہی کا مہینہ
۴	شهر نزول القرآن	نزولِ قرآن کا مہینہ
۵	شهر تلاوة القرآن	تلاوتِ قرآن کا مہینہ
۶	شهر الصيام	روزوں کا مہینہ
۷	شهر الاسلام	اسلام کا مہینہ
۸	شهر الطهور	پاکیزگی کا مہینہ
۹	شهر التمحيص	آزمائش کا مہینہ
۱۰	شهر القيام	قیام کا مہینہ
۱۱	شهر العتق	آزادی کا مہینہ
۱۲	شهر الصبر	صبر کا مہینہ
۱۳	شهر المؤاساة	تعاون کا مہینہ
۱۴	شهر البركة	برکت کا مہینہ
۱۵	شهر المغفرة	بخشش کا مہینہ
۱۶	شهر الرحمة	رحمت کا مہینہ
۱۷	شهر التوبة	توبہ کا مہینہ

۱۸	شهر الانابة	رازونیاز کا مہینہ
۱۹	شهر الاستغفار	استغفار کا مہینہ
۲۰	شهر الدعاء	دُعا کا مہینہ
۲۱	شهر العبادة	عبادت کا مہینہ
۲۲	شهر الطاعة	اطاعت کا مہینہ
۲۳	شهر المبارک	مبارک مہینہ
۲۴	شهر العظیم	عظمتوں والا مہینہ
۲۵	سید الشهور	تمام مہینوں کا سردار
۲۶	عید اولیاء الله	اولیائے الٰہی کی عید
۲۷	ربیع القرآن	قرآن کی بہار
۲۸	ربیع الفقراء	فقراء کی بہار
۲۹	ربیع المومنین	مومنین کی بہار
۳۰	المرزوق	جس میں روزی دی جاتی ہے

(المرجان فی تفسیر القرآن ۔غلام حسنین عدیل)

”سر! اب افطار کا وقت ہونے والا ہے ۔میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اجازت دیں۔ کل ہم پھر اسی وقت حاضر ہوں گے...... “ارشاد جعفری نے کہا۔

تو آپ روزہ میرے پاس ہی افطار کریں...... “میں نے ان سے کہا۔

”نو سر! آج ایک دوست کے ہاں افطاری ہے ۔آج وہاں ۔کل ان شاء اللہ آپ کے خوانِ علم وطعام سے حصہ پائیں گے...... “ارشاد العصر جعفری نے کہا۔

”او کے ویلکم ...... “میں نے کہا تو سب چلے گئے۔

☆☆☆

اگلے دن مقررہ وقت پر تمام دوست تشریف لائے مزاج پرسی کے بعد ” بھئی چونکہ اس مبارک مہینے کا ایک نام ہے شہر توبہ یعنی توبہ کا مہینہ تو آج میرا دل چاہتا ہے کہ توبہ پر گفتگو ہو جائے...... “جب سب بیٹھ گئے تو میں نے کہا۔

”جی سر ۔بہت ہی اچھا موضوع ہے....جزاک اللہ..... “چوہدری علی نے کہا۔تو میں نے گفتگو شروع کی۔

توبہ ’تــاب “ سے ہے ۔معنی ہے اس نے توبہ کی،وہ گناہ سے باز آ گیا،وہ متوجہ ہوا،اس نے معاف کیا۔ (لغات القرآن ۔نعمانی)

توبہ کے ساتھ ایک اور لفظ بولا جاتا ہے انابت اور معنی ہے رجوع ہونا ۔”انابت الی الله“ کے معنی ہیں اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ کرنا۔ (لغات القرآن ۔نعمانی)

پس معلوم ہوا کہ توبہ کے معنی ہیں گناہوں سے باز آ جانا،اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا اور اس کی بنیادی شرط ندامت و پشیمانی ہے۔

۱۔**الندم توبة** گناہ پر پشیمان ہونا توبہ ہے۔ (کنز العمال)

۲۔**کفی با لندم توبة** توبہ کے لئے فقط اپنے کیے پر نادم ہونا کافی ہے۔ (امام محمد باقرؑ ۔میزان الحکمت)

”سر! توبہ کے سلسلہ میں توبۃ النصوح بہت ہی مشہور ہے........ “حسن علی

کاظمی نے کہا۔

''جی ہاں میں اسی طرف آرہا ہوں......

توبۃ النصوح

اس کے لئے کچھ مراتب اور درجے ہیں

۱۔ دل میں معرفت خداوندی اور عظمت الٰہی کے پیش نظر احساس ندامت کا پیدا ہونا۔ یہ ندامت وشرمندگی خوف یا لالچ کی بنیاد پر نہ ہو، محض جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا خوف آجائے یا جنت کی پرفضا وادیوں اور دلنواز نظاروں کا لالچ پیدا ہو جائے تو یہ توبہ توبۃ النصوح نہیں کہلائے گی بلکہ جلالت ومنزلت پروردگار کے باعث گناہوں سے باز آجانا ہے اور انسان اس بات پر شرمندہ ہو کہ میں نے مالک حقیقی کے ملک میں رہتے ہوئے اس کے دیئے ہوئے وسائل سے اور اس کے عطا کیے ہوئے صحیح وسالم اعضاء وجوارح کے ذریعے نافرمانی کی ہے اور میں نے یہ بہت بُرا کیا ہے۔

۲۔ دوسری شے ہے نساجت خیاطت یعنی انسان اچھی طرح یہ سمجھ لے کہ میں نے اپنے عمل قبیح سے قانون الٰہی کی دھجیاں اُڑائی ہیں اور لباس دین کو تار تار کر دیا ہے اب اپنے عمل صالح کے ذریعے اس لباس کی خیاطی کرے اور پھٹے ہوئے حصے کو سی دے مثلاً اس نے فساد پھیلایا اور شیرازہ امت کو پارہ پارہ کیا تو اب سچی توبہ اس کے لئے یہ ہوگی کہ وہ نادم ہو اور امت کی شیرازہ بندی کے لئے دن رات کام کرے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہر انسان کا شیشہ دل صاف اور شفاف ہوتا ہے جب وہ گناہ کرتا ہے تو اس پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے پھر ہر گناہ کے ساتھ دھبے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ شیشہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اب توبۃ النصوح یہ

ہوگی کہ عرق ندامت کے ساتھ ان سیاہ دھبوں کو دھو ڈالے جس طرح عمل قبیح سے اس نے شیشہ دل کو سیاہ اور داغ دار کیا تھا اب اس سے کہیں زیادہ مقدار میں عمل صالح انجام دے کر آئینہ دل کو صیقل کرے تاکہ وہ اطاعت الٰہی کے نور سے روشن تر ہو جائے

۴۔ ہر ہر عضو کہ جس سے اس نے گناہ کیے تھے اب ان سے وہ کام لے جو رضائے پروردگار کا باعث بنیں مثلاً اس نے کانوں سے وہ کچھ سنا جس کو اسے نہیں سننا چاہیے تھا اب ان کانوں سے وہ کچھ سنے جن کے سننے سے اللہ رب العزت خوش ہوتا ہے جیسے تلاوت قرآن مجید، احادیث نبویہؐ اور اقوال آئمہ طاہرینؑ۔ اسی طرح زبان سے اس نے وہ کہا جو ناراضگی خدا کا سبب بنا اب اسی زبان کو ذکر الٰہی میں، استغفار و اذکار میں یا تلاوت قرآن میں مشغول رکھے۔ اب آنکھ کا حال بھی ایسا ہی ہے آنکھ سے بھی وہ سب دیکھا جس کو ہرگز ہرگز نہیں دیکھنا چاہیے تھا اب تائب کو چاہئے اپنی آنکھ کو محرمات سے باز رکھنے کے ساتھ ساتھ آنکھ کو اُدھر مشغول رکھے کہ جن کے دیکھنے کا حضرت احدیت نے حکم دیا ہے۔ الفاظ قرآن کو دیکھے، والدین کے چہرے کو دیکھے، آل رسولؐ میں سے بزرگ ہستیوں کو دیکھے، مقامات مقدسہ کو دیکھے، کعبۃ اللہ پر نظر کرے، عالم ربانی کی زیارت کرے۔ جن ہاتھوں سے اس نے ظلم کیے تو اب انہی ہاتھوں کو غریبوں کی دست گیری، یتیم پروری اور مظلوموں کی دادرسی میں مشغول رکھے، انہی ہاتھوں سے احترام والدین کا فریضہ انجام دے، صلہ رحمی کرے اور نیکیوں کو پھیلانے کی کوشش کرے۔ وہ قدم جن سے چل کر وہ مقامات گناہ تک پہنچا اب انہی قدموں سے مسجد کی طرف آیا جایا کرے، بیت اللہ کی زیارت کو جائے، قبور آئمہؑ کی زیارت کو جائے اور امور خیر یہ کی انجام دہی کے لئے راہ پیمائی کرے۔

۵۔ پانچویں بات ہے تلافی یعنی کسی کا حق مارا ہے تو حق کو حق دار تک پہنچا کر

تلافی کرے، کسی کا مال دبایا ہوا ہے تو اصل مالک کو واپس کرے، کسی کو گالی دی ہے یا ہتک کی ہے تو اس سے معافی مانگے

ان تمام امور کو نبی کریمؐ نے چار جملوں میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اما علامة التائب فاربعة تائب کی چار علامتیں ہیں:

۱. **النصيحة لله في عمله** اس کے عمل میں اللہ کے لئے خلوص ہوتا ہے۔

۲. **وترک الباطل** اور وہ باطل کو ترک کر دیتا ہے۔

۳. **ولزوم الحق** اور حق کو مستقلاً پکڑے رہتا ہے۔

۴. **والحرص على الخير** نیکی کے لئے حریص ہوتا ہے۔

(میزان الحکمت۔جلد ۱)

توبہ یہ نہیں ہے کہ انسان توبہ توبہ کا ورد کرتا رہے اور استغفراللہ کی مالا جپتا رہے جب کہ گناہ پر گناہ کرتا جائے اور گناہ میں لذت محسوس کرے بلکہ توبہ ایک نئی زندگی شروع کرنے کا نام ہے جس میں باطن کا پاک ہونا اور روح کا صاف وشفاف ہونا ضروری ہے۔

سبحہ بر کف، توبہ بر لب، دل پُر از ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما

ہاتھ میں تسبیح لب پر توبہ اور دل گناہ کے ذوق سے سرشار، ہماری اس توبہ پر گناہ کو بھی ہنسی آتی ہے۔

وہ شخص جس نے حقیقی توبہ کی اب اس کا حال سنیے۔

یہ کہہ کر میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا اور سب بہت غور سے میری سن رہے تھے۔میں نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا

ربیع بن خثیم ایک خوفِ خدا رکھنے والے بزرگ گزرے ہیں انہوں نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی اور جب ان کو قساوت قلبی کا احساس ہوتا تو کچھ دیر کے لئے قبر میں جا کر لیٹ جاتے اور سورہ مومنون کی یہ آیت پڑھنا شروع کر دیتے **رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا** پروردگار! مجھے پلٹا دے شاید کہ اب کوئی نیک عمل انجام دوں۔ اس کے بعد خود سے مخاطب ہو کر کہتا اے ربیع پلٹ جا اس سے پہلے کہ دوبارہ نہ پلٹائے جاؤ، عمل کرو، عمل کرو۔ (بحار الانوار)

بقاء کی فکر کرو خود ہی زندگی کے لیے
زمانہ کچھ نہیں کرتا کبھی کسی کے لیے

آج بات ختم کرتے ہیں، کل یہیں سے شروع کریں گے۔

☆☆☆

دستک ہوئی، بیٹا عابد جاؤ، مہمانوں کو بیٹھاؤ میں آتا ہوں۔۔میں نے کہا۔

السلام علیکم کیا حال ہیں؟ موسم کیسا جا رہا؟ دوستوں سے ملتے ہی میں نے پوچھا

"الحمدللہ خیریت ہے اور موسم بارشوں نے خوشگوار بنا دیا اور روح کو آپ کی باتوں نے شاد کیا ہوا ہے۔۔۔

آپ کے موڈ کو مزید خوشگوار بنانے کے لیے ایک شاعرانہ بات کرتے ہیں تخیل آفرینی اور ندرت خیالی شعری حسن کے لیے دو بنیادی عنصر ہوتے ہیں فارسی کے ایک شاعر جس کا نام حاجب تھا نے تخیل سے اسی طرح کام لیا جس طرح کہ ہمارے ہاں کے شعراء اکثر کام لیا کرتے ہیں، حاجب نے یوں شعر کہا،

حاجب اگر معاملۂ حشر با علیؑ است
من ضامنم کہ ہر چہ بخواہی گناہ کن

"یعنی اے حاجب! جب روزِ حشر کے معاملات علیؑ کے سپرد ہیں تو پھر میں ضامن ہوں کہ جو دل میں آئے خوب گناہ کر"

حاجب رات کو سویا تو خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا کہ چہرہ مبارک پر آثارِ غضب ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تو نے یہ کیا شعر کہا ہے؟ حاجب نے عرض کی مولا اگر کچھ غلط ہو گیا ہے تو اصلاح فرما دیجیے، آپؑ نے فرمایا اپنے شعر کو یوں کہو

حاجب اگر معاملہ حشر با علیؑ است
شرم از رخِ علیؑ کن و کمتر گناہ کن

یعنی اے حاجب! اگر حشر کا معاملہ علیؑ کے ہاتھوں طے پانے والا ہے تو پھر رخ علی سے شرم کر اور گناہ نہ کر، یہ گناہوں کی گٹھری لے کر امام المتقین علی ابن ابی طالبؑ کا سامنا کس طرح کرے گا۔ (تفسیر نمونہ)

حضرات محمد وآل محمد علیہم السلام سے متعلق شاعری میں تخیلاتی پرواز کے ساتھ ساتھ مضامین کی صحت کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے ورنہ انسان خسارے کا شکار ہو سکتا ہے ان کی خوشنودی کی بجائے ناراضی کا باعث ہو سکتا ہے۔

اچھا تو کل ہم توبہ نصوح کے بارے بات جاری رکھے ہوئے تھے، یہ حکم سورہ تحریم کی آٹھویں آیت میں آیا ہے "**یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا** اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں خالص توبہ سے رجوع کرو۔"

حضورؐ سے پوچھا گیا کہ توبۃ النصوح سے کیا مراد ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جب تم سے کسی قسم کا گناہ سرزد ہو جائے تو اس وقت گناہ پر ندامت کا اظہار کرو اور اپنی ندامت کے ذریعے خدا سے استغفار کرو پھر کبھی اس گناہ کی طرف لوٹ کر

نہ جاؤ" (کنز العمال)

یہی سوال حضرت علیؑ سے کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا توبہ نصوح یہ ہے کہ "**ندم بالقلب واستغفار باللسان والقصد علی ان لایعود** دل سے پشیمان ہونا، زبان سے استغفار کرنا اور دوبارہ خطا نہ کرنے کا قصد کرنا"۔

(بحار الانوار۔ علامہ باقر مجلسی)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "بندہ گناہ سے توبہ کر لے اور پھر ویسا گناہ نہ کرے" کسی نے پوچھا ہم میں سے کون ہے جس نے توبہ کر کے پھر وہ گناہ نہ کیا ہو؟ امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہی ہے جس کی آزمائش پر آزمائش ہوتی رہے اور وہ بھی توبہ پر توبہ کرتا جائے۔ (تفسیر صافی)

حضرت امام علی نقیؑ کی خدمت میں احمد بن ہلال نے توبہ نصوح کے بارے سوال لکھا تو آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: '**ان یکون الباطن کالظاھر و افضل من ذالک** "باطن ظاہر کی مانند بلکہ اس سے بھی افضل ہو جائے" (بحار الانوار)

ان تمام کریمانہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ نصوح خالص اور سچی توبہ ہے جس کے بعد انسان کا شیطان سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور انسان کی زندگی کا محور اور مقصد رضائے الٰہی کا حصول قرار پاتا ہے اور وہ احکام الٰہی کی پابندی کرتا ہے انسان کے ظاہر و باطن میں دوئی کی بجائے یکسانیت اور یگانگت پیدا ہو جاتی ہے۔

دلت را با خدا وند آشنا کن
زعشق جان خدا بیت را صدا کن
بہ سوئ او کشا ء دست نیازی
بہ درگاہ بلند او دعا کن

به سنگ توبه ای بشکن ذلت را
غرور و سرگرانی را رہا کن

''تم اپنے دل کو اللہ سے آشنا کرو، روح کی گہرائی سے اللہ کو آواز دو اور اپنے احتیاج کے ہاتھ اس کی طرف پھیلا دو، اسی کی بلند درگاہ میں دعا کرو، اپنے دل کو توبہ کے پتھر سے توڑ دو، غرور وتکبر کو چھوڑ دو، تیرے گناہ جتنے بھی زیادہ ہوں اللہ کا لطف و کرم اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔''

جعفری: کیا توبہ میں تاخیر کی جاسکتی ہے اور کی جاسکتی ہے تو کب تک؟

اس وقت تک مزے سے دیر کرتے رہو جب تک زندگی کا یقین ہے، ۔۔۔، میں نے جواب دیا۔

سر: ۔وہ تو پل کا بھروسہ نہیں ۔۔۔جعفری نے کہا

تو بھئی پھر دیر کیسی ۔۔۔؟ قرآن کہتا ہے ''**اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا** ''اللہ کے ذمے صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو نادانی میں گناہ کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں اللہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ بڑا دانا حکمت والا ہے۔'' (نساء۔۱۷)

توبہ بیداری ضمیر اور اپنے رب سے تجدید عہد کا نام ہے اس میں جس قدر جلدی ہو سکے کرنا چاہیے لیکن یہ لطف خداوندی ہے کہ موت کے سامنے آجانے سے پہلے تک توبہ کی قبولیت ہوسکتی ہے جیسا کہ سورہ النساء آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد رب العزت ہے: ''**حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ** ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو موت سامنے آنے پر توبہ کرتے ہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ موت کے سامنے آجانے سے پہلے تک توبہ کی قبولیت کا امکان موجود ہے اور یہی بات احادیث پیغمبر اسلامؐ سے بھی ثابت ہے آپ کا ارشاد گرامی ہے ۔ ''جو شخص موت سے ایک سال پہلے توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا پھر فرمایا ایک سال زیادہ ہے اگر کوئی موت سے ایک ماہ پہلے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لے گا پھر فرمایا نہیں ایک ماہ زیادہ ہے اگر کوئی شخص مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا پھر فرمایا ایک دن بھی زیادہ ہے اگر مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے بھی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا پھر فرمایا ایک گھنٹہ بھی زیادہ ہے پھر فرمایا اگر کوئی شخص اس وقت توبہ کرے جب اسی کی جان اس کے حلق تک پہنچ جائے تو بھی اللہ اس کی توبہ قبول کر لے گا۔'' (تفسیر المتقین)

میرے دوست توبہ میں قطعاً دیر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ

۱۔رحمان ورحیم پروردگار چاہتا ہے کہ اس کا بھٹکا ہوا بندہ بہت جلد اس کے پاس واپس لوٹ آئے۔

۲۔گناہ بیماری ہے جس کا علاج استغفار ہے بیماری کے علاج میں جس قدر دیر کی جائے گی علاج اتنا ہی مشکل ہوتا جائے گا جس طرح جسمانی بیماری جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے اسی طرح گناہ کی بیماری ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ **الذنوب داء، والدواء الاستغفار والشفاء ان لا تعود** گناہ بیماری ہے اور اس کی دوا استغفار ہے اور اس سے شفاء یہ ہے کہ اسے دوبارہ نہ کیا جائے۔ (غرر الحکم)

۳۔انسان کی یہ جبلی کمزوری ہے کہ وہ جب گناہ میں مگن ہو جاتا ہے تو توبہ کو بھول جاتا ہے اور توبہ کو ٹالتا رہتا ہے۔نبی رحمت العالمینؐ نے اپنے مقرب صحابی

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا: **یابن مسعود لا تقدّم الذنب ولا تؤخر التوبة ولکن قدّم التوبة واخّر الذنب فان اللہ تعالیٰ یقول فی کتابہ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ** (قیامہ ۔۵)

اے ابن مسعودؓ: گناہوں کو مقدم نہ کرو اور توبہ کو مؤخر نہ کرو بلکہ توبہ کو مقدم اور گناہوں کو مؤخر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "نفس انسانی تو چاہتا ہے کہ مستقبل میں عمر بھر برائی کرتا رہے"

برائیوں میں نفس انسانی کی یہی مشغولیت بالآخر دم واپسیں تک توبہ سے باز رکھتی ہے مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں: **ان قارفت سیئة فعجّل محوھا بالتوبة** "اگر تم نے کسی گناہ کا ارتکاب کرلیا ہے تو توبہ کے ذریعہ اسے مٹانے میں جلدی کرو۔"

"سر عقل انسانی اور قلب انسانی پر گناہوں کے کون کون سے مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں.....؟" علی چوہدری نے پوچھا۔

"جی۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ گناہ انسان کے ضمیر، عقل اور قلب پر بے شمار بُرے اثرات مرتب کرتے ہیں چند ایک کا ذکر کرتے ہیں

۱۔ دلوں کا زنگ آلود ہونا

گناہوں کی کثرت انسانی قلوب کو زنگ آلود کرکے ناکارہ بنا دیتی ہے کہ جس کے بعد اچھائی اور برائی کی تمیز ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ رب العالمین اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے "**كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ** " نہیں نہیں بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو اعمال بد کرتے ہیں ان (بدعملیوں) کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ جاتا ہے۔ (مطففین ۱۴)

۲۔ گناہ قلب انسانی کا احاطہ کرلیتا ہے

جب انسان بار بار گناہ کرتا ہے تو یہ گناہ اس کے عقل اور قلب کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں جس کے بعد توبہ کی توفیق بھی سلب ہوجاتی ہے ارشاد الٰہی ہے ۔"**بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ**" ہاں سچی بات تو یہ ہے کہ جس نے برائی کمائی اور اس کے گناہوں نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے یہی لوگ جہنمی ہیں۔ (بقرہ ۔۸۱)

۳۔ گناہوں میں شراب کی سی بدمستی ہے

انسان جب متعدد بار گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ گناہ عقل کو زائل کر دیتے ہیں اور وہ گناہوں میں مدہوش ہو کر سننے، سمجھنے کی قوت سے محروم ہوجاتا ہے اور توبہ نہیں کرپاتا، پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں" **احذر سکر الخطیئة فان للخطیئة سکرًا کسکر الشراب بل ھی اشد سکرًا منه یقول اللہ تعالیٰ**:

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ " (بقرہ ۱۸)

گناہوں کی بدمستی سے بچتے رہو کیونکہ گناہوں کی بدمستی بھی شراب کی سی ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی بدتر خدائے عزوجل فرماتا ہے یہ لوگ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اور اپنی گمراہی سے باز نہیں آسکتے۔ (بحار الانوار)

۴۔ گناہ حجاب بن جاتے ہیں

توبہ میں تاخیر کا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ گناہ کی مدہوشی شعوری قوتوں کو فاسد کردیتی ہے اور پھر گناہ توبہ اور انسان کے درمیان پردہ یعنی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

"**وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ** ۔۔(گناہ) ان کے اور ان کی چاہت کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں۔" (سباء۔۵۴)

۵۔گناہ شیشۂ دل کو سیاہ کر دیتے ہیں

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر تو وہ توبہ کرلے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور توبہ نہ کرے اور گناہ پر گناہ کرتا جائے تو وہ سیاہ نقطہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر مکمل چھا جاتا ہے اور پھر وہ کبھی بھی گناہوں سے چھٹکارا حاصل کر کے فلاح نہیں پا سکتا۔ (بحارالانوار)

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے یہی لوگ غافل ہیں۔ (سورۂ نحل ۔۱۰۸)

۶۔گناہ سنگ دلی کا سبب بنتے ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں ''آنکھوں سے آنسو سنگ دلی کی وجہ سے نہیں نکلتے جب کہ سنگ دلی گناہوں کی کثرت سے وجود میں آتی ہے۔'' (بحارالانوار)

۷۔گناہ عقل کو زائل کر دیتے ہیں

جو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے عقل اسے خیرباد کہہ دیتی ہے اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتی۔ (حدیث رسول مقبولؐ)

۸۔گناہ ایمان سلب کر لیتے ہیں

فضیل بن عیاض کے ایک شاگرد کی موت کا وقت قریب تھا۔فضیل ان کے پاس آئے اور سرہانے بیٹھ کر سورہ یٰسین کی تلاوت کرنے لگے۔شاگرد نے استاد سے کہا قرآن مت پڑھیے۔فضیل خاموش ہو گئے پھر اپنے شاگرد کو تلقین کرنے لگے کہو ''لا الہ الا اللہ'' ۔شاگرد نے کہا میں یہ کلمہ نہیں کہوں گا کیونکہ میں اس سے بیزار

ہوں، بالآخر شاگرد اسی حالت میں مر گیا۔فضیل کو سخت صدمہ پہنچا۔تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد گھر آئے اور سو گئے خواب میں اپنے شاگرد کو دیکھا کہ عذاب میں مبتلا ہے۔پوچھا کیا سبب ہے جس کی وجہ سے تم ایمان سے محروم ہو کر مرے ہو حالانکہ تم میرے قابل ترین شاگرد تھے۔؟اس نے جواب دیا تین اسباب ہیں:

۱۔میں چغلی بہت کھاتا تھا۔

۲۔میں حسد میں مبتلا رہتا تھا۔

۳۔یہ کہ طبیب نے ایک بیماری کے علاج کے سلسلے میں مجھے مشورہ دیا تھا کہ ہر سال ایک جام شراب پی لیا کروں طبیب نے کہا تھا کہ اگر میں ایسا نہیں کروں گا تو بیماری نہیں جائے گی اس کے کہنے پر میں ہر سال شراب کا ایک جام پیا کرتا تھا۔

(گناہان کبیرہ۔آقائے دستغیب)

اس دعا پر آج کی نشست کا اختتام کرتے ہیں

اَللّٰهُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَكَ اَرْجٰى مِنْ عَمَلِيْ وَاِنَّ رَحْمَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذَنْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ ذَنْبِيْ عِنْدَكَ عَظِيْمًا فَعَفْوُكَ اَعْظَمُ مِنْ ذَنْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنْ لَمْ اَكُنْ اَهْلاً اَنْ اَبْلُغَ رَحْمَتَكَ فَرَحْمَتُكَ اَهْلٌ اَنْ تَبْلُغَنِيْ وَتَسَعَنِيْ لِاَنَّهَا وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اے اللہ! تیری بخشش میرے عمل سے زیادہ اُمید افزا ہے اور تیری رحمت میرے گناہ سے زیادہ وسیع ہے الٰہی اگر میرا گناہ عظیم ہے تو تیرا عفو میرے گناہ سے عظیم تر ہے، الٰہی اگر میں تیری رحمت تک پہنچنے کا اہل نہیں ہوں تو تیری رحمت ضرور مجھ تک پہنچنے اور مجھ پر چھا جانے کی اہل ہے کیونکہ تیری رحمت ہر شئے سے وسیع تر ہے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے رحم فرما۔ (مفاتیح الجنان۔مشترکہ تعقیبات)

☆☆☆

السلام علیکم: اچھا آج محسن بھائی بھی تشریف لائے ہیں۔ خوش آمدید جناب:
آپ کے آنے سے محفل بابرکت ہوگئی ہے۔ جی شروع کریں

ہاں ڈاکٹر صاحب بسم اللہ کیجئے۔ ہم ہمہ تن گوش ہیں۔ سب نے کہا۔

معاذ بن جبلؓ کو ہدایت

برادرانِ محترم: اسلام تہذیب نفس کا دستور العمل ہے اور نبی کریمؐ تزکیہ نفس کے لئے مربی و معلم ہیں۔ آپؐ نے ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں تہذیبی و اخلاقی قدروں کے فروغ کے لئے کوشش فرمائی اور ان کو نفس کی پاکیزگی و عفت کی تلقین فرمائی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن بھیجا تو ان کو بہت اہم ہدایات دیں اور یہ ہدایات ہمارے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں، آپؐ نے فرمایا۔

"اے معاذؓ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں تقویٰ کا، سچ بولنے کا، عہد پورا کرنے کا، امانت ادا کرنے کا، خیانت نہ کرنے کا، نرم لہجے میں بات کرنے کا، سلام میں پہل کرنے کا، ہمسائے کا خیال رکھنے کا، یتیم پر رحم کھانے کا، حسن عمل کا، امید و آرزو کو کوتاہ رکھنے کا، آخرت کو پسند کرنے کا، حساب آخرت سے ڈرنے کا، ایمان پر لازم قائم رہنے کا، قرآن میں خوب غور وفکر کرنے کا، غصے کو پی جانے کا اور فروتنی اور انکساری اختیار کرنے کا۔

اور پھر فرمایا اے معاذؓ! بچتے رہنا کسی مسلمان کو گالی دینے سے، کسی گناہگار کی فرمانبرداری سے، کسی امام عادل کی نافرمانی سے، کسی سچے کو جھٹلانے سے، کسی جھوٹے کو سچا ماننے اور اس کی تصدیق کرنے سے۔

پھر فرمایا اے معاذؓ! اپنے رب کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو، ہر گناہ کے

لئے تازہ توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ توبہ اور اعلانیہ گناہ کے لئے اعلانیہ توبہ کرو۔ (تحف العقول)

سرکار دو عالمؐ نے پرورش نفس اور تعلیم اخلاق کے لئے فرمایا: یا علیؑ! اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت اچھا لگتا ہے جو کہتا ہے

"**رب اغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت** اے پالنے والے مجھے بخش دے کہ تیرے سوا کوئی اور گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔"

یہ سن کر اللہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے اس بندے کو کتنا یقین ہے کہ میرے علاوہ کوئی اور گناہ معاف نہیں کرسکتا اے فرشتو:: گواہ رہنا میں نے اس بندے کو بخش دیا ہے۔ (تحف العقول)

سبحان اللہ کتنا غفور و رحیم ہے ہمارا پروردگار، سبحان اللہ، وہ ستار العیوب بھی تو ہے اس پر بھی روشنی ڈالیے کہ اللہ ہماری عیب پوشی کیسے کرے گا۔ محسن کہنے لگے

محسن بھائی: اگر کوئی انسان گناہ کرے اور پھر بارگاہِ الٰہی میں فوراً توبہ کر لے اور اللہ بھی اس کی توبہ کو قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ

۱۔ اس کے اعضاء و جوارح کو حکم دیتا ہے کہ اس کی پردہ پوشی کرو۔

۲۔ زمین کے قطعوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے عیوب کو چھپالو۔

۳۔ گناہ لکھنے والوں کے حافظے سے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (کنز العمال)

"سر! اللہ اپنے بندوں سے کیا چاہتا ہے.....؟" حسن علی نے پوچھا

میرے دوست: اللہ لینا نہیں چاہتا، اللہ دینا چاہتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے وہ بے نیاز ہو کر دینا چاہتا ہے اور بندہ نیازمند ہو کر لینا نہ چاہے، ارشاد الٰہی ہے

"بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔۔ پس اللہ کی عبادت کرو اور شکرگزاروں

میں سے ہو جاؤ۔" (زمر ٦٦)

(i) عبادت کروتا کہ جنت پاؤ (ii) شکر گزار بنوتا کہ نعمتوں میں اضافہ پاؤ

عبادت

حضرت عیسیٰؑ ایک جگہ سے گزرے تو وہاں تین گروہوں کو دیکھا جن کے بدن کمزور اور چہروں کا رنگ متغیر ہو چکا تھا۔

پہلا گروہ: وہ لوگ خدا کی عبادت کر رہے تھے اور گریہ بھی کر رہے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تم گریہ کیوں کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا: " **الخوف من النار** " ہم جہنم کی آگ کے خوف سے گریہ کر رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: اس طرح کا گریہ جو خوف خدا میں کیا جائے جہنم کی آگ سے رہائی و نجات کا ذریعہ ہے۔امید رکھو کہ جہنم کی آگ تمہارے بدن سے دور رہے گی۔

دوسرا گروہ: وہ لوگ جو خدا کی عبادت بھی کر رہے تھے اور گریہ بھی کر رہے تھے۔حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟

انہوں نے کہا:"**الشوق الی الجنة**" ہم جنت کے شوق میں گریہ کر رہے ہیں ایسی جنت جس میں نہ لغو باتیں ہیں، نہ گناہ اور جھوٹ، اور وہاں فرشتے اور انبیاء ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: امید رکھو کہ خدا تم کو بہشت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

تیسرا گروہ: وہ لوگ بھی عبادت کر رہے تھے اور گریہ وزاری کر رہے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ تم کیوں آنسو بہا رہے ہو جبکہ عبادت کر رہے ہو؟

انہوں نے کہا:"**نحب الله**" ہم اللہ کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا:"**انتم المقربون ،انتم المقربون**" تم ہی بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہو، تم ہی مقرب ہو۔ وہ دو گروہ بھی اچھے ہیں لیکن تمہارا درجہ ان سے بلند و بالاتر ہے اور یہ تمہاری خدا سے دوستی کا نتیجہ ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید)

لفظ عبادت "**عبد**" سے ماخوذ ہے۔فارسی میں اس کا معنی ہے بندہ جسے ہم "غلام" کہتے ہیں یوں عبادت کے معنی "بندگی" یا "غلامی" کے ہوئے۔گویا عبادت دراصل آقا اور غلام کے رشتے کا دوسرا نام ہے اور اس رشتے کے لئے کچھ شرائط ہیں:

۱۔غلام اپنے آقا کے ہر حکم کا پابند ہوتا ہے اور بلا چون و چرا اس کو بجالاتا ہے، نہ سستی دکھاتا ہے اور نہ کوتاہی کرتا ہے۔

۲۔آقا و غلام کا رشتہ و تعلق جز وقتی نہیں بلکہ کل وقتی ہوتا ہے۔

۳۔غلام کی خواہش کوئی اہمیت نہیں رکھتی، فوقیت و اہمیت آقا کی خوشنودی کو حاصل ہوتی ہے۔

۴۔غلام پابند ہوتا ہے کہ آقا جب بلائے، جس وقت بلائے، جہاں بلائے فوراً غلام حاضر ہو۔

۵۔بہترین غلام وہ ہوتا ہے جو نہ صرف آقا کی اطاعت کرے بلکہ وہ اپنی وضع قطع میں اپنی شباہت اور لباس میں بھی آقا کی کراہت و اباحت کو ملحوظ رکھے۔

انہی شرائط پر عمل کرتے ہوئے انسان حقیقی عبد کہلاتا ہے اور حقیقی عبادت گزار بنتا ہے وہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک احکام خداوندی پر عمل کرتا ہے ، وہ اپنے فکر و عمل میں دستورِ الٰہی کا پابند ہوتا ہے اس کی زبان، کان، آنکھ اور شکم پر شریعتِ الٰہی کا پہرہ رہتا ہے۔وہ حدودِ الٰہی کے اندر رہتے ہوئے اپنے شب و روز کا

میزانیہ ترتیب دیتا ہے۔وہ صرف مسجد میں ہی مسلمان نہیں ہوتا بلکہ بازار اور دفتر میں بھی اللہ کا مطیع اور فرمانبردار رہتا ہے وہ شکل وصورت میں اور لباس کی وضع قطع میں مکروہات اور مباحات کا خیال رکھتا ہے۔یہ اور بات ہے کہ آقا اور غلام کے رشتے میں ناراحتی اور ناگواری کا احساس پایا جاتا ہے لیکن عبد ومعبود کے رشتے کی بنیاد رحمت، رافت اور مغفرت پر ہوتی ہے۔عبد اور معبود کے رشتے کو سمجھنے کے لئے شہید محراب آیت اللہ دستغیب ایک بزرگ کا خوبصورت واقعہ بیان کرتے ہیں:

''یہ بزرگ کہتے ہیں کہ ایک دن میں غلام خریدنے کی غرض سے بازار گیا وہاں ایک غلام کو دیکھا اور چاہا کہ اُسے خریدلوں۔میں اس غلام کے پاس گیا اور پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

غلام نے کہا: جس نام سے بھی پکارلو، آپ کی مرضی۔

بزرگ: میں تمہیں خریدنا چاہتا ہوں۔

غلام: آپ کی مرضی، خریدلیں۔

بزرگ: تمہاری خوراک کیا ہے یعنی تم کیا کھاتے ہو؟

غلام: جو بھی کھلا دو گے۔

بزرگ: تمہارا لباس کیا ہے یعنی کونسا لباس پہننا پسند کرتے ہو؟

غلام: جو بھی پہنا دو گے۔

بزرگ: کہاں رہنا پسند کرتے ہو؟

غلام: جہاں بھی رہنے کے لئے جگہ دیدو گے وہاں رہ لوں گا۔

بزرگ: اے غلام! تمہارے یہ کیا جوابات ہیں جو تم مجھے دے رہے ہو؟

غلام: اے آقا! غلام کو اپنی مرضی وچاہت سے کیا مطلب؟

وہ بزرگوار غلام کے یہ جوابات سن کر متعجب ہوا اور تاسف سے پیشانی پر ہاتھ رکھا اور کہا: اے کاش میں بھی اپنی پوری عمر میں اپنے حقیقی رب اور مالک کے سامنے ایک دن کے لئے اسی طرح ہو جاتا۔

واقعاً اگر ہم عبد خدا ہیں اور وہ ہمارا آقا و مالک ہے تو ہم اسی چیز کو دوست رکھیں جس کو خدا دوست رکھتا ہے۔ہماری چاہت وہی ہو جو اللہ کی چاہت ہو، ہم وہی پسند کریں جو خدا پسند کرتا ہے۔اللہ کے خالص بندوں کی یہی نشانی ہے

وَمَا تَشَآءُ وْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۔۔اور تم لوگ تو صرف وہی چاہتے ہو جو پروردگار چاہتا ہے۔'' (دہر۔۳۰)

شکر

عبادت اور شکر گزاری کا حسین امتزاج ہمیں حضرت نوحؑ کی زندگی میں نظر آتا ہے جن کے بارے میں قرآن فرماتا ہے "اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۔۔۔بے شک نوحؑ بڑے شکر گزار بندے تھے" جب اس آیت کے بارے میں امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ حضرت نوحؑ چند کلمات پابندی سے ادا کرتے تھے اور تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ امام صادقؑ فرماتے ہیں جو کوئی صبح شام حضرت نوحؑ کے کلمات کو دس مرتبہ دہرائے تو اس نے دن ورات کی نعمتوں کا شکر ادا کردیا۔

تفسیر صافی کے مطابق وہ کلمات یہ ہیں ۔آیئے ان کلمات کو مل کر پڑھتے ہیں۔

''اَصْبَحْتُ اَشْهَدُکَ مَا اَصْبَحَتْ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ عَافِیَةٍ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا فَاِنَّهَا مِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ،فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ وَلَکَ الشُّکْرُ کَثِیْرًا۔ میں صبح کے وقت گواہی دیتا ہوں کہ اے اللہ! تو نے مجھے نعمت اور عافیت دین ودنیا عطا فرمائی یہ سب تیری جانب سے ہے، تو

یکتا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، اس عنایت پر تیری حمد کر رہا ہوں اور تیرا بہت زیادہ شکر گزار ہوں" نوحؑ صبح شام تین تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا کرتے تھے۔"

آج کے لیے اتنا، باقی کل۔ زندگی باقی، صحبت باقی۔ خدا حافظ!

☆☆☆

سلام علیکم: آ گئے، کیسے ہیں؟ گزشتہ روز موضوع چل رہا تھا، عبادت اور شکر، حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں بھی ارشادِ الٰہی ہے "شَاكِراً لِّأَنْعُمِهِ ابراہیمؑ میری نعمتوں کے شکر گزار تھے" اور یہ اس لئے کہا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا دستور تھا کہ وہ صبح وشام یہ کلمات دہرایا کرتے تھے۔

اصبحت وربی محمود، اصبحت لا اشرک به شیئا ولا ادعوا مع اللہ الھاً آخر، ولا اتخذ من دونه ولیاً۔ امسیت أشھد انه ما أمست بی من نعمة فی دین او دنیا فانھا من اللہ وحدہ لا شریک له، له الحمد بھا و الشکر کثیرا۔ (تفسیر نورالثقلین بحوالہ تفسیر عیاشی)

ایک شب حضرت ام المومنین عائشہؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کی کہ آپؐ رات کے وقت اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ اللہ نے آپؐ کے لئے فرما دیا ہے۔ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" (فتح ۲)

پھر آپؐ اپنے آپ کو اتنی تکان میں کیوں ڈالتے ہیں؟

حضورؐ نے فرمایا: عائشہؓ کیا میں اللہ کا "عبدِ شکور" نہ بنوں"

حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ شاکر کی چار نشانیاں ہیں

۱۔ اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا ۲۔ اللہ کے سوا کسی اور کی تعظیم نہ کرنا

۳۔ نعمتوں کا شکر ۴۔ مصیبتوں پر صبر (تحف العقول)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ اللہ لوگوں سے دو خصلتوں کا تقاضا کرتا ہے

۱۔ یہ کہ اس کی نعمتوں کا اقرار کریں تا کہ وہ ان میں اضافہ کرے۔

۲۔ یہ کہ لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں تا کہ وہ انکے گناہ معاف کر دے۔ (میزان الحکمت، جلد ا)

فرعون نے بھی تو توبہ کی تھی کیا وجہ تھی کہ اس کی توبہ قبول نہ کی گئی؟ حسین رضا نے پوچھا

حسین رضا بیٹے: یہ سوال امام رضاؑ سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا "فرعون اس وقت ایمان لایا تھا جب وہ موت کا مشاہدہ کر چکا تھا اور موت کا مشاہدہ کرنے کے بعد کسی کا ایمان قابل قبول نہیں ہوتا"

"سر! کیا انسان کا مقدر بھی گناہوں سے متاثر ہوتا ہے....."؟ یہ سوال محسن نے پوچھا

"جی ہاں، گناہوں کا اثر انسان کے مقدر پر ہوتا ہے یہ ارشادات گرامی ملاحظہ فرمائیں:

☆مومن گناہ کرتا ہے جس کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(امام صادقؑ، بحارالانوار)

☆ جو لوگ گناہوں کی وجہ سے مرتے ہیں ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے جو طول عمر کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔ (امام صادقؑ، بحارالانوار)

☆بندے جوں جوں گناہوں کو نت نئے طریقوں سے بجالاتے رہیں گے تو خداوند عالم بھی ایسے طریقے سے بلائیں بھیجتا رہے گا جنہیں وہ سمجھ نہیں سکیں گے۔

(امام رضاؑ، بحارالانوار)

ڈاکٹر صاحب: کیا ماحول (enviroment) پر بھی گناہوں کا اثر مرتب ہوتا ہے؟

ہاں حیدر صاحب: گناہ ماحول پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں، دو قول پیش کرتا

ہوں جن سے بات واضح ہو جاتی ہے۔

ا۔ جب کوئی قوم گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے تو جو بارش ان کے لئے مقرر ہو چکی ہوتی ہے، اسے کہیں اور پلٹا دیا جاتا ہے۔ (حضرت علیؑ)

۲۔ جب حکمران جھوٹ بولیں گے تو بارشیں رک جائیں گی، جب بادشاہ ظلم کرے گا تو حکومت کمزور ہوگی، جب زکوۃ کی ادائیگی رک جائے گی تو جانور مرنے لگ جائیں گے۔ (امام رضاؑ)

''کیا گناہوں سے توفیقِ دینی بھی متاثر ہوتی ہے......؟'' حسن کاظمی نے پوچھا۔

جی ہاں! امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان سے تو ایسا ثابت ہے کہ ''انسان ایسے گناہ کرتا ہے جس سے وہ نمازِ شب سے محروم ہو جاتا ہے۔'' (بحار الانوار)

''محبت اہل بیتؑ اور توفیقِ توبہ میں کوئی باہمی ربط ہے.....؟'' چوہدری علی نے کہا

چوہدری صاحب: بہت ربط ہے

''جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے جناب پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ''جس نے میرے اہل بیتؑ سے محبت کی اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی اور اسے ہرگز شک نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اہل بہشت میں سے نہیں ہے بے شک میرے اہل بیتؑ کی محبت میں اللہ تعالیٰ نے بیس فائدے قرار دیئے ہیں۔ دس اِس دنیا میں اور دس اُس دنیا میں۔

'کون کون سے فائدے ہیں سر......؟' محسن نے پوچھا

دنیاوی فائدے یہ ہیں:

ا۔ زہد ۲۔ عمل میں پابندی ۳۔ دین میں تقویٰ ۴۔ عبادت میں شوق و رغبت ۵۔ مرنے سے پہلے توبہ ۶۔ نمازِ تہجد میں شوق و نشاط ۷۔ لوگوں سے

مایوسی ۸۔ امر الٰہی کی محافظت اور نہی الٰہی سے اجتناب ۹۔ دنیا سے بیزاری ۱۰۔ سخاوت

اُخروی فائدے یہ ہیں:

ا۔ اس کے نامہ اعمال کو کھولا نہیں جائے گا ۲۔ اس کے لئے میزان مقرر نہیں ہوگا ۳۔ نامہ اعمال کو دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ۴۔ آتشِ جہنم سے نجات حاصل ہوگی ۵۔ اس کا چہرہ نورانی ہوگا ۶۔ بہشتی لباس میں ملبوس ہوگا ۷۔ وہ اپنے خاندان کے سو افراد کی شفاعت کرے گا ۸۔ اسے خدا نظرِ کرم سے دیکھے گا ۹۔ بہشت کا تاج اسے پہنایا جائے گا ۱۰۔ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا'' پھر فرمایا'' **فطوبی لمحب اهل بیتی** '' (معانی الاخبار)

جس طرح اہلبیتؑ سے محبت توبہ و انابت کا سبب بنتی ہے اسی طرح بغضِ اہلبیتؑ سے توفیقِ توبہ سلب ہو جاتی ہے۔ ایچی سن کالج لاہور کے شعبہ اسلامیات کے پروفیسر حافظ ظفر اللہ شفیق نے ایک کتاب ''امام حسینؑ اور واقعہ کربلا'' تحریر کی ہے اور اس میں ایک چشم کشا واقعہ اس طرح لکھا ہے۔

''عصر حاضر میں ناصبیت اور یزیدیت کے مردہ فتنے کو کراچی کے ایک صاحب نے دجالی اندازِ تحریر سے زندہ کیا اور ہزاروں لوگوں کو گمراہ کیا۔ دینی حوالے سے ان صاحب کا حال یہ تھا کہ نمازِ پنجگانہ تو کجا جمعہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے، صوم رمضان کی بھی ان کے ہاں کوئی اہمیت نہ تھی، قرآن مجید اور وحی کے بارے میں ذہن صاف نہیں تھا، آخر اسی حال میں دارِ آخرت کو روانہ ہوئے۔ نمازوں کے بارے سستی اور لاپروائی صرف انہی صاحب کا وتیرہ نہ تھا بلکہ اوپر جتنے لوگوں کا ذکر ہوا ہے، دینی خدمات سے تعلق رکھنے کے باوجود تقریباً سبھی نمازوں اور دیگر دینی اعمال میں

کوتاہ تھے۔درحقیقت یہ یزید کی محبت کا اثر ہے،ابن کثیر کی روایت کے مطابق:''یزید میں شہوات کی طرف شدید میلان پایا جاتا تھا،بعض اوقات بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر اوقات نمازیں فوت تو کرہی دیتا تھا''۔ (تاریخ ابن کثیر:۲۳۰/۸)

اس کے برعکس امام حسینؑ کے سچے پیروکار ارکانِ دین کے پابند اور صدق و صفا سے آراستہ ہوتے ہیں،اس لیے کہ خود امام حسینؑ دین کے سچے پیروکار اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ان سزاؤں کے ساتھ سب سے بڑی سزا جو ان گستاخوں کو ملی،وہ یہ تھی کہ ان میں سے کسی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوئی۔طاعات کی طرح معاصی کے بھی خواص ہیں،گستاخی اور بےادبی کی معصیت کا خاصہ یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کرام اور صحابہ عظامؓ کی محبت اور ادب عطا فرمائے اور سوءِ خاتمہ سے بچائے۔ڈاکٹر برہان الدین فاروقی عہد قریب کے ایک نامور دانشور اور فلسفی تھے ایک دن ادارہ ثقافت اسلامیہ،کلب روڈ، میں تشریف فرما تھے،کسی حوالے سے کراچی کے انہی صاحب کا ذکر چھڑ گیا تو فرمایا''ایک مرتبہ میرے پاس آئے تھے،کہنے لگے''طبیعت پر انتہائی بوجھ رہتا ہے،یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل سیاہ ہو گیا ہے''

''اس وحشت سے چھٹکارا مشکل نہیں،ابھی مہلت ہے،توبہ کرلو اور اس کا اعلان کردو،ہو سکے تو علیؑ وحسینؑ کے مناقب پر کتاب لکھو،تا کہ گناہ کی تلافی ہو جائے'' میں نے کہا۔

''کئی دفعہ یہ سوچا،لیکن کیا کروں توفیق نہیں ہوتی''انہوں نے جواب دیا''

اللہ نے سچ فرمایا:كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (المطففین:۱۴)

(امام حسینؑ اور واقعہ کربلا،ص۱۶۰۔۱۶۱)

گناہوں کے مزید اثرات

اب تک ہم نے اتنا ہی جانا ہے کہ گناہ انفرادی زندگی پر،معاشرتی زندگی پر اور ماحول پر اثرات مرتب کرتے ہیں مگر کون سے گناہ کیا اثر رکھتے ہیں امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی جانتے ہیں جن کو معانی الاخبار،جلد دوم میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے۔

وہ گناہ جو نعمتوں کو تبدیل کر دیتے ہیں:

۱۔لوگوں کے خلاف بغاوت وزیادتی کرنا ۲۔نیکی اور اچھائی کے حکم دینے کی عادت کا خاتمہ ہو جانا ۳۔کفران نعمت کرنا ۴۔شکر کو ترک کرنا

وہ گناہ جو عذاب کا سبب بنتے ہیں:

۱۔معرفتِ پروردگار رکھنے کے باوجود گناہ کرنا ۲۔لوگوں میں فخر ومباہات کرنا ۳۔لوگوں کا مذاق اڑانا یعنی ان سے ٹھٹھا کرنا

وہ گناہ جو عطائے پروردگار کو روک دیتے ہیں:

۱۔فقر ظاہر کرنا ۲۔رات کے پچھلے حصے میں اور نماز فجر کے وقت سوتے رہنا ۳۔نعمتوں کو حقیر سمجھنا ۴۔معبود کا شکوہ کرنا

وہ گناہ جو ناموس کو داغدار کرتے ہیں:

۱۔شراب خوری کرنا ۲۔جوا کھیلنا ۳۔فضولیات اور مزاح کے ایسے کاموں میں مشغول رہنا جو لوگوں کو ہنسائیں ۴۔لوگوں کے عیب بیان کرنا ۵۔شکی مزاج لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا

وہ گناہ جن کے باعث بلائیں نازل ہوتی ہیں:

۱۔غمزدہ کی فریاد رسی نہ کرنا ۲۔مظلوم کی مدد ترک کر دینا

۳۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضائع کر دینا

وہ گناہ جن کی وجہ سے دشمن غلبہ حاصل کر لیتا ہے:

ا۔کھلم کھلا ظلم کرنا ۲۔فجور کو ظاہراً انجام دینا ۳۔فعل حرام کو مباح سمجھنا ۴۔نیکوں کی مخالفت اور بروں کی اتباع کرنا

وہ گناہ جو فنا کو جلد لاتے ہیں:

ا۔قطع رحم کرنا ۲۔جھوٹی قسم کھانا ۳۔جھوٹ بولنا ۴۔زنا کرنا ۵۔راستے کو بند کرنا ۶۔حق کے بغیر امامت کا دعوی کرنا

وہ گناہ جو امید کو قطع کر دیتے ہیں:

ا۔اللہ کی کشائش سے مایوس ہونا ۲۔اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا ۳۔غیر اللہ پر بھروسہ کرنا ۴۔اللہ عزوجل کے وعدے کو جھٹلانا

وہ گناہ جو فضا کو تاریک بنا دیتے ہیں:

ا۔جادو،کہانت اور ستاروں پر یقین رکھنا ۲۔قضا وقدر کو جھٹلانا ۳۔والدین کا عاق کر دینا

وہ گناہ جو پردہ چاک کر دیتے ہیں اور بھیدوں کو افشاء کر دیتے ہیں:

ا۔واپسی نہ کرنے کی نیت سے قرض لینا ۲۔باطل پر خرچ کرنے میں زیادتی اور اپنے اہل وعیال اور اقرباء پر خرچ میں بخل سے کام لینا ۳۔بد اخلاقی سے پیش آنا ۴۔صبر میں کمی (عدم برداشت) ہونا ۵۔تنگدلی ظاہر کرنا ۶۔اطاعت رب میں سستی کرنا ۷۔دینداروں کی توہین کرنا

وہ گناہ جن کی وجہ سے دعا رد کر دی جاتی ہے:

ا۔بدنیتی ۲۔بدباطنی ۳۔ایمانی بھائیوں سے نفاق ۴۔جواب کے

ذریعے سے تصدیق کو ترک کر دینا ۵۔واجب نمازوں میں تاخیر کرنا یہاں تک کہ ان کا وقت فوت ہو جائے ۶۔نیکی اور صدقہ کے ذریعے سے تقرب الٰہی کی کوشش کو چھوڑ دینا ۷۔گفتگو میں فحش بکنا اور گالیاں دینا

وہ گناہ جن کے سبب بارشیں رک جاتی ہیں:

ا۔حاکموں کا فیصلوں میں ناانصافی کرنا ۲۔جھوٹی گواہی دینا ۳۔سچی گواہی کو چھپانا ۴۔زکوۃ،قرض اور عام استعمال کی چیزوں کا نہ دینا ۵۔فقر و فاقہ میں مبتلا لوگوں کے ساتھ سخت دلی سے پیش آنا ۶۔یتیموں اور بیواؤں پر ظلم کرنا ۷۔سائل کو جھڑکنا اور اسے رات کے وقت خالی ہاتھ پلٹانا

"سر گناہوں سے بچا کس طرح جائے......"؟حسن کاظمی نے پوچھا۔

کاظمی صاحب نشست کافی طولانی ہوگئی ہے آپ کے سوال کا جواب کل دیں گے

☆☆☆

کاظمی صاحب آج پہلے آپ کا سوال کہ گناہوں سے کس طرح بچا جائے؟

گناہوں سے کس طرح بچا جائے؟

ایک شخص امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:اے فرزند رسول ! میں گناہوں میں آلودہ ہوں اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ گناہوں سے پرہیز کر سکوں آپ کچھ نصیحت فرمایئے۔امام حسینؑ نے فرمایا:اگر گناہ کرنا چاہتے ہو تو پھر ایسا کرو کہ

ا۔"لا تا کل رزق الله،و اذنب ما شئت '

''خدا کا رزق نہ کھاؤ پھر تمہاری مرضی جو گناہ کرنا چاہتے ہو کر لو۔''

اس نے کہا:یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

امام حسینؑ:اچھا تو پھر "اخرج من ولایةالله واذنب ما شئت"

خدا کی حکومت سے نکل جاؤ پھر تمہاری مرضی جو گناہ انجام دو۔

اس نے کہا: یہ تو ناممکن ہے۔

امام حسینؑ: یہ نہیں کر سکتے تو پھر

''اطلب مؤضعاً لا یراک اللہ ،واذنب ما شئت''

ایسی جگہ تلاش کر جہاں پروردگار تم کو دیکھ نہ سکے پھر جو غلط کام چاہو انجام دو

اس نے کہا: ایسا کرنا بھی ممکن نہیں۔

امام حسینؑ: یہ بھی نہیں کر سکتے تو پھر **''اذا جاء ملک الموت لیقبض روحک فادفعه عن نفسک، واذنب ما شئت''**

عزرائیلؑ تمہاری روح قبض کرنے آئے تو اس کو روح قبض نہ کرنے دینا

اس نے کہا: یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

امام حسینؑ: تو پھر'' **اذا دخلک مالک فی النار فلا تدخل فی النار ، و اذنب ما شئت** ''

اتنی طاقت حاصل کرلو کہ جب تمہیں جہنم کا داروغہ آگ میں ڈالے تو تم دوزخ میں نہ جانا۔

تو اس نے کہا: یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! جب تو اتنا بے بس ہے تو پھر اپنے پروردگار سے شرم کر اور اس کی زمین پر گناہ نہ کر۔ اے انسان! تیری زندگی کا سرمایہ تیری عمر ہے جو دن بھی گزرتا ہے، تیری زندگی کا ایک حصہ ختم ہو جاتا ہے۔

(انسان ساز واقعات، جلد سوم)

باوجود اس کے کہ آپؑ سید الانبیاءؐ کے نواسے اور سید الاوصیاءؑ کے فرزند سیدۃ

النساء عالمینؑ کے دل بند ہیں اور جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ مگر خوفِ الٰہی کا یہ عالم تھا جب ایک شخص نے آپؑ کی مزاج پرسی کرتے ہوئے دریافت کیا:

'' **کیف اصبحت یا ابن رسول اللہ ؟**'' اے فرزند رسولؐ آپؑ نے کس حال میں صبح کی؟۔

آپؑ نے فرمایا: ''میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ میرا ایک پروردگار ہے، جس کی میرے اعمال پر نظر ہے، جہنم کی آگ میرے سامنے ہے، موت میرے پیچھے لگی ہوئی ہے یہاں تک کہ وہ مجھے پالے، قیامت کا حساب و کتاب میرا احاطہ کیا ہوا ہے، میں اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہوں ایسا نہیں ہے کہ جو پسند کروں ویسا ہی ہو، نہ ہی خود کو ناپسندیدہ چیزوں کو اپنے سے دور کر سکتا ہوں کیونکہ میرے سارے امور دوسرے کے اختیار میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو مجھ پر عذاب کرے اور اگر چاہے تو مجھے معاف کردے۔ ایسی صورت میں مجھ سے بڑھ کر فقیر کون ہوگا؟ ۔(امالی شیخ صدوق)

''ٹھیک، اب کچھ حُبِ دنیا کے مضرات پر بات ہو جائے...؟ چوہدری علی نے پوچھا۔

بہت خوب...... دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے جو بھی دنیا کی محبت کا اسیر ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو تباہ کر دیا۔ ثعلبہ بن حاطب انصاری بڑا عابد و زاہد صحابی تھا۔ فقر و فاقہ سے تنگ آ کر حضرت رسول اللہؐ سے عرض کی۔ دعا فرمایئے کہ خدا مجھے مال دنیا عطا فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا: اس سے درگزر کرو مگر وہ نہ مانا اور دوبارہ کہنے لگا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ اس کے تمام حقوق ادا کروں گا، قرابت داروں کا خیال رکھوں گا اور کسی بات میں کمی نہ کروں گا۔ غرض آپؐ نے اس کی خواہش کے مطابق دعا کی، دعا مستجاب ہوئی۔ دولت دن دگنی رات چوگنی بڑھنے لگی اس نے جو بھیاں بکریاں پال رکھی تھیں ان میں اس قدر افزائش ہوئی کہ مدینے والی جگہ کم پڑ گئی۔ اب وہ صحرا

میں رہنے لگا اور پھر اتنی فرصت نہ رہی کہ نمازِ جماعت میں حاضر ہو۔ یہاں تک کہ نمازِ جمعہ بھی جاتی رہی۔ کچھ دنوں بعد آپؐ نے دو آدمیوں کو اس سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا اور ایک خط بھی لکھ دیا۔ یہ لوگ پہنچے، خط دیا اور زکوٰۃ کی آیت پڑھی۔ ثعلبہ بولا: رسولؐ ہم سے جزیہ مانگتے ہیں، ابھی دوسرا دروازہ دیکھو تب تک میں کچھ غور کرتا ہوں۔ یہ لوگ پلٹ کر آئے تو اس نے پھر بھی وہی جواب دیا۔ آخر کار یہ لوگ رسولؐ اللہ کی خدمت میں پلٹ آئے اور حقیقت حال بیان فرمائی تو یہ آیات نازل ہوئیں:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ

''اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا سے قول و قرار کر چکے تھے اگر ہمیں اپنے فضل و کرم سے کچھ مال دے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکار بندے ہو جائیں گے جب خدا نے اپنے فضل سے انہیں عطا فرمایا تو لگے اس میں بخل کرنے اور کترانے اور منہ پھیرنے'' (توبہ:۷۶-۷۵)

رسولؐ اللہ نے فرمایا: وائے ہو ثعلبہ تم پر اور ایک شخص بھیجا کہ یہ آیات ثعلبہ کے سامنے پڑھ دو، جب ثعلبہ نے آیات سنیں تو گھبرایا ہوا آنحضرتؐ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپؐ کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں میرا مال خرچ کریں۔ آپؐ نے فرمایا: تو نے زکوٰۃ کو جزیہ کہا ہے۔ اب میں تیری زکوٰۃ نہ لوں گا۔ اسی اثناء میں رسولؐ اللہ نے وفات پائی۔ اس کے بعد یہ زکوٰۃ لے کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی نہ لی۔ یہ واقعہ ابنِ حجر عسقلانی نے ''اسد الغابہ'' میں اور مولانا سید فرمان علی نے اپنے ترجمہ قرآن میں نقل کیا ہے۔

دیکھئے ہر انسان کے تین دوست ہوتے ہیں۔ مال، اولاد اور عمل۔ ان میں

سے مال سب سے ناپائیدار اور ناقابل بھروسہ دوست ہے۔ اور عمل سب سے لائق اعتماد اور قابلِ وثوق دوست ہے۔ امیر المومنینؑ نے ان دوستوں کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ''بیشک ہر مسلمان کے تین دوست ہوتے ہیں

۱۔ **عمل**: یہ دوست کہتا ہے: ''میں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں تیرے ساتھ رہوں گا۔''

۲۔ **مال**: یہ دوست کہتا ہے: ''میں تیرے ساتھ ہوں یہاں تک کہ تجھے موت آجائے'' اور موت کے بعد تیرے وارثوں میں تقسیم ہو جاؤں گا۔

۳۔ **اولاد**: یہ دوست کہتا ہے: ''میں تیرے ساتھ تیرے قبر کے دروازے تک ہوں پھر میں تجھے چھوڑ کر پلٹ آؤں گا۔'' (معانی الاخبار، جلد ۱، ص ۲۷۹)

لہٰذا عمل سے دوستی کے رشتے کو مضبوط بناؤ۔ مال سے دوستی کم ترین سطح پر رکھو اور اولاد سے دوستی کو احکامِ خداوندی کا پابند بناؤ۔ اسی میں نجات ہے اور فائدہ اخروی ہے اور جناب رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ کو تاکیداً فرمایا: یا علیؑ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین عمل بہت پسندیدہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں فرض یا واجب کی ہیں ان پر عمل کرنے والا سب سے بڑا عبادت گزار ہے۔

۲۔ جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان سے بچنے والا سب سے بڑا پارسا ہے۔

۳۔ جو اللہ کے دیے ہوئے رزق پر قناعت کرے وہ سب سے زیادہ دولت مند ہے۔ (تحف العقول)

ہر عمل اس وقت نتیجہ خیز ہوتا ہے جب وہ خالص اللہ کے لئے انجام دیا جائے

اورفرمان نبویؐ کے مطابق اخلاصِ عمل کی چار نشانیاں ہیں۔

۱۔قلب سلیم کا مالک ہونا۔

۲۔اعضاء وجوارح کا گناہوں سے محفوظ وسالم رہنا۔

۳۔اپنی صلاحیتوں کوامورِ خیر میں صرف کرنا۔

۴۔اپنے شرکوروک لینا یعنی کسی کوتکلیف نہ پہنچانا۔ (تحف العقول)

آپ کے ذوقِ عمل کومہمیز کرنے کے لئے ایک خوبصورت واقعہ بیان کرتے ہیں۔

نجف اشرف میں ایک شاعر تھا جوعربی وفارسی دونوں زبانوں میں فصیح وبلیغ شعرکہتا تھا، مالی حالت اتنی اچھی نہیں تھی ۔ایک دن مولائے کائنات علی علیہ السلام کے حرم میں ایک سادہ انسان کو یہ شعر پڑھتے دیکھا:

شمع می سازم برایت یا امیر المؤمنین

قد این گلدسته هایت یا امیر المؤمنین

شعری اعتبار سے یہ بہت ہی معمولی شعر تھا۔اس کا معنی یہ ہے:

میں آپ کے لئے ایک شمع بناؤں گا اے امیر المومنینؑ آپ کے اس گلدستہ جتنا ہوگا اے امیر المومنینؑ

اس کا یہ شعر کہنا تھا کہ ایک قندیل جوضریح مطہر کے اوپر بہت ہی قیمتی جواہرات سے مزین تھی اور بادشاہِ وقت نے حرم امام علیؑ میں ہدیہ کی تھی ۔اس شخص کے قریب آکر گر پڑی۔وہاں موجود خدام نے یہ واقعہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ مولا علیؑ نے اس شخص پر لطف وکرم کیا ہے۔یہ شخص نہیں چاہتا تھا کہ اس قندیل کولے کرجائے لہٰذا اس نے وہ قندیل خدام کے رئیس کو جا کر دے دی۔تین چار مرتبہ اس قندیل کوضریح مبارک پر نصب کیا گیا لیکن ہر مرتبہ اس شخص کے دامن میں آکر گر جاتی،اب کسی کوکوئی شک و

شبہ نہ رہا کہ یہ مولاؑ کی طرف سے اس شخص کے لئے ہدیہ کی گئی ہے۔

خدام کے رئیس نے کہا: یہ آپ کے لئے مولاؑ کی طرف سے ہدیہ ہے اس کولے جاؤ اور بیچ کر اپنے اخراجات پورے کرو۔

شاعر نے کہا: میں اس کوفروخت کروں؟ نہیں ایسا نہیں کروں گا۔

خدام کے رئیس نے کہا: اچھا ایسا ہے کہ ہم مالِ امامؑ سے اس کوتم سے خرید لیتے ہیں اور پھر اس کوضریح پر نصب کر دیتے ہیں۔اس نے منظور کرلیا۔ایسا کرنے کے بعد قندیل کونصب کیا گیا تو نہ گری۔

''واہ سبحان اللہ .....''ارشادالعصر جعفری نے کہا۔''کتنا خوش نصیب تھا وہ شاعر ......''

''جی ہاں۔اب آگے بھی سنیں۔آگے کیا ہوا.....''ہم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی فرمائیں......''ارشاد جعفری نے کہا۔

'' آپ کا مطلب ہے کہ ارشاد، ارشاد.....''حسن کاظمی نے ارشاد جعفری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تومسکرانے لگے۔لیکن انہوں نے حسن کاظمی کوکوئی جواب نہ دیا۔بلکہ مجھ سے مخاطب ہوئے۔

''جی سر.....''

نجف اشرف کے فصیح اللسان شاعر نے یہ منظر دیکھا تو اپنے آپ سے کہا:

ایک عمر تک فقر وذلت میں زندگی بسر کی اور ہماری عقل میں نہیں آیا کہ مولا علیؑ کی شان میں قصیدہ پڑھواوران سے ہدیہ وصول کرو۔پھر ایک رات اس نے زبردست قصیدہ مولاؑ کی مدح میں لکھا اور دوسرے دن سب سے زیادہ قیمتی قندیل کے قریب آیا اور تھوڑا سا ہٹ کر کھڑا ہوا تا کہ قندیل گرے تو سر پر نہ لگے اور سر زخمی نہ ہو جائے۔قصیدہ

پڑھنا شروع کیا اور بہت ہی شیریں لہجے میں پڑھا۔قصیدہ ختم ہوا تو اوپر دیکھا اور قندیل کے گرنے کا انتظار کرنے لگا کہ اب گرے گی لیکن قندیل نہ گری۔

اپنے آپ سے کہا: شاید حضرتؑ نے اس قصیدہ کو پسند نہیں کیا۔دوسرے دن نیا قصیدہ لکھا اور پڑھا مگر قندیل نہ گری، تیسرے دن ایک اور قصیدے کے ساتھ آیا، قندیل پھر بھی نہ گری۔تیسرے دن غصہ میں آکر کہا: اے علیؑ! اگر کوئی مجھ سے کہے کہ علیؑ دامادِ پیغمبرؐ ہیں، میں قبول کرلوں گا۔اگر کوئی کہے علیؑ رسولؐ کے چچازاد بھائی ہیں میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔اگر کوئی مجھ سے کہے علیؑ فاتح خیبر وخندق ہیں میں قبول کرلوں گا۔اس طرح وہ مولاؑ کے فضائل کو شمار کرتا رہا۔آخر میں کہا: لیکن آپ کو شاعری کا ذوق نہیں ہے۔آخر وہ بھی کوئی شعر تھا جو اس شخص نے کہا تھا اور آپؑ نے اس کو ہدیہ میں قندیل دے دی، پھر غصہ کی حالت میں حرم سے چلا گیا۔

رات کو سویا تو خواب میں مولا علیؑ کو دیکھا کہ مولاؑ مسکرا رہے ہیں اور فرمایا:

اس نے شعر خالصتاً خدا کیلئے کہا تھا لیکن تم نے شعر ہدیہ وانعام کے لالچ میں کہا۔یہ فرق ہے اس میں اور تم میں لیکن ہمارے در سے کبھی کوئی بھی خالی ہاتھ نہیں پلٹا میں تمہیں ایک اور شاعر کے پاس بھیج رہا ہوں جو کافی دولت مند ہے۔اس نے ہمارے لئے شعر کا ایک مصرعہ لکھا ہے دوسرا اس کو نہیں مل رہا اور وہ ہندوستان میں رہتا ہے۔

اس کا پتہ یہ ہے، تم اس کے پاس جاؤ اور اس کے شعر کو اس مصرعہ سے کامل کرو:

"به آسمان رود و کار آفتاب کند"۔

اس ہندوستانی نے نذر مانی ہے کہ جو بھی اس کے پہلے مصرعہ کو مکمل کرے گا وہ اسے اپنی آدھی دولت ہدیہ کردے گا۔یہ عربی شاعر ہندوستان پہنچا اور لوگوں سے اس شخص کی معلومات حاصل کی۔جب اس کے پاس پہنچا تو کہا: آپ نے مولا علیؑ کے

بارے میں ایک مصرعہ لکھا ہے، بتایئے وہ پہلا مصرعہ کیا ہے؟

ہندوستانی شاعر نے یوں مصرعہ پڑھا

به ذره گر نظر لطف بو تراب کند

عربی نے یوں شعر مکمل کردیا: **به آسمان رود وکارِ آفتاب کند**

ہندوستانی شاعر نے کہا: بہت خوب، بہت ہی اچھا اور بہترین مصرعہ ہے۔تم بہت زبردست شاعر ہو۔عربی مسافر شاعر نے کہا: جی ہاں، میں بھی شعر کہتا ہوں مگر یہ مصرعہ میرا نہیں اور پھر پوری داستان بیان کردی۔اب وہ ہندوستانی شاعر خوشی سے بہت رویا کہ امیرالمومنینؑ نے اس کا مصرعہ نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ دوسرا مصرعہ خود کہہ کر شعر مکمل کردیا ہے۔اس نے اپنی نذر کے مطابق اپنی آدھی دولت اسے دے دی۔

عزیزو! اس واقعہ میں جو چیز پوشیدہ ہے، وہ فقط اور فقط اخلاص، اخلاص اور اخلاص ہے۔ (انسان ساز واقعات، جلد سوم)

"واہ واہ۔سبحان اللہ۔سب حاضرین پکار اٹھے

نہیں، ایسے نہیں زور سے نعرہ حیدری ہونا چاہیے۔۔۔بلند آواز سے ۔۔یا علیؑ

اچھا سر کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ انسان دنیا سے جائے اور گناہ سے اس طرح پاک ہو جس طرح سونا کھوٹ سے ....''؟ محسن نے کہا۔

"جی ہاں۔حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ

''جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ جب دنیا سے جائے تو گناہوں سے اس طرح پاک اور خالص ہو کہ جس طرح خالص سونا کھوٹ سے اور اس سے کوئی کسی قسم کے حق کا تقاضا کرنے والا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ ہر نماز کے بعد سورہ توحید بارہ دفعہ پڑھے پھر اپنے ہاتھوں کو پھیلائے اور کہے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاسْمِکَ الْمَکْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ الطَّاھِرِ الطُّھْرِ الْمُبَارَکِ وَ اَسْاَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ وَ سُلْطَانِکَ الْقَدِیْمِ یَا وَاھِبَ الْعَطَایَا یَا مُطْلِقَ الْاُسَارٰی یَا فَکَّاکَ الرِّقَابِ مِنَ النَّارِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ فُکَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَ اَخْرِجْنِیْ مِنَ الدُّنْیَا آمِناً وَ اَدْخِلْنِی الْجَنَّۃَ سَالِماً وَاجْعَلْ دُعَائِیْ اَوَّلَہٗ فَلَاحاً وَاَوْسَطَہٗ نَجَاحاً وَ آخِرَہٗ صَلَاحاً اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ"

"پروردگار میں سوال کرتا ہوں تیرے پوشیدہ مخزون، پاکیزہ، پاک کرنے والے، مبارک نام کے واسطے سے اور میں سوال کرتا ہوں تیرے عظیم نام اور قدیم و ازلی بادشاہت کے واسطے سے، اے انعامات بخشنے والے، اے اسیروں کو آزاد کرنے والے، اے (جہنم کی) آگ سے (غلاموں کی) گردنوں کو رہائی دینے والے، رحمت نازل فرما محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اور میری گردن کو (جہنم کی) آگ سے رہائی بخش دے، اور مجھے دنیا سے امن کی حالت میں نکال اور مجھے جنت میں سلامتی کی حالت میں داخل فرما اور قرار دے میری دعا کے آغاز کو فلاح، درمیان کو کامیابی اور آخر کو صلاح وفلاح، بے شک تو پوشیدہ باتوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے" پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا: "یہ ان مخبیات (حفاظت کرنے والی چیزوں) میں سے ہے کہ جو رسولؐ نے مجھے سکھائی تھی اور حکم دیا تھا کہ میں یہ حسنؑ اور حسینؑ کو سکھاؤں۔" (معانی الاخبار، جلد۱، ص۱۸۴)

"افطار کا وقت ہونے والا ہے۔لہذا آج ہم درس کا سلسلہ یہاں روک رہے ہیں۔انشاءاللہ۔کل پھر یہیں سے آغاز کریں گے۔اور آج آپ نے افطاری بھی ادھر ہی کرنا ہے......"

☆☆☆

اگلے دن محفل میں سب لوگ موجود تھے۔پہلے حسن کاظمی نے سوال کیا۔

"سر! حضرت ابوذرؓ کی تین محبوب چیزیں کونسی ہیں؟

حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے لوگ تین چیزوں سے بغض رکھتے ہیں جبکہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔

(۱)موت (۲)فقر وفاقہ (۳)بلا اور مصیبت

حضرت امام جعفر صادقؑ ابوذرؓ کے اس قول کی وضاحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی مراد یہ تھی

(۱)ایسی موت جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی میں گزرنے والی زندگی سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲)وہ فقر ومحتاجی جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی کی حالت میں غنی ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔

(۳)وہ بیماری جو اللہ کی اطاعت میں ہو وہ مجھے اللہ کی نافرمانی میں ملنے والی صحت سے زیادہ محبوب ہے۔ (معانی الاخبار، جلد۱، ص۲۱۰)

"سر! محبتِ اہلِ بیتؑ میں موت تنگ دستی اور بیماری.....؟" محسن نے کہا

امام محمد باقرؑ نے اپنے اصحاب سے کہا تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک حقیقتِ ایمان کو نہیں پا سکتا جب تک اس کے نزدیک موت زندگی سے زیادہ، تنگ دستی ثروت سے زیادہ اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب نہ ہو۔پوچھا گیا ایسا کون شخص ہوگا؟ فرمایا تم سب کے سب، بھلا تم میں سے کسی شخص کو یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ ہماری محبت میں مرجائے یا یہ کہ وہ ہم سے بغض رکھتے ہوئے زندگی بسر کرے، اصحاب نے عرض کیا بخدا آپ کی محبت میں مرجانا ہمیں زیادہ عزیز ہے۔امامؑ نے فرمایا: یہی صورتحال تنگ دستی وثروت اور بیماری وصحت کی ہے۔(معانی الاخبار ج۱ ص۲۳۵)

آج آپ لوگوں کے سوالات سے لگتا ہے کہ ارادے سیر وسلوک کی منزلیں طے کرنے کے ہیں لیکن میں آج چاہتا ہوں کہ جنت کی سیر کی جائے، بتائیں ارادہ بنتا ہے۔

واہ، واہ جنت کی سیر اور کیا چاہیے۔۔۔سب نے یک زبان کہا۔

جنت کے دروازے

سفر ہے جنت کا تو جی ادھر اُدھر نہ بھٹکے، بروایت عبداللہ بن مسعود حضورؐ نے فرمایا جب مجھے جنت کی سیر کرائی گئی تو دیکھا کہ جنت کے دروازوں پر کچھ لکھا ہے۔ جبرائیل نے مجھ سے کہا اے محمدؐ! جو کچھ دروازوں پر لکھا ہے اسے پڑھو۔

۱۔ پہلے دروازے پر لکھا تھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ہر چیز کے لئے وسیلہ ہے اور دنیا میں زندگی کے لئے چار چیزیں وسیلہ ہیں:

۱۔قناعت ۲۔کینہ سے پرہیز ۳۔حسد سے گریز ۴۔اچھے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا

(۲) دوسرے دروازے پر لکھا تھا کہ **''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ''** ہر چیز کے لئے وسیلہ ہے اور آخرت میں خوشحال زندگی کے لئے چار وسیلے ہیں ۱۔یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھنا ۲۔بیوگان کے ساتھ مہربانی اور نیکی کرنا ۳۔مسلمین کی حاجت روائی کرنا ۴۔فقراء اور مساکین کی امداد کرنا

(۳) تیسرے دروازے پر لکھا تھا **''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَه''** اللہ کی ذات کے علاوہ ہر شے ہلاک ہونے والی ہے۔ ہر چیز کے لئے وسیلہ ہے اور دنیا میں صحت مند زندگی کے لئے چار چیزیں ہیں۔ ۱۔کم بولنا ۲۔کم سونا ۳۔کم چلنا ۴۔کم کھانا

(۴) چوتھے دروازے پر لکھا تھا **''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**

علی ولی اللہ ''مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ''

۱۔ جو شخص بھی خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کا اکرام اور احترام کرے

۲۔ جو شخص بھی خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ پڑوسی کا احترام کرے

۳۔ جو شخص بھی خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آئے

۴۔ جو شخص بھی خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے ورنہ چپ رہے

(۵) پانچویں دروازے پر لکھا تھا **''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ''**

۱۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو برا بھلا نہ کہا جائے وہ دوسروں کو ذلیل نہ کرے

۲۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس پر ظلم نہ کیا جائے تو دوسروں پر ظلم نہ کرے

۳۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے اسے چاہیے کہ وہ **''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ''** کہے

(۶) چھٹے دروازے پر لکھا تھا **''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ''**

۱۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی قبر کشادہ ہو وہ مسجد تعمیر کروائے۔

۲۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اسے کیڑے نہ کھائیں تو وہ مسجد میں جایا کرے

۳۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو وہ مسجد میں جھاڑو لگائے

۴۔جوشخص جنت میں اپنا مقام دیکھنا چاہتا ہے وہ مسجدوں کو وسعت دے

(۷) ساتویں دروازے پر لکھا تھا ''**لا اله الا الله محمد رسول الله علي ولي الله**'' دل چار چیزوں سے روشن اور صاف ہوتا ہے

۱۔بیمار کی عیادت کرنا ۲۔نماز جنازہ میں شریک ہونا ۳۔مردوں کے لئے کفن خرید کر دینا ۴۔دوسروں کا قرض ادا کرنا

(۸) آٹھویں دروازے پر لکھا تھا ''**لا اله الا الله محمد رسول الله علي ولي الله**'' جو آٹھوں دروازوں سے داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ یہ چار کام انجام دے ۱۔صدقہ دے ۲۔سخاوت کرے ۳۔حسن اخلاق سے پیش آئے ۴۔اللہ کے بندوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔(فرائد السمطین ۔ بحار الانوار)

ہاں جی کیسی رہی یہ سیر؟ ---------صلوٰۃ

اللہ آپ کو خوش رکھے سر۔مزہ آگیا،۔۔یا علیؑ۔۔یا علیؑ۔۔یا علیؑ

چلو واپس آجاؤ اور ان کاموں میں لگ جاؤ جو جنت کے دروازوں پر لکھے ہوئے ہیں تاکہ اپنی طرف سے تیاری مکمل ہو جائے؟ ایک نسخہ اور بھی یاد کر لیں، جو شخص سورہ اعلیٰ کو نافلہ اور فریضہ نمازوں میں تلاوت کرے گا تو قیامت کے دن اس کو کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص سورہ فجر کو واجب اور مستحب نمازوں میں پڑھے گا وہ بروز قیامت امام حسینؑ کے ساتھ بہشت میں ہوگا۔ (تفسیر نمونہ)

طالب علموں کے لیے سورہ فجر کا ایک خوبصورت تجربہ لیتے جائیں جسے سید کرامت حسین جعفری پرنسپل ایم۔اے۔او کالج لاہور نے اپنے ایک انٹرویو میں بیان کیا کہ بعض ایسے طالبعلم جو پڑھنے میں کوتاہ یا کسی دوسری وجہ سے پریشان ہوئے، ان کو میں

نے تلقین کی کہ وہ صبح کی نماز کے بعد سورہ فجر روزانہ پڑھ لیا کریں۔چنانچہ جن طلباء نے بھی اس پر عمل کیا ان کی تعلیمی ترقی کی رفتار اور اخلاقی معیار نمایاں طور پر بڑھ گیا۔

(قرآن نمبر۔جلد اول سیارہ ڈائجسٹ، ص ۴۲)

''سر! جنت کے دروازوں کو کھولنے کا بھی کوئی عمل ہے....'' حسن کاظمی نے سوال کیا

بہت مناسب سوال کیا ہے آپ نے، شیبہ ہذلی نے رسول اللہؐ سے عرض کی

''میں حد سے زیادہ بوڑھا ہو چکا ہوں اب کسی کام کی قوت نہیں رہی اب تک میں نماز، روزہ، حج اور جہاد بجالاتا رہا ہوں۔آپ ؐ کوئی ایسا ذکر تعلیم فرمائیں جو آسان بھی ہو اور باعث ثواب بھی۔آنحضورؐ نے کہا پھر سے کہو اس نے تین بار اپنی ناتوانی کا تذکرہ کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اردگرد کا کوئی درخت یا سنگ ریزہ ایسا نہیں جو تمہاری بے چارگی پر ترس کھا کر رو یا نہ ہو۔اے شیبہ ہذلی جب صبح کی نماز پڑھ لیا کرو تو کہو ''**سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهِ وَ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ**.'' اس ذکر کے ذریعے خدا تم کو ضعف نظر، دیوانگی، جذام، غربت اور پیری کی ناتوانی سے محفوظ رکھے گا۔

ہذلی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ یہ تو دنیا کے لئے ہو گیا۔آخرت کے لئے بھی کچھ تعلیم فرمائیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرو

''**اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي مِنْ عِنْدِكَ، وَاَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ، وَانْشُرْ عَلَيَّ مِنْ رَحْمَتِكَ، وَاَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ** بارالہا! اپنی طرف سے میری ہدایت فرما اور اپنے فضل و رحمت و برکت سے مجھے بہرہ مند فرما۔''

اس مرد ضعیف نے آنحضرتؐ سے اس دعا کو لیا اور مسلسل اس کا ورد کرتا رہا۔

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص عمداً اس دعا کو ترک نہ کرے تو

قیامت کے دن بہشت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیے جائیں گے جس در سے چاہے داخل ہو جائے ۔ (عدۃ الداعی ۔علامہ احمد بن فہد حلی ، مفاتیح الجنان)

اس خوبصورت سفر کے بعد آرام کریں کل پھر دیکھیں گے ۔

☆☆☆

آج دوستو: حضورؐ کے سفر معراج کا دوسرا حصہ بیان کرتے ہیں

جہنم کے دروازے

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: جنت کے دروازوں کے بعد جہنم کے دروازوں پر پہنچا تو ان پر لکھا تھا

پہلا دروازہ:

۱۔ جو خدا سے امید رکھتا ہے وہ سعادت مند ہے ۔

۲۔ جو خدا سے خوف رکھتا ہے وہ امان میں ہے ۔

۳۔ جو خدا کے علاوہ کسی اور سے امید رکھے یا خدا کے علاوہ کسی اور سے ڈرے وہ ہلاکت میں ہے ۔

دوسرا دروازہ:

۱۔ جو شخص چاہتا ہے قیامت میں عریاں محشور نہ ہو اسے چاہیے کہ دنیا میں برہنہ افراد کو لباس پہنائے ۔

۲۔ جو چاہتا ہے روز قیامت پیاسا نہ رہے اسے چاہیے کہ دنیا میں لوگوں کو سیراب کرے ۔

۳۔ جو چاہتا ہے قیامت والے دن بھوکا نہ رہے اسے چاہیے کہ دنیا میں بھوکوں کو کھانا کھلائے ۔

تیسرا دروازہ:

۱۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے ۔

۲۔ کنجوسوں پر خدا کی لعنت ہے ۔

۳۔ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے ۔

چوتھا دروازہ:

۱۔ جو اسلام کی اہانت کرے گا خدا اسے ذلیل کر دے گا ۔

۲۔ جو اہلبیت پیغمبرؐ کی توہین کرے گا خدا اسے رسوا کر دے گا ۔

۳۔ جو ظالموں کی مدد کرے گا خدا اسے خوار کر دے گا ۔

پانچواں دروازہ:

۱۔ ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو کیونکہ یہ انسان کو ایمان سے دور کر دیتی ہے ۔

۲۔ جو چیزیں (امور آخرت) میں مددگار نہ ہوں ان کے بارے میں زیادہ گفتگو نہ کرو ورنہ رحمت الٰہی سے مایوس ہو جاؤ گے ۔

۳۔ ظالموں کے مددگار نہ بنو ۔

چھٹا دروازہ:

۱۔ میں (جہنم) راہ حق میں کوشش کرنے والوں پر حرام ہوں ۔

۲، میں (جہنم)صدقہ دینے والوں پر حرام ہوں ۔

۳۔ میں (جہنم) روزہ رکھنے والوں پر حرام ہوں ۔

ساتواں دروازہ:

۱۔ اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے ۔

۲۔ اپنی سرزنش خود کرو قبل اس کے کہ تمہاری ملامت کی جائے ۔

۳۔خدا کو یاد کرو قبل اس کے کہ خدا کے پاس پہنچ جاؤ اور پھر تم اس پر قادر نہ رہو۔ (فرائد السمطین از علامہ ابراہیم بن محمد الجوینی الخراسانی،، بحار الانوار)

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ سب کی وعدہ گاہ جہنم ہے جس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لئے ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ (حجر ۔۴۳،۴۴)

جہنم کے سات طبقات

اب جہنم کے سات طبقات کو آیات و امام محمد باقرؑ کے فرمان کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔جحیم ۔۔۔خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوهُ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَلَا يَحُضُّ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ (حکم ہوگا) اسے پکڑو، طوق پہناؤ پھر اسے جحیم میں جلا ڈالو۔ پھر ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ لو۔ یقیناً یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا لہٰذا آج اس کا کوئی دوست نہیں ہے، پیپ کے سوا اس کی کوئی غذا نہیں ہے۔ (حاقہ۔۳۰تا۳۶)

یہ سب سے اوپر والا طبقہ ہے دوسرے جہنمیوں کی نسبت اس طبقے والے بہتر حالت میں ہوں گے پھر بھی ان کے دماغ ان کی کھوپڑیوں میں ایسے اُبل رہے ہوں گے جس طرح ہانڈی کے اندر پانی ابلتا ہے۔ (امام محمد باقرؑ)

۲۔لظٰی۔۔۔بھڑکتی ہوئی آگ جو کھال کو ادھیڑ کر رکھ دے گی، ان لوگوں کو اپنی طرف بلاتی ہوگی جنہوں نے دین سے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا، مال جمع کیا اور

بند کر کے رکھا۔ كَلَّا إِنَّهَا لَظَى نَزَّاعَةً لِّلشَّوَى تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى وَجَمَعَ فَأَوْعَى (معارج۔۱۵تا۱۸)

۳۔سقر۔۔۔جو نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی، بدن کو جلا کر سیاہ کر دے گی اس پر انیس فرشتے متعین ہیں۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (مدثر۔۲۷تا۳۰)

۴۔حطمه۔۔۔وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (ہمزہ۔۵تا۹)

تو کیا جانے حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچ جائے گی۔ وہ بلا شبہ ان (دوزخیوں) پر محیط ہوگی لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں۔

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ اس کا دھواں ایسی چنگاریاں اُڑائے گا جو محل کے برابر ہیں گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ (مرسلات ۳۲،۳۳)

۵۔ھاویہ۔۔۔فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ

پس اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا، تمہیں کیا معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ (قارعہ۔۹تا۱۱)

ہاویہ میں رہنے والے "وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ" پکاریں گے اے مالک (داروغہ جہنم) تیرا پروردگار ہمیں ختم ہی کر دے وہ کہے گا تم یہیں پڑے رہو گے۔ (زخرف۔۷۷)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: آگ کے برتنوں میں انہیں پیپ دی جائے گی ۔جس سے ان کے چہرے ایسے پگھل جائیں گے جیسے پگھلا ہوا تانبا ہوتا ہے جو ان کے منہ کو بھون ڈالے گا۔

۶۔سعیر۔۔۔ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيراً

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (احزاب۔۶۴)

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالاً وَسَعِيراً ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں ،طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (دہر۔۴)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں'سعیر''میں آگ کی تین سو قناتیں ہوں گی۔

۷۔جھـــنــــم۔۔۔ اس میں گھٹاٹوپ اندھیرے ہوں گے اور ایک ایسا کنواں ہوگا جب اس کا منہ کھولا جائے گا تو آگ بھڑک اُٹھے گی اور وہ عذاب کے لحاظ سے سخت ترین جگہ ہوگی۔

فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ

پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ،جہاں تم ہمیشہ رہو گے،تکبر کرنے والوں کا بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ (نحل۔۲۹)

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْداً مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح ہانک کرلے جایا جائے گا۔ (مریم۔۸۶)

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَاداً لِلْطَّاغِينَ مَآباً لابِثِينَ فِيهَا أَحْقَاباً لا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْداً وَلَا شَرَابا إِلَّا حَمِيماً وَغَسَّاقاً جَزَاء وِفَاقاً

جہنم ایک ایسا گھاٹ ہے جو سرکشوں اور طاغیوں کا ٹھکانہ ہے،اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے ،وہاں وہ ٹھنڈے مشروب کا مزہ نہ چکھیں گے مگر کھولتے ہوئے پانی اور بہتی ہوئی پیپ کے یہ (ان کا) ٹھیک بدلہ ہے۔ (نباء۔۲۱ تا ۲۶)

اف ۔ بہت ہی خوفناک عذاب ہوگا...... محسن نے جھری جھری لیتے ہوئے

کہا۔میں نے اس کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا اور اپنی گفتگو کو جاری رکھا۔

امام جعفر صادقؑ سے ''احقاب'' کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: احقاب'' حقبہ '' کی جمع ہے کل آٹھ احقاب ہیں اور ایک حقبہ اسی سال کا ہوتا ہے،ایسے اسی سال جس میں ایک دن تمہارے شمار کے مطابق ہزار سال کے برابر ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہے (معانی الاخبار)

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ حضرت معاذؓ نے جناب رسولؐ خدا سے سورہ نباء کی اس آیت کے معنی پوچھے۔ **"يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجا** ۔۔ اس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ فوج در فوج نکل آؤ گے۔''

تو آپؐ نے فرمایا ''اے معاذؓ تو نے بہت بڑی بات پوچھی ہے اور رو کر فرمایا قیامت کے دن گناہگاروں کی دس فوجیں وارد ہوں گی۔ہر گروہ کی مخصوص شکل ہوگی۔

۱۔ایک گروہ بندروں کی شکل میں ہوگا۔ ۲۔دوسرا خنزیروں کی شکل میں ہوگا۔ ۳۔تیسرا گروہ الٹا ہوگا یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر ہوں گے ۴۔چوتھا گروہ نابیناؤں کا ہوگا۔ ۵۔پانچواں گروہ گونگوں بہروں کا ہوگا ۶۔چھٹا گروہ اپنی زبانوں کو چباتا ہوا آئے گا۔ ۷۔ساتویں گروہ کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔

۸۔آٹھویں گروہ کی شرمگاہوں سے ایسی بدبو اٹھ رہی ہوگی کی جس سے اہل محشر تنگ ہوں گے۔ ۹۔نویں گروہ والے جہنم کے کنارے لٹکے ہوئے ہوں گے تاکہ باقی مخلوق کے حساب سے فارغ ہوکر ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے۔

۱۰۔دسویں گروہ نے آگ کا لباس پہنا ہوگا۔

معاذؓ نے عرض کیا: یہ دس گروہ کن لوگوں پر مشتمل ہوں گے تو آپؐ نے فرمایا:

۱۔پہلا گروہ جو چغل خور بندروں کی شکل کا ہوگا،بندروں کی طرح ادھر سے

اِدھر بھاگتے جائیں گے اور چھلانگیں لگاتے ہوں گے۔ کیونکہ یہ لوگ زندگی میں اِدھر کی بات اُدھر کرتے اور لوگوں کو آپس میں لڑاتے اور نفاق پیدا کرتے رہے تھے اسی لئے بروزِ قیامت بندروں کی شکلوں اور طور طریقوں پر آئیں گے۔

۲۔دوسرا گروہ حرام خوروں کا ہوگا جو دین اور انصاف سے دور ہو گئے تھے جہاں سے ملتا، جیسا ملتا کھا لیتے تھے۔ کیونکہ یہ نجاست خور تھے اور خنزیر بھی نجاست خور ہوتا ہے یہ اشخاص خنزیر کی خصلتوں کے ساتھ محشر کے دن خنزیر کی شکلوں میں اٹھائے جائیں گے۔

۳۔تیسرا گروہ وہ ہوگا جو سرنگوں آئے گا۔ دنیا میں وہ الٹی راہ چلے خدا کے معین کردہ دستور کے خلاف کام کیے۔ انسان طبعی حالت میں تو ٹانگوں پر چلتا ہے کیونکہ ان کا باطن، ظاہر کے برخلاف رہا لہٰذا اب ان کا ظاہر بھی الٹا ہو جائے گا۔ یہ سود خوروں کا گروہ ہوگا۔

۴۔چوتھے گروہ کے افراد جو اپنی زبانوں کو کاٹتے ہوئے آئیں گے اور پیپ ان کے منہ سے بہہ رہی ہوگی۔ یہ وہ قاضی ہوں گے جنھوں نے حق کے خلاف فیصلہ کیا یا عالِم بے عمل ہوں گے جن کا عمل ان کے قول کے برعکس رہا۔ وہ حلال و حرام کو جانتے تھے اور خوب وعظ و نصیحت کرتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ یہ روزِ محشر سب سے زیادہ حسرت کرنے والے ہوں گے۔ اہل جہنم ان کی بدبو سے اذیت میں ہوں گے۔

۵۔پانچواں گروہ اندھوں کا ہوگا جنھوں نے حق کی پرواہ نہ کی، باطل کا حکم دیا، اپنی رعایا پر ظلم کیے، یہ ظالم حکمران اسی طرح لائے جائیں گے۔

۶۔چھٹا گروہ یہ گونگے بہرے خود پسند ہیں جو اپنی ہی بات کو حق سمجھتے رہے

اور غرور کے سبب راہِ بندگی سے منحرف رہے۔ عجز و انکساری کی بجائے بے نیاز بنے رہے۔

۷۔ساتواں ان لوگوں کا گروہ ہوگا جن کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے یہ اپنے ہمسائیوں کو ہمیشہ تکلیف پہنچاتے تھے۔

۸۔آٹھویں گروہ کی شرم گاہوں سے بدبو آئے گی۔ یہ کسی حرام سے پرہیز نہیں کرتے تھے اپنے اموال سے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے تھے۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے منع کرتے تھے۔ انہوں نے زندگی شہوت رانی اور حرام کاری میں گزاری۔

۹۔نواں گروہ جن کو آگ کی شاخوں سے لٹکایا جائے گا یہ حاکم وقت کے جاسوس ہوں گے اور لوگوں کی خبریں حاکموں کو پہنچاتے تھے۔ جن کے سبب لوگوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔

۱۰۔دسواں گروہ جن کے لباس آگ کے ہوں گے۔ یہ فخر و مباہات کرنے والے اور اترانے والے لوگ ہوں گے۔

”سر! بہت خوبصورت گفتگو جاری ہے۔ دل تو نہیں چاہتا کہ یہ گفتگو ختم جائے۔ لیکن وقت بہت ظالم چیز ہے۔ کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور گزر جاتا ہے۔ آج بھی وقت گزر چکا ہے۔ لہٰذا ہمیں اجازت دیں۔ زندگی رہی تو انشاء اللہ کل پھر حاضر ہوں گے......“ ارشاد العصر جعفری نے کہا۔ تو میں نے بھی گھڑی کی طرف دیکھا۔ واقعی مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔

”او کے....“ وہ لوگ اٹھے اور سلام کر کے چلے گئے۔ ☆☆☆

سر! سفرِ معراج کی کچھ اور باتیں سنائیں ہمیں.....اگلے دن محسن نے کہا۔

”سید عبد العظیم حسنی جو شہزادہ عبد العظیمؒ کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا

مزارتہران کے قریب رے کے مقام پر زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

آپ خاندانِ نبوت کے گلِ سرسبد اور امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ کے خاص اصحاب اور رواۃ میں سے ہیں۔ آپ کی جلالت و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ شہرِ رے کا ایک شخص امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے پوچھا، کہاں سے آ رہے ہو؟ بتایا قبرِ مبارک امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو گیا تھا۔ امامؑ نے فرمایا اگر تم اپنے شہر میں شاہ عبدالعظیمؒ کی قبر کی زیارت کرتے تو اس شخص کی مانند ہوتے جس نے قبرِ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی ہو۔ (مفاتیح الجنان)

یہی سیدِ محترم امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا ایک مرتبہ میں اور فاطمۃ الزہراؑ، رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سخت گریہ فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کس چیز نے آپ کو رلایا۔ حضورؐ نے فرمایا! جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے اپنی امت کی عورتوں کو سخت عذاب میں مبتلا دیکھا ان کے عذاب کی شدت کو یاد کر کے رو رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ

۱۔ ایک عورت اپنے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی اور دوزخ کی تپش سے اس کا دماغ کھول رہا تھا۔

۲۔ ایک عورت اپنی زبان سے لٹکی ہوئی تھی اور اس کے منہ میں دوزخ کا گرم پانی انڈیلا جا رہا تھا۔

۳۔ ایک عورت اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی۔

۴۔ ایک عورت اپنے جسم کو کھا رہی تھی اور اس کے نیچے آگ جل رہی تھی۔

۵۔ ایک عورت جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور سانپ اور بچھو اس کو کاٹ رہے تھے۔

۶۔ ایک عورت جو بہری، گونگی اور اندھی تھی، آگ کے صندوق میں قید تھی، اس کا دماغ پگھل کر اس کے نتھنوں سے بہہ رہا تھا اور اس کا وجود برص و جذام کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔

۷۔ ایک عورت جسے منہ کے بل دوزخ کے تنور میں لٹکایا گیا تھا۔

۸۔ ایک عورت کو فرشتے دوزخ کی قینچیوں سے کاٹ رہے تھے۔

۹۔ ایک عورت جس کے چہرے اور ہاتھوں کو جلایا جا رہا تھا اور وہ اپنی انتڑیاں کھا رہی تھی۔

۱۰۔ ایک عورت کا سر خنزیر کا تھا اور دھڑ گدھے کا اور اس پر لاکھوں قسم کا عذاب ہو رہا تھا۔

۱۱۔ ایک عورت کتے کی شکل میں تھی اور دوزخ کی آگ اس کی دبر میں داخل ہو کر اس کے منہ سے نکل رہی تھی اور فرشتے اس کے سر اور بدن پر دوزخ کے ہتھوڑے برسا رہے تھے۔

جنابِ فاطمۃ الزہراؑ نے عرض کیا: بابا جان، کس وجہ سے ان عورتوں پر یہ عذاب ہو رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: پیاری بیٹی!

۱۔ جس عورت کو میں نے بالوں کے ساتھ لٹکا دیکھا تھا یہ وہ عورت تھی جو مردوں سے اپنے بال نہیں چھپاتی تھی۔

۲۔ جو عورت اپنی زبان سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنی زبان سے شوہر کو اذیت دیا کرتی تھی۔

۳۔وہ جو پستانوں سے لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کو حقوق زوجیت کی ادائیگی سے منع کیا کرتی تھی ۔

۴۔اور وہ جو پاؤں سے لٹکی ہوئی تھی وہ شوہر کی اجازت سے بغیر گھر سے جایا کرتی تھی ۔

۵۔جو اپنے وجود کو کاٹ کاٹ کر کھا رہی تھی وہ لوگوں کے لئے زیب و زینت کیا کرتی تھی ۔

۶۔جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط تھے یہ صفائی کا خیال نہ رکھنے والی عورت تھی ۔ جنابت اور حیض کا غسل نہیں کیا کرتی تھی اور نماز کو حقیر سمجھتی تھی ۔

۷۔جو عورت اندھی ،گونگی اور بہری تھی وہ عورت اولادِ زنا پیدا کر کے اپنے شوہر سے منسوب کر دیتی تھی ۔

۸۔جس عورت کے وجود کو دوزخ کی قینچی سے کاٹا جا رہا تھا وہ اپنے آپ کو مردوں کے سامنے پیش کرتی تھی ۔

۹۔جس کا چہرہ اور بدن جل رہا تھا اور اپنی انتڑیاں کھانے میں مصروف تھی وہ دلالہ عورت تھی ۔

۱۰۔جس کا سر خنزیر کا اور دھڑ گدھے کا تھا وہ چغل خور اور جھوٹی تھی ۔

۱۱۔جس کی شکل کتے کی تھی اور آگ دبر میں داخل ہو کر منہ سے نکل رہی تھی وہ گلوکارہ اور حسد کرنے والی تھی ۔

پھر آپؐ نے فرمایا: ہلاکت ہے اس عورت کے لئے جس نے اپنے شوہر کو ناراض کیا اور خوش نصیب ہے وہ جس نے اپنے شوہر کو راضی رکھا۔ (تفسیر نور الثقلین ،جلد ۵)

پس عزیزو: اس کے سوا چارہ نہیں کہ شریعت مطہرہ پر عمل کیا جائے ،سنت نبوی کو اپنے لئے نمونۂ عمل قرار دیا جائے ،ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات سے روشنی حاصل کی جائے اور ان وظائف و اعمال کو شب و روز کا معمول بنایا جائے جو کتب سیر و احادیث میں بیان کئے گئے ہیں ۔چند کا ذکر کرتے ہیں

۱۔رسول اکرمؐ نے فرمایا: '' **بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** جہنم کی آگ سے ڈھال ہے ۔سورہ مدثر میں بتایا گیا ہے کہ '**عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ**' جہنم پر انیس فرشتے نگران مقرر ہیں ۔جبکہ بسم اللہ کے بھی انیس حرف ہیں بسم اللہ کا ہر حرف جہنم کے ایک ایک دروازے سے نجات دلانے والا ہے، آپؐ نے فرمایا: مسلمانو! تلاوتِ قرآن کیا کرو ۔خدائے قادر اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا کرتا ہے پھر فرمایا میں نہیں کہہ رہا کہ " **الم** " پر دس نیکیاں ہیں بلکہ الف پر دس ،لام پر دس اور میم پر بھی دس نیکیاں اور حسنات عطا کرتا ہے۔'' معلوم ہوا کہ " **بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** " کو ورد بنانا چاہے

۲۔☆''**الصوم جنة من النار**'' روزہ جہنم کے خلاف ڈھال ہے

☆''**عليك بالصوم ،فانه جنة من النار وان استطعت ان ياتيك الموت وبطنك جائع فافعل**' 'تجھ پر روزہ لازم ہے کیونکہ یہ جہنم کے خلاف ڈھال ہے ممکن ہو کہ تمہیں بھوک کے پیٹ موت آئے تو ایسا کرو، (میزان الحکمت)

☆جب تم روزہ رکھ لو تو تمہارے کان، تمہاری آنکھیں حرام سے روزہ رکھ لیں تمہارے تمام اعضاء و جوارح برائیوں سے روزہ رکھ لیں لغو اور بیہودہ باتوں اور نوکروں کو تکلیف دینے سے پرہیز کرو، تم پر روزے کا وقار نمایاں ہو، ذکر خدا کے علاوہ تاحدِ امکاں خاموشی اور سکوت کو اپناؤ، اپنے روزے اور بغیر روزے کے دن کو یکساں

نہ سمجھو اور بلند قہقہوں سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں سے ناراض ہوتا ہے۔

(بحارالانوار)

۳۔☆ ''الصلوٰۃ حصن من سطوات الشیطان'' نماز شیطان کے حملوں سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے۔ (غررالحکم)

☆ ''لکل شئی وجہ، ووجہ دینک الصلاۃ'' ہر شئے کا ایک چہرہ ہوتا ہے، تمہارے دین کا چہرہ نماز ہے۔ (بحارالانوار)

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس شخص کی نماز قبول کروں گا جو میری عظمت کے سامنے سر کو جھکا دے گا میری وجہ سے اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے روکے رکھے گا، میری یاد میں دن بسر کرے گا، میری مخلوق پر بڑائی کا اظہار نہیں کرے گا۔ بھوکے کو کھانا کھلائے گا، ننگے کے تن کو ڈھانپے گا، مصیبت زدہ پر رحم کرے گا اور مسافر کو پناہ دے گا، یہ ایسا شخص ہوتا ہے جس کا نور سورج کی مانند درخشاں ہوتا ہے اور میں اس کے لئے تاریکی میں روشنی اور جہالت میں علم قرار دے دیتا ہوں۔

(امام صادق علیہ السلام۔بحارالانوار)

☆ ''صل صلاۃ مودع فان فیھا الوصل والقربیٰ'' ایسی حسین نماز پڑھو جیسے کوئی وداع کرنے والا نماز پڑھتا ہے کیونکہ نماز میں وصال اور قرب ہے۔

(امام رضا علیہ السلام۔بحارالانوار)

انسانی جبلت کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ جب اسے محبوب سے وصل کے لمحات میسر آتے ہیں تو زبان خاموش ہو جاتی ہے اور آنکھیں حالِ دل بیان کر دیتی ہیں ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ'' مومن اللہ سے شدید محبت کرتا ہے اس لئے نماز جو وصل محبوب کا ذریعہ ہے، عشقِ الٰہی میں مستغرق ہو کر چشمِ یقین کو باز کر کے خود کو

لذت وصل سے یوں آشنا ہوا کرو۔علامہ دمیری نے حیات الحیوان ج ا ص ۵۷۷ پر یہ شعر لکھا ہے

نکلم منا فی الوجوہ عیوننا   فنحن سکوت والھوی یتکلم

''ہم دونوں جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہماری زبان خاموش اور آنکھیں مصروفِ گفتگو ہوتی ہیں گویا ہم چپ اور محبت محوِ گفتار ہوتی ہے''

۴۔''افیضوا فی ذکر اللہ جل ذکرہ، فانہ احسن الذکر وھو امان من النفاق وبرأۃ من النار'' ذکر الٰہی کے دریا بہا دو کیونکہ وہ بہترین ذکر ہے نفاق سے امان کا سبب ہے اور جہنم سے برأت کا ذریعہ ہے، (حضرت علیؑ۔بحارالانوار)

صادقین علیہم السلام سے مروی ہے کہ۔۔۔

زبان کا ذکر حمد وثناء ہے، جان کا ذکر سعی وکوشش ہے، روح کا ذکر خوف واُمید ہے، دل کا ذکر صدق وصفا ہے، عقل کا ذکر عظمت وحیا ہے، معرفت کا ذکر تسلیم و رضا ہے، راز کا ذکر دیدار ولقاء ہے۔ (مستدرک الوسائل)

۵۔''الصدقۃ جنۃ من النار'' صدقہ جہنم کی آگ کے مقابلے میں ڈھال ہے (وسائل الشیعہ)

قیامت کے دن جب تک تمام لوگوں کا فیصلہ نہیں ہو جائے گا اس وقت ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا' (کنزالعمال)

حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا۔یا علیؑ یہ تین کام دین ودنیا کے بہترین کام ہیں

(i) حج کا بجالانا فقر وتنگدستی دور کرتا ہے۔

(ii) صدقہ دینا، بلاؤں اور مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

(iii) صلہ رحمی عمر میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ (تحف العقول)

۶۔حضرت ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''اے

لوگو! **اعلموا ان لله باباً. من دخله أمنَ من النار** جان لو کہ اللہ کے لئے ایک دروازہ ہے جو اس میں داخل ہوا جہنم سے امان پا گیا۔" ابو سعید خدریؓ کھڑے ہوئے اور کہا: "**یا رسول اللہؐ اهدنا الیٰ هٰذا الباب حتٰی نعرفه؟** اے اللہ کے رسولؐ! اس دروازے کی طرف ہماری رہنمائی فرمایئے تا کہ ہم اس کو پہچان لیں۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "**هو علی بن ابی طالب ،سید الوصیین و امیر المومنین و اخو رسول رب العالمین و خلیفته علی الناس اجمعین** . وہ علی بن ابی طالبؑ ہے جو سید الوصیین ہے، امیر المومنین ہے، برادر رسولؐ رب العالمین ہے اور رسول کی جانب سے تمام لوگوں پر خلیفہ ہے۔" (بحار الانوار)

پس جہنم سے یقینی نجات کا وسیلہ محبتِ اہلبیتؑ ہے، یہ وہ اکسیر ہے جس سے گناہوں کے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں اور انسان صحت مند اور شفاف روح کے ساتھ اپنی زندگی کا روحانی سفر جاری کرتا ہے اور موت اس کے لئے شہد سے بھی شیریں بن جاتی ہے۔ حبِ آل محمد علیہم السلام میں موت کیسی ہوتی ہے؟ حضور نبی کریمؐ کی احادیث کے ذریعہ جانتے ہیں۔

یہ احادیث صاحب کشاف نے اور کشاف سے فخر الدین رازی اور قرطبی نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں نقل کی ہیں

۱۔من مات علیٰ حب آل محمد مات شهیداً

جو محبت آل محمد پر مرے گا وہ شہید مرے گا۔

۲۔الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له

آ گاہ ہو جاؤ جو محبت آل محمد پر مرے گا وہ مغفرت شدہ ہوگا۔

۳۔الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا

جو محبت آل محمدؐ پر مرے گا وہ تائب مرے گا۔

۴۔الا ومن مات علی حب آل محمد مات مؤمنا مستکمل الایمان

جو محبت آل محمدؐ پر مرے گا وہ صاحب ایمان اور کامل الایمان مرے گا۔

۵۔الا ومن مات علی حب آل محمد بشره ملک الموت بالجنة ثم منکر و نکیر

جو محبت آل محمدؐ پر مرے گا اسے ملک الموت جنت کی بشارت دے گا اور منکر نکیر بھی۔

۶۔الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الیٰ الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجها

جو محبت آل محمدؐ پر مرے گا اسے احترام کے ساتھ جنت لے جایا جائے گا جس طرح دلہن کو شوہر کے گھر لایا جاتا ہے۔

۷۔الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبره بابان الیٰ الجنة

جو محبت آل محمدؐ پر مرے گا قبر میں اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیے جائیں گے۔

۸۔الا ومن مات علی حب آل محمد جعل الله قبره مزار الملائكة الرحمة

جو محبت آل محمدؐ پر مرے گا اس کی قبر کو فرشتگان رحمت کے لئے زیارت گاہ بنا دیا جائے گا۔

۹۔الا و من مات علی حب آل محمدلمات علی سنۃ والجماعۃ

جو محبت آل محمدؐ پر مرے گا وہ سنت اور جماعت پر مرے گا۔

۱۰۔الا و من مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوبا بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ

آگاہ ہو جاؤ جو بغض آل محمدؐ پر مرے گا، جب قیامت کے دن محشور ہوگا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔"

۱۱۔الا و من مات علی بغض آل محمدلمات کا فرا

آگاہ ہو جاؤ جو بغض آل محمدؐ پر مرے گا وہ حالت کفر میں مرے گا۔

۱۲۔الا و من مات علی بغض آل محمدلم یشم رائحۃ الجنۃ

آگاہ ہو جاؤ جو بغض آل محمدؐ پر مرے گا وہ جنت کی بو نہیں سونگھ سکے گا۔

جب "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ آپ کے وہ قریبی کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے؟ تو فرمایا "علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹےؑ۔"

(تفسیر الکشاف، تفسیر الکبیر۔ تفسیر نمونہ)

آج کا اختتام اس دعا کے ساتھ

اللھم اجعلنی محیای محیا محمدو آل محمدو مماتی ممات محمد و آل محمد اے اللہ ہمیں محمد و آل محمد کی زندگی کی طرح زندگی اور محمد و آل محمد کی موت کی طرح موت عطا فرما۔ ☆☆☆

تمام احباب ٹھیک وقت پر جمع ہو گئے اور آغاز میں شوکت نے پوچھا۔

"سر۔ کیسی صحبت سے بچنے کی ائمہ نے تلقین فرمائی ہے.....؟"

دیکھئے اسلام دستور حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی ہدایات دیتا ہے آپ کے سوال کے ضمن میں امام جعفر صادقؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ میرے والد گرامی علی بن الحسینؑ نے فرمایا: اے بیٹے! پانچ قسم کے لوگوں کی مصاحبت اختیار نہ کرو اور نہ ان سے بات کرو اور نہ راستہ میں ان کے ساتھ چلو۔ میں نے کہا: بابا جان وہ کون ہیں فرمایا:

۱۔جھوٹے کی مصاحبت سے بچو کہ وہ بمنزل سراب ہے بعید کو قریب اور قریب کو بعید دکھائے گا،

۲۔اور فاسق کی صحبت سے بچو، اس لئے کہ تمہیں مال دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا بلکہ اس سے بھی کم میں،

۳۔اور بخیل کی صحبت سے بچو، کیونکہ وہ احتیاج اور ضرورت کے وقت تمہیں اپنا مال نہ دے کر ذلیل کرے گا،

۴۔اور احمق کی صحبت سے بچو، کہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچادے گا،

۵۔قاطع رحم کی مصاحبت سے بچو کہ میں نے تین جگہ کتاب خدا میں اس پر لعنت کو پایا ہے:

☆**فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ**

تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ تم صاحب اقتدار بن جاؤ تو زمین پر فساد برپا کرو اور قرابتداروں سے قطع تعلقات کرلو یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کو بہرا کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ (محمد۔۲۲،۲۳)

☆ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور جولوگ عہد خدا کوتوڑ دیتے ہیں اور جن سے تعلقات کا حکم دیا گیا ہے ان سے قطع تعلقات کر لیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے لئے لعنت ہے اور بہت براٹھکانہ ہے۔ (رعد،۲۵)

☆ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

جو خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں اور جس (رشتے کو) خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے توڑ دیتے ہیں اور زمین پر فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ حقیقتاً خسارے میں ہیں۔ (بقرہ۔۲۷) (الکافی، جلد دوم)

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک دفعہ وعظ کے دوران فرمایا

اے مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے اجتناب کرو۔

۱۔ بے باک فاجروں اور بدکاروں سے۔

۲۔ بے عقل احمقوں سے

۳۔ جھوٹوں سے

بے باک، بدکار اور فاجر مصاحب بُرے کاموں سے تم کو اچھی صورتیں دکھلائے گا اور اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرے گا۔ امور دین میں تمھاری امداد نہ کرے گا، اس کا قرب بے ادبی اور بدکاری کا باعث ہے۔ اور اس کی صحبت سنگدلی کی موجب ہے اور اس کی آمد ورفت تمھارے لیے باعث بدنامی ہے۔ اور احمق بے عقل تمھیں نیکی کے راستے پر کبھی نہ لگائے گا۔ مصیبت کے وقت کام آنے کی اس سے ہرگز

امید نہیں ہوسکتی خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرے، یہ امر اس سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ بلکہ بجائے نفع کے نقصان پہنچائے گا، ایسے شخص کے لیے زندگی سے موت بہتر ہے اور بولنے سے خاموشی بہتر ہے اور قریب ہونے سے دور رہنا بہتر ہے، اور جھوٹے کی صحبت سے تمھیں کسی خوشی کی امید نہ رکھنی چاہیے، تمھاری باتوں کو لوگوں سے جھوٹ بیان کرے گا، اور لوگوں کی باتیں تم سے جھوٹ کہے گا ایک جھوٹ کہہ کر اس کی تائید کے لیے دوسرا جھوٹ گھڑے گا، حتیٰ کہ اگر کچھ سچ بھی کہے گا تو وہ نا قابل یقین ہوگا، اور دوسروں سے جھوٹی باتیں کہہ کر لوگوں میں دشمنی پیدا کرائے گا، دلوں میں کینے کے بیج بوئے گا۔ پس خدا کا خوف کرو اور پرہیز گار بنو، غور کرو کہ کس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ (روح الحیات۔ محمد باقر مجلسی)

یہاں تک تو بات ہوگئی کہ کن لوگوں کی صحبت اختیار نہ کی جائے لیکن مصاحب کیسا ہونا چاہیے؟ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے ایک نیک اور صالح دوست کا تعارف اس طرح کرایا ہے۔

"میری نظر میں وہ سب سے بڑا تھا جس صفت کی بنا پر وہ میری نظروں میں عظیم تھا وہ یہ تھی کہ دنیا اس کی نظر میں حقیر تھی وہ جہالت کے قبضے سے باہر تھا، نفع کے لئے سوائے بھروسہ والے آدمی کے کبھی کسی کی طرف ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا، وہ شکوہ نہیں کرتا تھا، غصہ نہیں کرتا تھا، بدمزاجی نہیں کرتا تھا، زیادہ تر خاموش رہتا تھا اور جب لب کشائی کرتا تھا تو متکلمین کا سردار ہوتا تھا، وہ کمزور اور ناتواں تھا لیکن جب ضرورت ہوتی تھی تو شیر ژیاں تھا، علماء کی مجلس میں کہنے سے زیادہ سننے سے دلچسپی رکھتا تھا اگر کوئی اس پر گفتگو میں غالب آجائے تو آجائے مگر خاموشی میں کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا تھا، وہ جو کرتا نہیں تھا اس کو کبھی کہتا نہیں تھا مگر وہ کرتا تھا جو نہیں کہتا تھا، اگر اس

کے سامنے دو ایسے امر پیش آئیں جن کے بارے میں اس کو معلوم نہ ہو کہ مرضی خدا سے قریب تر کونسا ہے تو وہ یہ دیکھتا تھا کہ اس کی مرضی کے مطابق کونسا ہے بس اسی کو چھوڑ دیتا تھا، جن کاموں میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی ان کے ترک پر کسی کی ملامت نہیں کرتا تھا۔" (تحف العقول)

تو بھائیو! ایسی صفات کے حامل لوگوں کی صحبت اختیار کرو تا کہ ان کے بہترین اخلاق کی چھوٹ تمہاری سیرت پر بھی پڑے۔

"اور سر بہترین اخلاق کیا ہے....." حسن علی کاظمی نے سوال کیا۔

اچھا ہے کہ آج آداب اسلامی پر گفتگو ہو جائے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر کائنات علیہ السلام سے فرمایا: یا علیؑ! تین عمل بہترین اخلاق ہیں

۱۔ جو رشتہ توڑے تم اس سے رشتہ جوڑو۔

۲۔ جو محروم رکھے تم اسے عطا کرو۔

۳۔ جس نے ظلم کیا تم اسے معاف کردو۔ (تحف العقول)

"سر! سب سے بڑی موت کیا ہے...." محسن نے پوچھا

نبی کریمؐ نے فرمایا سب سے بڑی موت فقر ہے، پوچھا گیا کیا فقر سے مراد درہم و دینار ہیں؟ فرمایا نہیں بفقر سے مراد دین کا فقر ہے یعنی دولتِ دین سے محروم ہونے والا سب سے بڑا فقیر ہے۔ (تحف العقول)

"سر! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اور فرامین عطا کریں....." چوہدری علی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سنیئے جناب..... سرکار رسالتمآبؐ نے سرکار ولایتؑ سے فرمایا

☆ یا علیؑ! قیامت کے دن ہر آنکھ رونے والی ہوگی سوائے تین آنکھوں کے

۱۔ وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے سے باز رہے۔

۲۔ وہ آنکھ جو راتوں کو اللہ کی خاطر بیدار رہی ہو۔

۳۔ وہ آنکھ جو خوف خدا سے روتی رہی ہو۔ (تحف العقول)

☆ یا علیؑ! جب آپ آئینہ دیکھیں تو تین بار اللہ اکبر کہہ کر پھر کہیں

اللهم كما حسنت خلقي فحسن خلقي (تحف العقول)

بار الہا جیسا تو نے مجھے خوبصورت پیدا کیا ویسے ہی حسن اخلاق عطا فرما۔

☆ یا علیؑ! جب کسی مشکل میں پڑ جاؤ تو کہو

اللهم بحق محمد و آل محمد الافرجت عني (تحف العقول)

خدایا تجھے محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ مجھے اس مشکل سے نجات دے۔

☆ یا علیؑ! صالح کی چار علامتیں ہیں

۱۔ دل کو پاک رکھتا ہے۔

۲۔ اپنے عمل کی اصلاح کرتا ہے۔

۳۔ اپنے کسب معاش کو بہتر اور نیک بناتا ہے۔

۴۔ تمام کاموں اور امور کی درستگی کرتا ہے۔ (تحف العقول)

☆ یا علیؑ! خاشع کی چار علامتیں ہیں

۱۔ اللہ تعالیٰ کو سب کے سامنے اور تنہائی میں حاضر و ناظر سمجھتا ہے۔

۲۔ نیک کاموں کو انجام دینے پر تیار رہتا ہے۔

۳۔ روز قیامت کے حساب کے بارے میں فکر مند رہتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا رہتا ہے۔ (تحف العقول)

☆ یا علیؑ! صابر کی چار نشانیاں ہیں

۱۔ناپسندیدہ باتوں پرصبر

۲۔نیک کاموں کوانجام دینے کا عزم صمیم

۳۔تواضع اورفروتنی

۴۔علم اور بردباری (تحف العقول)

واہ سبحان اللہ۔سرمزہ آ گیا۔سر!اب اس بات پربھی روشنی ڈالیں کہ دعاؤں کی عدم قبولیت کے کیا اسباب ہیں۔اور کیا ائمہؑ نے بھی دعا کی عدم قبولیت کی وجوہات بیان فرمائیں ہیں.....''؟حسن کاظمی نے کہا۔

جی ہاں کلام امیرالمومنینؑ میں دعا کی عدم قبولیت کے آٹھ اسباب ہیں

ایک شخص نے حضرت امیرالمومنینؑ سے سوال کیا کہ ہم دعائیں کرتے ہیں مگر دُعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دُعا کی قبولیت کا وعدہ کر رکھا ہے۔اس کے جواب میں امامؑ نے فرمایا آٹھ صفات کی وجہ سے تمہارے دل خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں:

۱۔یہ کہ تم خدا کی معرفت تو رکھتے ہو مگر اس کا اس طرح سے حق ادا نہیں کیا جیسا اس کا تقاضا تھا،لہٰذا اس معرفت کا تمہیں کوئی فائدہ نصیب نہیں ہوا۔

۲۔یہ کہ تم اس کے رسولؐ پر ایمان تو لے آئے لیکن ان کی سیرت کو چھوڑ دیا اوران کی شریعت کو مردہ بنا دیا۔اس ایمان کا کیا فائدہ؟

۳۔یہ کہ کتاب خدا کی تلاوت تو کی لیکن اس پرعمل نہ کیا۔زبان سے یہ تو کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اس کی اطاعت کی ''**سمعنا و اطعنا**'' پھر عمل اس کے برخلاف کیا۔

۴۔یہ کہ تمہارا کہنا ہے کہ تم جہنم کی آگ سے ڈرتے ہو لیکن گناہ ومعصیت

کر کے ہر گھڑی جہنم کی جانب رواں دواں ہو۔پس جہنم کا خوف کہاں ہے؟

۵۔یہ کہ تمہارا نعرہ ہے کہ تم جنت کے مشتاق ہو۔حالانکہ تمہارے اعمال ایسے ہیں جو تمہیں ہر گھڑی جنت سے دور لے جا رہے ہیں۔پس کہاں گیا تمہارا جنت کا اشتیاق؟

۶۔یہ کہ اللہ کی نعمتوں سے دل کھول کر استفادہ کیا مگر کبھی اس کے شکر کی توفیق نہ ہوئی۔

۷۔یہ کہ خدا نے تمہیں شیطان سے دشمنی کا حکم دیا اور فرمایا:''شیطان تمہارا دشمن ہے پس اسے دشمن ہی سمجھنا''لیکن تم نے زبان سے دشمنی کا اظہار کیا مگر عمل سے اس کی دوستی کا ثبوت دیا۔

۸۔یہ کہ لوگوں کے عیب تو تمہیں خوب دکھائی دیتے ہیں مگر اپنے عیوب سے چشم پوشی کر رکھی ہے، حالانکہ دوسروں سے زیادہ تمہیں خود اپنی ملامت کرنی چاہیے۔

ان آٹھ سنگین کوتاہیوں کے بعد تمہاری دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ تم نے قبولیت کے تمام دروازوں اور راستوں کو بند کر دیا ہے۔پس اللہ سے ڈرو، نیک اعمال بجالاؤ، باطن کو پاک کرو، نیکیوں کی دعوت دو اور برائیوں سے روکو تو اللہ تمہاری دعائیں قبول فرمائے گا۔ (المرجان فی تفسیر القرآن، ج۱،ص۹۴۵۱) ☆☆☆

ہاں جی!کل آپ کی غیر حاضری ہوگئی کہاں تھے آپ لوگ؟ ارشاد العصر جعفری اوران کے دوست ایک دن کے وقفے کے بعد آج پھر جمع تھے۔

''سر!کل جمعہ تھا۔سوچا جمعہ کی چھٹی کرنی چاہئے.....''حسن کاظمی نے کہا۔

''ویسے اسلام میں چھٹی کا تو کوئی تصور نہیں ہے صرف نماز جمعہ کے وقت

کاروبار بند کرنے کا حکم ہے، چلیں ٹھیک ہے۔ جمعہ کے دن ریسٹ ہوجایا کرے.....گزشتہ سے پیوستہ رہتے ہوئے دعا پر بات جاری رکھتے ہیں، بحارالانوار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا "**یا موسیٰ ادعنی بالقلب النقی و اللسان الصادق**" اے موسیٰ مجھے پاکیزہ دل اور سچی زبان سے پکارو اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ "بہترین دعا وہ ہے جو پرہیز گار سینہ اور پاکیزہ دل سے نکلتی ہے"۔ ایک شخص حضرت سید الانبیاؐ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ میری دعا قبول ہو تو آپؐ نے فرمایا پھر اپنی غذا کو پاکیزہ بناؤ اور اپنے پیٹ میں حرام نہ ڈالو کیونکہ حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے "تمہارا کام ہے دعا مانگنا اور میرا کام ہے قبول کرنا مجھ تک ہر دعا پہنچتی ہے سوائے حرام کھانے والے کی دعا کے "ایک شخص امیرالمومنینؑ سے کہنے لگا مولا میری دعا قبول نہیں ہوئی تو آپؑ نے فرمایا۔ یاد رکھ دعا کے لیے چار خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، باطن کا مخلص ہونا، نیت کا حاضر ہونا، وسیلہ کی پہچان ہونا اور سوال کرنے میں انصاف کرنا۔ کیا تیری دعا میں یہ چار شرطیں تھیں۔ اس نے کہا نہیں تو امامؑ نے فرمایا ان شرطوں کو پہچان پھر دعا مانگ۔ جب تک محمد و آل محمد پر درود نہ بھیجا جائے دعا آسمانوں میں چھپی رہتی ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے "جسے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو اسے چاہیے کہ محمد و آل محمدؐ پر درود بھیجے پھر اپنی حاجت بیان کرے اور پھر درود پر ہی دعا کا اختتام کرے کیونکہ اللہ کی شان اس بات سے بالاتر ہے کہ دعا کے اول و آخر کو تو قبول کرلے اور درمیانی حصے کو چھوڑ دے، جب محمد و آل محمد پر درود بھیجا جائے گا تو دعا کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی،۔

دعا کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اللہ کی حمد و کبریائی بیان کی جائے اور خاتم

المرسلینؐ کے فرمان کے مطابق پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی جائے تو دعا رد نہیں ہوتی ۔ کچھ اوقات اور مقامات ایسے ہیں جو قبولیتِ دعا کے حوالے سے بہت اہم ہیں۔

۱۔ شب کے آخری حصے میں جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔

۲۔ طلوع و غروبِ آفتاب کے وقت۔

۳۔ جب آسمان سے باران رحمت کا نزول ہو رہا ہو۔

۴۔ مصحفِ الٰہی کی سطروں پر جب نگاہ پڑے۔

۵۔ جب والدین کے چہروں کی زیارت ہو اور خصوصاً جب اولاد ان سے نیکی کرے

۶۔ جب والدین کی قبروں پر جائے۔

۷۔ جب بیت اللہ کی زیارت نصیب ہو۔

۸۔ نبی کریمؐ اور آپ کی ذریت طاہرہ کے مزارات پر جائے خصوصاً امام حسین علیہ السلام کے قبہ مبارک کے نیچے کھڑا ہو۔

۹۔ ہر فریضہ عمل انجام دیتے وقت

۱۰۔ صدقہ دے کر دعا مانگی جائے۔

۱۱۔ عیادت کو جائے اور مریض سے دعا کروائے۔

۱۲۔ مومن بھائی کی عدم موجودگی میں دعا طلب کی جائے۔

۱۳۔ "**وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ**" نماز اور روزہ سے مدد مانگو یعنی انسان روزہ رکھے، دو رکعت نماز ادا کرے اور بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہو یقیناً در اجابت وا ہوگا۔

۱۴۔ تسبیح فاطمیہ خاکِ شفاء پر پڑھ کر بارگاہِ ربُ العزت میں دستِ دعا بلند کرے۔

۱۵۔ علومِ آل محمد کے عالم باعمل کی زیارت کرے اور دعا مانگے،۔

۱۶۔ حضورِ قلب کا ہونا دعا کو شرف قبولیت سے سرفراز کرتا ہے "**لا یقبل اللہ**

دعاء قلب لاہ ' اللہ تعالیٰ آوارہ دل کی دعا قبول نہیں کرتا (حضرت علیؑ)

دعا میں کیا مانگنا چاہیے؟ یہ تو اپنی اپنی معرفت، ضرورت اور ترجیح کی بات ہے لیکن آپ کے ذوق معرفت کو مہمیز کرنے کے لیے حضرت ربیعہؓ کا واقعہ بیان کرتے ہیں، ربیعہ بن کعبؓ کہتے ہیں، ایک دن مجھ سے حضرت رسول خداؐ نے فرمایا، اے ربیعہ! آپ نے سات سال تک میری خدمت کی ہے کیا کسی حاجت کا مجھ سے سوال نہیں کریں گے؟ ربیعہ نے عرض کی یا رسول اللہ مہلت دیں تا کہ سوچ کر سوال کروں، دوسرے دن حضورؐ نے کہا، حاجت بیان کرو۔ ربیعہ نے عرض کی آقا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے بہشت میں آپ کے ساتھ داخل کیا جائے۔ حضورؐ نے پوچھا کس نے یہ مشورہ دیا ہے؟ ربیعہ نے جواب دیا کسی نے مشورہ نہیں دیا بلکہ میں نے سوچا کہ مال کا سوال کروں تو مال ایک دن ختم ہو جائے گا۔ لمبی عمر اور اولاد کا سوال کروں تو اس کا انجام بھی آخر موت ہی ہے یہ سن کر آپؐ نے تھوڑی دیر کے لیے سر کو جھکایا اور فرمایا ہاں ایسا کروں گا البتہ تم اس بارے میں مجھ سے کثرتِ سجود کا وعدہ کرو۔ (میزان الحکمت)

کہتے ہیں ''ایک بادشاہ نے کسی مشکل میں منت مانی اور مشکل ٹل جانے کے بعد اپنے وزیر کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دی اور کہا ان کو زاہدوں اور اللہ والوں کے درمیان جا کر تقسیم کر دو۔ وزیر سارا دن پھرتا رہا اور شام کو تھیلی سمیت واپس لوٹ آیا۔ بادشاہ نے اشرفیاں تقسیم نہ کرنے کا سبب پوچھا تو کہا۔ بادشاہ سلامت ہر چند ڈھونڈا مگر کوئی زاہد اور اللہ والا نہیں ملا۔ بادشاہ حیران ہوا اور کہا میرے حساب سے تو شہر میں سینکڑوں زاہد اور اللہ والے موجود ہیں۔ وزیر نے گزارش کی حضور جو زاہد ہیں وہ مال دنیا لیتے نہیں، جو لیتے ہیں وہ زاہد اور اللہ والے نہیں'' کیا خیال ہے ہمارے ہاں تو ایسے اللہ والوں کی کمی نہیں جو نماز پڑھانے سے پہلے، مجلس پڑھنے سے پہلے اور

دعا مانگنے سے پہلے معاوضہ طے کر لیتے ہیں بلکہ وصول کر لیتے ہیں جبکہ امام رضا علیہ السلام کا فرمان ہے ''آلِ محمد کے ذریعے لوگوں کے مال نہ کھاؤ کیونکہ ان کو ذریعہ معاش بنا کر کھانا کفر ہے''

مفلس جو اگر تن کی قبا بیچ رہا ہے واعظ بھی تو منبر پہ دعا بیچ رہا ہے
دونوں کو ہے درپیش سوال اپنے شکم کا اک اپنی خودی، ایک خدا بیچ رہا ہے

ایک کتاب ہے ''اقبال کے محبوب صوفیاء'' جسے ''اقبال اکادمی پاکستان'' نے چھاپا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک دن مشہور فلسفی غزالی واعظ کر رہا تھا کہ اس کا چھوٹا بھائی آیا اور بھرے مجمع میں اس کو مخاطب کر کے کہا

واصبحت تہدی ولا تہتدی
وتسمع وعظاً ولا تسمع
فیا حجر الشحر حتیٰ متیٰ
تسن الحدید ولا تقطع

''تم نے اس حال میں صبح کی کہ دوسروں کو ہدایت کرتے ہو لیکن خود ہدایت نہیں پکڑتے اور واعظ سناتے ہو لیکن خود نہیں سنتے۔ اے سنگ نسان! کب تک تو لوہے کو تیز کرتا رہے گا لیکن خود کو نہیں کاٹے گا''۔

غزالی نے جب چھوٹے بھائی کی نصیحت سنی تو کہتے ہیں اس نے موعظہ ترک کیا، جنگلوں اور بیابانوں میں نکل گیا اور ریاضتوں میں مشغول ہو گیا۔

چلئے چھوڑیئے، اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ جنادۃ بن امیۃ نے امام حسن علیہ السلام سے نصیحت کرنے کے لیے گزارش کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''سنو! سفر آخرت کے لیے آمادہ رہو، اپنی زندگی ختم ہونے سے پہلے اس کے لیے زاد و توشہ

فراہم کرلو اور یہ جان لو کہ تم دنیا کی تلاش میں ہو اور موت تمہاری تلاش میں ہے، غم فردا جو ابھی نہیں آیا، اُس کو اِس آج پر بار نہ کرو جس میں تم ہو، اگر تم نے زیادہ مال جمع کرلیا تو دوسروں کے خزینہ دار ہو گے، یاد رکھو! دنیا کی حلال چیزوں میں حساب ہے اور حرام چیزوں میں عقاب ہے اور شبہات میں عتاب ہے، دنیا کو مثل مردار کے فرض کرو، جس میں سے صرف ضرورت بھر لو اگر وہ حلال ہے تو تم نے زہد سے کام لیا اگر حرام ہوا تو تمہارے اوپر گناہ نہ ہوگا اور عتاب ہے تو معمولی سا ہوگا، اپنی دنیا کے لیے اس طرح کوشش کرو جیسے تم کو ہمیشہ رہنا ہے اور آخرت کے لیے ایسی کوشش کہ کل مرجانا ہے، اگر کسی قبیلہ کے بغیر عزت، کسی حکومت کے بغیر ہیبت چاہتے ہو تو خدا کی معصیت کی ذلت سے نکل کر خدا کی اطاعت کی عزت میں داخل ہو جاؤ۔ (گفتار دلنشین)

اب آج کی نشست کے آخر میں کشائش رزق کے لیے دو عمل بتاتے ہیں ضرور پابندی سے سرانجام دیں۔ ان شاءاللہ فائدہ ہوگا۔

۱۔ سورہ واقعہ اور سورہ یٰسین پابندی سے پڑھیں اور ان کلمات کا کثرت سے ورد کریں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الْمَلِكِ الْحَقِّ الْمُبِيْنِ وَ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرِ.

۲۔ ہر نماز کے بعد سو مرتبہ سورہ انعام کی یہ آیت پڑھیں "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ" اور اس کے بعد سورہ شوریٰ کی یہ آیت پڑھیں "اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ"

سر! لگتا ہے کہ آپ آج تھک گئے ہیں....." محسن نے کہا۔

"میں نہیں تھکا۔ گھڑی آپ بار بار دیکھ رہے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ وقت پورا

ہو چکا ہے....." میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی سر! اصل وجہ یہی ہے....." محسن نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں افطار کا سامان تیار کراتا ہوں....." میں نے کہا اور اٹھنے لگا۔

"نہیں سر! آج میرے چچا کے ہاں افطار ہے اور کل ہمارے ہاں۔ کل کی محفل بھی ہمارے ہاں ہوگی کل آپ سب پانچ بجے میرے گھر تشریف لائیے گا......" محسن نے کہا۔

جی جعفری صاحب۔ آپ کیا کہتے ہیں....؟ میں نے ارشادالعصر جعفری سے کہا۔

"سر! ہمیں تو دعوت افطار سے بہت پیار ہے....." ارشاد نے مسکراتے ہوئے کہا

"جیسے ہمیں دعوت اسلامی سے پیار ہے،،،، اوکے۔ کل ہم محسن کے گھر جمع ہوں گے......" میں نے کہا۔

☆☆☆

پروگرام کے مطابق ہم اگلے دن محسن کے گھر میں موجود تھے۔ محسن نے اپنے ڈرائینگ روم کا اے سی AC آن کردیا تھا۔

دنیا اور دنیا طلبی، زر اور زرگری سے جتنا محمدؐ و آل محمد نے دوری اختیار کی ہے اتنا ہی بزعم خود ولایت آل محمد کے ٹھیکیدار علاموں اور ذاکروں نے اس کو سمیٹا ہے اور کاسہ دنیا کو بھرنے کے لیے آل محمد کو وسیلہ بنالیا ہے حالانکہ حضرات محمدؐ و آل محمد پر جتنے مصائب ڈھائے گئے وہ اسی دنیا کی محبت میں ڈھائے گئے۔ علیؑ و فاطمہؑ پر ڈھائے گئے مظالم ہوں یا حسنین شریفینؑ پر توڑے جانے والے ظلم کے پہاڑ ہوں سب کی وجہ محبتِ دنیا ہے۔ جنگ جمل کا ایک خوفناک کردار ہے اور مولائے کائنات اُس کے بارے فرماتے ہیں "ینصب حبالة الدين لاصطفاء الدنيا" اس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے دین کا جال بچھایا ہے۔ اور ایک موقعہ پر ان بظاہر دین دار مگر

درحقیقت دنیا دارلوگوں کے لیے فرمایا"**یحتلبون الدنیا درھا بالدین**" یہ دین کے بہانے دنیا (کے تھنوں) سے دودھ دوہتے ہیں۔اورعلی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا "**من احب الدینار و الدرھم فھو عبد الدنیا**" جو شخص دینار اور درہم سے محبت کرتا ہے وہ دراصل دنیا کا بندہ ہے۔

یہ خطباءحضرات دن رات درہم ودینار کے لیے بھاگتے ہیں۔اپنی ریٹنگ کے لیے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں، سارا سال ان کے ایجنٹ اور بروکر کام کرتے ہیں اور کمیشن وصول کرتے ہیں،ان کی سٹاک ایکس چینج میں ہمیشہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے لیکن"وسائل الشیعہ"میں سرکاررسالتمآبؐ کا فرمان ہے کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ جہنم کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟بتایا گیا"**خطباء امتک،یامرون الناس بالبر وینسون آنفسھم وھم یتلون الکتاب افلا یعقلون**" یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں حالانکہ کتاب کی تلاوت کرتے ہیں مگر عقل سے کام نہیں لیتے"۔

اس عقاب وعتاب کی وجہ بھی حضورؐ نے اپنے پاک فرمان میں بتادی ہے کہ "علم اللہ کی زمین میں اس کی امانت ہے اور علماء اس کے امین ہیں پس جس شخص نے اپنے علم پر عمل کیا اس نے امانت ادا کردی اور جس نے عمل نہیں کیا اس کا نام خیانت کرنے والوں کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے" (بحارالانوار)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا"جو شخص ان چار غرضوں کے لیے علم حاصل کرے گا جہنم میں جائے گا۔

(۱)۔علماء پر شیخی بگھارنے کے لیے

(۲)۔جہلاء سے جھگڑنے کے لیے

(۳)۔لوگوں کی توجہ کا مرکز بننے کے لیے

(۴)۔امراء سے مال اینٹھنے کے لیے (بحارالانوار)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا"جو شخص علم کو روزی کا ذریعہ بنائے گا وہ ہمیشہ محتاج رہے گا"

دولت کی دیوی سے محبت بالآخر ان نام نہاد علماء کو امراء کے ذر کا دریوزہ گر بنا کے چھوڑتی ہے جہاں ملوک کی بے جا خوشامد اور تملق کی ذلت سے ان کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔اسی طرح کا ایک عالم امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔دولت کی محبت اس کو دربار تک کھینچ لے گئی تو امامؑ نے ایک خط لکھا جس میں اسے جاہ طلبی اور دنیا طلبی کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"خداوندِ عالم نے قرآن میں علماء سے عہد و پیمان لیتے ہوئے فرمایا ہے،تم کتاب خدا کو صاف صاف بیان کردینا اور خبردار اس کی کوئی بات چھپانا نہیں(وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ) پس تم بھی جان لو کہ چھپانے کا سب سے آسان طریقہ اور سب سے ہلکا بوجھ جو تمہارے کندھوں پر پڑے گا وہ یہ ہے کہ تمہاری قربت کی وجہ سے ظالموں کی وحشت انسیت سے بدل جائے گی اور گمراہی کا راستہ ان کے لیے آسان ہوجائے گا۔۔کیا ایسا نہیں ہے کہ ظالم حضرات جو تمہاری دعوتیں کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ صرف اپنے ظلم وستم کی چکی کا قطب تم کو قرار دیں؟اور اپنی ستم گری کا پہیہ تمہاری وجہ سے گھمائیں،تم کو اپنی بلاؤں سے بچنے کے لیے ایک پُل قرار دیں تا کہ تم ان کی گمراہیوں کی سیڑھی اور مبلغ بنو،وہ اس طرح تم کو اسی راستے پر لگانا چاہتے ہیں جس پر

خود چل رہے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ذریعہ سچے علماء کولوگوں کی نظر میں مشکوک بنادیں اورعوام کے قلوب کواپنی طرف مائل کرلیں۔وہ لوگ تم سے جوکام لے لیں گےوہ مخصوص ترین وزیروں اور طاقتور ترین ساتھیوں سے بھی نہیں لے سکتے ہم ان کی خراب کاریوں اورفساد کی عیب پوشی کرو گےاور ہر خاص وعام کودربار میں کھینچ بلاؤ گے۔پس جوچیز وہ تم سے لیں گے وہ کہیں عظیم ہوگی اس چیز کے مقابلہ میں جووہ تم کودیں گےاور کتنی بے قیمت ہے وہ چیز جس کوتمہارے لیےآباد کریں گے بمقابلہ اس چیز کےجس کوتمہارے لیے ویران کریں گےلہٰذا اپنے بارے میں خود سوچو،اس لیے کہ دوسرا تمہارے لیےنہیں سوچے گا" (تحف العقول)

اہلبیتؑ کےحقیقی علماء کی علامتیں امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ بیان کی ہیں

☆"عالم کی تین علامتیں ہیں علم،حلم اورخاموشی۔"

☆عالم وہ ہوتا ہے جسے اس کا علم پرہیز گاری وتقویٰ کی طرف،عالمِ فنا سے زہد کی طرف بلاتا ہےاور جنت الماویٰ کے ساتھ محبت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

☆عالم دل ودماغ سے غورکرتا ہے جبکہ جاہل اپنی آنکھوں اورنگاہوں سے دیکھتا ہے۔

☆عالم جاہل کو پہچانتا ہے کیونکہ وہ پہلے جاہل تھا لیکن جاہل عالم کونہیں پہچانتا کیونکہ وہ پہلے عالم نہ تھا۔

☆علماء اخلاق کے لحاظ سے سب لوگوں میں نمایاں اورطبعی طور پر طمع میں سب لوگوں سے کم ہوتے ہیں۔

ان علماء کا مقام ومرتبہ کیا ہےحضرت نبی رحمتؐ فرماتے ہیں"جس نے علماء کا استقبال کیااس نے میرا استقبال کیا،جس نے علماء کی زیارت کی گویا اس نے میری

زیارت کی،جوعلماء کے ساتھ بیٹھاوہ گویا میرے ساتھ بیٹھا جومیرے ساتھ بیٹھا گویا وہ اللہ کے ساتھ بیٹھا"۔ (میزان الحکمت)

معراج کےموقعہ پراللہ تعالیٰ نے فرمایا:اےاحمدؐ!دنیاداروں کےعیب بہت زیادہ ہیں ان میں حماقت اورجہالت ہوتی ہے وہ جس سے علم حاصل کرتے ہیں اس کے ساتھ تواضع سے پیش نہیں آتے۔ایسےلوگ اپنی ذات کے نزدیک توعقلمند ہوتے ہیں لیکن عرفاء کے نزدیک احمق ہوتے ہیں۔ (میزان الحکمت)

تواضع کا مفہوم کیا ہے؟شوکت نے سوال داغا۔

"ٹھیک۔بتاتے ہیں۔۔اسی وقت محسن کے بھائی بھی وہاں آگئے۔انہوں نے سلام کیا۔میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد بولنا شروع کیا

"حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے تواضع کے معنی میں فرمایا"لوگوں کے حقوق اس طرح ادا کرے جس طرح ان سے اپنے حقوق ادا کرانا چاہتا ہے"۔

پھرکسی نے آپؑ سے پوچھا:تواضع کا انداز کیا ہے،کب آدمی کومتواضع کہنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا:"تواضع کے بہت سے درجے ہیں۔ایک یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کواپنے مرتبے سے زیادہ نہ سمجھے تکبر اورغرور سے بچے،لوگوں سے وہی برتاؤ کرے جوخود اپنے لیے چاہتا ہے،بدی کا نیکی سے عوض دے۔غصے کو مارے قصورواروں کومعاف کرے،ایسے نیک مردوں کوخدا دوست رکھتا ہے"۔

آج کے لیے اتنا کافی ہے۔باقی سوالات ان شاءاللہ کل دیکھیں گےلیکن آج رات بلکہ ہر رات کچھ کام کیا کریں وہ کام جوخاتم الانبیاءؐ نے اپنی دختر جناب زہراؑ سلام اللہ علیہا کوتعلیم فرمائے۔

"ایک روز جناب صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمہ زہراؑ رسولؐ اللہ کے پاس تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے فرمایا اے لختِ جگر چار کام کرنے سے پہلے سویا نہ کرو۔ عرض کیا بابا جانؐ ! کونسے کام؟ فرمایا:

۱۔پورا قرآن ختم کر کے سویا کرو۔

۲۔تمام انبیاء کو اپنا شفیع بنا کر سویا کرو۔

۳۔تمام مومنین کو راضی کر کے سویا کرو۔

۴۔حج تمتع وعمرہ بجا لا کر سویا کرو۔

شہزادی کائنات نے عرض کیا بابا جانؐ! یہ سارے کام سونے سے پہلے کس طرح انجام دیئے جا سکتے ہیں؟ فرمایا: اے میری نورِ نظرؑ!

۱۔تین مرتبہ سورہ اخلاص کی تلاوت کرو گی تو تم کو پورے ختم قرآن کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

۲۔تمام انبیاء پر درود "**اللھم صلی علیٰ محمد و آل محمد علی جمیع الانبیاء و المرسلین**" درود پڑھو گی تو اس کے ذریعے انبیاء کی خوشنودی حاصل ہو گی اور روزِ جزا ان کو شفیع قرار پاؤ گی۔

۳۔مومنین کے لئے اس طرح دعائے مغفرت کرو گی "**اللھم اغفر للمومنین و المومنات**" تو یہ عمل ان کے دلوں کو خوش کرنے کے برابر ہو گا۔

۴۔تسبیحاتِ اربعہ یعنی "**سبحان اللہ و الحمدللہ و لا الہ الا للہ و اللہ اکبر**" ایک بار پڑھو گی تو یہ حج تمتع و عمرہ کے برابر ہو گا۔" ☆☆☆

ڈاکٹر صاحب! کچھ رات کے وقت تلاوت وعبادت کی فضیلت بتایئے....." محسن نے آغاز میں ہی پوچھ لیا

"جی درود پڑھیئے محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر....." بعد از درود گزارش یہ ہے محترم! عبادت غرض خلقت ہے اور تقاضہ بندگی یہ ہے کہ انسان کسی لمحے بندگی سے غافل نہ رہے، رات کی عبادت ریا کاری سے پاک ہوتی ہے اور مکمل حضورِ قلب کے ساتھ ہوتی ہے۔ رات کی عبادت کی توفیق کا حاصل ہونا لطفِ خداوندی ہے اور گناہوں سے دوری کی علامت ہے۔ ایک شخص نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ میں نمازِ شب ادا کرنے سے محروم ہوں۔

"آپؑ نے فرمایا: تیرے گناہوں نے تجھ کو اس نعمت سے روک رکھا ہے اور فرمایا کہ: حضرت سلیمانؑ کی والدہ نے ان کو وصیت فرمائی، اے فرزند! رات کو بہت نہ سویا کرو کیونکہ رات کا بہت سونا انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا تا ہے"۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک شخص نے نماز شب اور تلاوت قرآن مجید در شب کی فضیلت دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا:

"بشارت ہو اس کو جو کوئی شب کے دسویں حصے کو اخلاص و نیازمندی سے نماز میں گزارے جبکہ غرض محض رضائے رب ہو، تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے ارشاد فرماتا ہے: میرے اس بندے کے لیے ان درختوں کے پتوں اور نباتات کی تعداد کے برابر ثواب لکھو جو دریائے نیل کے پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تمام روئے زمین کے درختوں، پتوں، نباتات چرند و پرند کی تعداد کے برابر اس کا ثواب لکھو۔

اور فرمایا جو شخص شب کا نواں حصہ نماز میں گزارے اللہ تعالیٰ اس کی دس دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اور روزِ قیامت اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں عطا فرمائے گا۔

اور جو شخص شب کا آٹھواں حصہ نماز میں بسر کرے، خداوند تعالیٰ اس کو اس شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے جس نے جنگ میں ثابت قدم رہ کر شہادت پائی ہو۔ اور روزِ قیامت اسے اپنے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کی سفارش کرنے کا رتبہ عطا فرمائے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی ساتواں حصہ شب کا نماز میں گزارے، جب وہ قبر سے اٹھے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا اور پلِ صراط سے امن کے ساتھ گزرے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی چھٹا حصہ شب کا نماز میں گزارے، خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا اور اس کو توبہ کرنے والوں میں شمار کرے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی پانچواں حصہ شب کا نماز میں گزارے خداوند تعالیٰ بہشت میں اس کو قبہ حضرت ابرہیمؑ میں جگہ دے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی چوتھا حصہ شب کا نماز میں گزارے، قیامت کے روز کامیاب اور رستگار لوگوں کے ساتھ اٹھے گا اور پل صراط سے تیز ہوا کی مانند گزر جائے گا اور بے حساب داخلِ بہشت ہوگا۔

اور فرمایا: جو کوئی تیسرا حصہ شب کا نماز میں گزارے، خداوند تعالیٰ اس کو ایسا مرتبہ کرامت فرمائے گا کہ ہر ایک فرشتہ اس کے مرتبے کی آرزو کرے گا اور روز قیامت حکم ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے بہشت میں داخل ہو جا۔

اور فرمایا: جو کوئی نصف شب نماز میں گزارے، اس کو اس قدر ثواب عطا ہوگا کہ تمام روئے زمین اگر طلائے خالص ہو اور وہ اس مومن کو اس کے عوض دے دیا جائے تو قبول نہ کرے گا اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ستر غلام اولادِ اسماعیل علیہ

السلام سے آزاد کرنے کی بہ نسبت زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

اور فرمایا: جو کوئی دو تہائی شب نماز میں گزارے، اللہ تعالیٰ ایک بیابان میں جو ذرات ہیں ان کے برابر تعداد میں اس کو حسنات عطا فرماتا ہے کہ ان میں سب سے کم درجے کا حسنہ کوہ احد سے دس گنا سنگین وگراں قدر ہوگا۔

اور فرمایا: جو کوئی تمام شب عبادت کرے کبھی سجدے میں اور کبھی رکوع میں ہو، کبھی تلاوت قرآن مجید اور کبھی ذکر خدا میں مشغول ہو تو خداوندِ عالم اسے اس قدر ثواب عطا فرمائے گا جس کا کم تر درجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں سے پاک ہو کر ایسا ہو جائے گا جیسا شکم مادر سے بوقت پیدائش تھا اور مخلوق خدا کی تعداد کے برابر اس کے حسنات لکھے جائیں گے اور اس کی قبر کو خداوند تعالیٰ نور سے پر کر دے گا، حسد و بغض کو اس کے دل سے صاف کر دے گا، عذابِ قبر سے نجات دے گا، اور آتشِ جہنم سے اس کے لیے برأت لکھی جائے گی اور روزِ قیامت ان لوگوں کے ساتھ قبر سے اٹھے گا جو قیامت کے ہول سے بے خطر ہوں گے۔ پروردگار عالمین ملائکہ سے فرمائے گا دیکھو! میرے اس بندے کو جس نے میری رضا کی خاطر عبادت میں شب بیداری کی ہے اسے جنت الفردوس میں جگہ دو اور بہشت میں سو ہزار شہر اسے دو کہ ہر شہر میں وہ اشیاء موجود ہوں جو اس کا نفس خواہش کرے اور اس کی آنکھیں ان کو دیکھ کر تازگی محسوس کریں، جو کرامتیں اور نعمتیں میں نے اس کے واسطے مقرر کی ہیں ان سے بڑھ کر میرے قرب و وصال کے انعام سے اسے کامیاب کرو۔

اے ابوذرؓ کوئی شخص اپنی پیشانی قطعاتِ زمین سے کسی قطعۂ زمین پر نہیں رکھتا مگر یہ کہ وہ قطعۂ زمین قیامت کے روز اس کے سجدوں کی گواہی دے گا، اور کوئی فرودگاہ نہیں کہ لوگ وہاں فروکش ہوں مگر جب صبح ہوتی ہے تو وہ مقام اترنے والوں پر

صلوات بھیجتا ہے اگر انھوں نے وہاں حق تعالیٰ کی عبادت کی ہو، یا ان پر لعنت کرتا ہے اگر وہاں ان لوگوں نے حکم خدا کے خلاف کام کیا ہو" (روح الحیات ۔علامہ مجلسی)

حضرت ابوذر سے فرمایا: اے ابوذرؓ! کوئی صبح یا شام نہیں ہوتی، مگر قطعات اراضی ایک دوسرے کو ندا دیتے ہیں: اے میرے ہمسائے؟ کیا کسی گزرنے والے نے تجھ پر اللہ کا ذکر کیا ہے، یا کسی بندے نے اپنی پیشانی تجھ پر سجدہ خدا کے لیے رکھی؟ پس کوئی قطعہ کہتا ہے، نہیں اور کوئی اقرار کرتا ہے پس جو اقرار کرتا ہے خوش ہوتا ہے اور اپنے ہمسایوں پر فخر کرتا ہے کہ دیکھو! میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ مجھ پر خدا کی عبادت ہوتی ہے۔ (روح الحیات ۔محمد باقر مجلسی)

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

"اے ابوذرؓ! مرد مسلم سفید ریش کی عزت کرنا، حاملان قرآن کے احکام پر عمل کرنے والوں کی عزت کرنا، سلطان عادل کی عزت کرنا، اللہ کی عزت کرنے کے برابر ہے"۔ (روح الحیات ۔محمد باقر مجلسی)

مسلسل بولنے کے بعد میں سانس لینے کو رکا۔ جبکہ حاضرین صلواۃ پڑھنے لگے۔

سر! ایک مومن کی کیا خصلتیں ہوتی ہیں؟ جب درود کا سلسلہ رکا تو حسن کاظمی نے کہا

جی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی سنئے، آپؑ نے فرمایا کہ مؤمن کامل وہ ہے جس میں یہ دس خصلتیں ہوں۔

۱۔لوگ اس سے خیر کی امید رکھتے ہوں۔

۲۔لوگ اس کے شر سے بے خوف ہوں۔

۳۔اپنی کثیر نیکیوں کو بھی قلیل جانتا ہو۔

۴۔اپنے گناہوں کو کثیر سمجھتا ہو۔

۵۔دوسروں کے خیر قلیل کو کثیر سمجھتا ہو۔

۶۔دوسروں کے گناہانِ کثیرہ کو قلیل سمجھتا ہو۔

۷۔عمر بھر طلبِ علم میں مصروف رہے۔

۸۔فقیر کو تونگر سے بہتر سمجھے۔

۹۔مقدر شدہ روزی پر صبر کرے۔

۱۰۔جس شخص کو دیکھے اس کو خود سے بہتر سمجھے۔

جناب امیر المومنینؑ سے ایک صحابی نے سوال کیا، مولاؑ! مومن کی تعریف بیان فرمائیے؟

آپؑ نے سامنے کی دیوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ اگر اس دیوار کو حکم دے کہ سونے کی ہو جا تو دیوار سونے کی ہو جائے، اس صحابی نے جب دیوار کی طرف دیکھا تو وہ سونے کی ہو چکی تھی وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ مولاؑ! آپؑ نے اس دیوار کو حکم تو نہیں دیا تھا صرف اشارتاً اور تمثیلاً فرمایا تھا مگر یہ دیوار پھر بھی سونے کی ہوگئی۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: یہ مومن اور امیر المومنینؑ کا فرق ہے۔ (روح الحیات)

"سر! ایک بڑا دلچسپ سوال ہے اگر آپ اجازت دیں تو پوچھوں....." چوہدری علی نے کہا۔

"جی ضرور پوچھیے....." میں نے ان سے کہا۔

"سر! کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن دوزخ **"ھل من مزید"** پکارے گی اور اللہ اپنی لات اس میں ڈالے گا تو دوزخ کہے گی کہ بس بس....." چوہدری علی نے کہا تو سبھی ہنسنے لگے۔

اچھا سورہ "ق" کی اس آیت "**یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ**

هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ وہ جواب دے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟'' کے ذیل میں تفسیر احسن البیان میں لکھا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کافر جن وانس کو جہنم میں ڈال دے گا تو جہنم سے پوچھے گا کہ تو بھر گئی ہے یا نہیں وہ جواب دے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یعنی اگرچہ میں بھر گئی ہوں لیکن یا اللہ! تیرے دشمنوں کے لیے میرے دامن میں اب بھی گنجائش ہے جہنم سے اللہ تعالیٰ کی یہ گفتگو اور جہنم کا جواب دینا، اللہ کی قدرت سے قطعاً بعید نہیں۔ حدیث میں بھی آتا ہے ''آگ میں لوگ ڈالے جائیں گے اور جہنم کہے گی: هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کیا کچھ اور بھی ہے؟ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا پیر رکھ دے گا جس سے جہنم پکار اٹھے گی قط قط یعنی بس بس (تفسیر احسن البیان۔ حافظ صلاح الدین یوسف)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اہل دوزخ جہنم میں ڈالے لائیں گے اور جہنم کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ (یعنی اس کا پیٹ نہیں بھرے گا) یہاں تک کہ پروردگار عالم اس پر اپنا قدم رکھ دے گا پھر جہنم کہے گی بس بس۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر)

تفسیر ''احسن البیان'' کے مصنف حافظ صلاح الدین یوسف ص۱۳۱۴ پر سورہ قلم کی آیت ''یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ' کی شرح میں لکھتے ہیں

''ایک صحیح حدیث میں اس کی تفسیر اس طرح بیان ہوئی ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا، (جس طرح کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو ہر مومن مرد اور عورت اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے، البتہ وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دکھلاوے اور شہرت کے لیے سجدے کرتے تھے، وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی ریڑھ کی ہڈی کے منکے، تختے کی طرح ایک ہڈی بن جائیں گے جس کی

وجہ سے ان کیلئے جھکنا ممکن ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۴۹۱۹) اللہ تعالیٰ کی یہ پنڈلی کس طرح کی ہوگی ۔ اسے وہ کس طرح کھولے گا۔ اس کیفیت کو ہم جان سکتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں، اس لیے جس طرح ہم بلا کیف وبلا تشبیہ، اس کی آنکھوں، کان، ہاتھ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں، اسی طرح پنڈلی کا ذکر بھی قرآن اور حدیث میں ہے، اس پر اس کی کیفیت بیان کیے بغیر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ یہی سلف اور محدثین کا مسلک ہے۔'' یہ ہے آپ کے سوال کا پس منظر۔ جواب کل ہوگا۔ ☆☆☆

علی صاحب آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ تعلیمات محمدؐ و آلِ محمد کے مطابق اللہ جسم وجسمانیت سے پاک اور منزہ ہے، نہ اس کے پیر، نہ ہاتھ، نہ پنڈلی۔ اعضاء وجوارح سے اس کی توصیف نہیں کی جاسکتی، نہ ہی وہ مکان اور زمان کی حدود کا پابند ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نظریہ توحید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۱۔ولا یوصف نشیءِ من الاجزاء ولا بالجوارح والاعضاء

اسے اجزاء، اعضاء وجوارح میں سے کسی سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ (نہج البلاغہ)

۲۔لا یجری علیہ السکون والحرکۃ وکیف یجری ماھو اجراہ اس (اللہ) پر حرکت وسکون طاری نہیں ہو سکتا جو چیز اس نے مخلوق پر طاری کی ہو وہ اس پر کیوں کر طاری ہو سکتی ہے۔ (نہج البلاغہ)

۳۔ولم یوصف باین ولا بمکان اس (اللہ) کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے اور نہ یہ کہ وہ کس جگہ پر ہے۔ (نہج البلاغہ)

ہر زبان میں لفظوں کے لغوی معانی کے ساتھ ساتھ کچھ استعاراتی، محاوراتی اور مجازی مفاہیم وابستہ ہوتے ہیں جب یہ الفاظ بولے جاتے ہیں تو کوئی بھی ان سے لغوی معنی مراد نہیں لیتا اور یہ انداز بیاں کلام کو پُر معانی اور حسین بناتا ہے اور کلام

میں فصاحت و بلاغت پیدا ہو جاتی ہے اگر کہا جائے کہ ذمہ داریوں یا غموں نے فلاں کی کمر توڑ دی ہے تو سننے والا جان لے گا کہ غموں کی شدت اور ذمہ داریوں کے بوجھ نے اس کی ہمت توڑ دی اور اب مزید غموں کے سہنے کی اس میں سکت نہیں رہی اور مزید غموں کا سہنا اس کے بس کی بات نہیں رہی ۔ اگر ماں اپنے بچے کو چاند کہے تو مراد یہی لیا جائے گا کہ اس ماں کا بیٹا انتہائی خوبصورت اور حسین ہے یا کہا جائے کہ مریض نے رات تارے گنتے گنتے گزار دی تو یہاں تارے گننے کے عمل کا کوئی تعلق نہیں بلکہ مرض کی شدت اور تکلیف کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جس کے سبب مریض سو نہ سکا ۔ قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ پر یہی انداز بیان اپنایا گیا ہے اور الفاظ مجازی یا محاوراتی تراکیب کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں جیسا کہ ید اللہ، عین اللہ، وجہ اللہ یا کشف ساق وغیرہ ۔

یداللہ

۱۔ ید کے ایک معنی تو ہاتھ ہے جو جسم کا عضو اور حصہ ہوتا ہے لیکن لغت عرب میں یہ لفظ ہمیشہ ہاتھ کے لئے نہیں بولا جاتا بلکہ قدرت اور طاقت کے استعارے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور یہ اس وقت بھی بولا جاتا ہے جب کسی شے کا زیر تصرف ہونا یا زیر نگیں ہونا بیان کرنا ہو ۔

جب امام علی رضاؑ سے پوچھا گیا کہ ”**یَا اِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ** “سورہ ص کی اس آیت میں لفظ ”**بِیَدَیَّ**“ کا کیا مفہوم ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابلیس سے یہ کہہ رہا ہے اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اس (آدم) کو سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ۔ یہاں ید سے مراد ہاتھ نہیں بلکہ مراد قدرت اور طاقت ہے ۔ یہی حال آل عمران کی اس آیت **تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ** ”میں لفظ ”**بِیَدِکَ الْخَیْرُ**“ کا

ہے یعنی ہر بھلائی کا اختیار اللہ کے پاس ہے اور ہر بھلائی کا ظہور اسی سے ہوتا ہے ۔

۲۔ اگر اُردو میں یوں کہا جائے کہ فلاں شخص کی مٹھی بند ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ شخص کنجوس ہے اور یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ اس شخص کی انگلیاں کھلتی نہیں یا انگلیاں ہتھیلی سے جڑی ہوئی ہیں ۔ یہ جو قرآن میں آیا ہے ۔

☆ ”**وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا**“ اور نہ تو آپؐ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھیں اور نہ ہی اسے بالکل کھلا چھوڑ دیں ۔ (بنی اسرائیل، ۲۹)

یہاں ہاتھ کا گردن سے باندھنا سے مراد بخل اور کنجوسی سے کام لینا ہے اور ہاتھ کھلا چھوڑنے سے مراد فضول خرچی ہے نہ کہ فی الحقیقت جسمانی ہاتھوں کا پس گردن باندھ دینا یا کھلا چھوڑ دینا ہے ۔

☆ **وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ أَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ**“ ”اور یہودی کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ان کے اس قول کے سبب ان پر لعنت ہو بلکہ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں“ (مائدہ ۔ ۶۴)

یہاں ہاتھوں کے باندھنے سے مراد یہ ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ اللہ بے بس ہے جبکہ اللہ بے بس نہیں بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں یعنی اللہ بااختیار صاحب قدرت اور بڑی وسعت والا ہے ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے آیا ہے ۔ ”**وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْأَیْدِ**“ (ص ۔ ۱۷)

اس آیت میں لفظ ”**الْأَیْدِ**“ ید کی جمع ہے یعنی ”**ذَا الْأَیْدِ**“ کا لغوی معنی ہوگا بہت سے ہاتھوں والا اور آیت کا ترجمہ بنے گا ۔ اے میرے رسولؐ! ہمارے بندے داؤد کا ذکر کرو جو بہت سارے ہاتھوں والے تھے ۔ صاف ظاہر ہے یہ ایک بے معنی سی

بات بنے گی ۔حضرت داؤدؑ کے دو سے زیادہ ہاتھ نہ تھے ۔یہاں پر مرادِ الٰہی یہ ہے اے میرے حبیبؐ! ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کرو جو بہت زیادہ روحانی اور جسمانی طاقت کے مالک تھے۔

عین اللہ

اگر چہ قرآن مجید میں ''عین اللہ'' کی لفظیں اکٹھی نہیں آئیں لیکن عین جس کے عمومی معنی آنکھ کے ہیں کی نسبت اللہ سے ضرور بیان ہوئی ہے جیسا کہ

☆وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِأَعْیُنِنَا (ہود۔۳۷)

☆فَأَوْحَیْنَا إِلَیْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ بِأَعْیُنِنَا (مومنون۔۲۷)

لغوی اعتبار سے معنی یہ بنے گا اے نوحؑ! ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم اور جسمانیت سے پاک ہے آیتوں کا حقیقی ترجمہ یوں ہوگا کہ ''اے نوحؑ! ہماری زیرِ نگرانی اور ہماری ہدایت کے مطابق کشتی کو تیار کرو ۔یہ اسی طرح ہے جس طرح طالب علم اپنے "supervisor" کی زیرِ نگرانی اپنی ڈگری کے مقالہ جات کو مکمل کرتا ہے۔

وجہ اللہ

کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ إِلَّا وَجْهَهُ (قصص۔۸۸)

ہر شے ہلاک ہو جائے گی سوائے اللہ کے چہرے کے۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: کیا وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کا باقی جسم تو ہلاک ہو جائے گا اور چہرہ باقی رہ جائے گا؟ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ چہرے کے ساتھ اس کی توصیف کی جائے حقیقی مفہوم یہ ہے کہ خدا کے دین کے علاوہ ہر چیز ختم ہو جائے گی بس اللہ کا دین اور وہ سمت باقی رہ

جائے گی جو اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے۔ (کتاب التوحید۔شیخ صدوق)

اور وجہ کا یہی مفہوم اس آیت میں بھی بیان ہوا ہے

وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ (الرحمٰن ۲۷)

ایک ملحد شخص امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ قرآن میں تضاد پایا جاتا ہے، جیسا کہ۔

''یَا حَسْرَتَی عَلَی مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنبِ اللّٰهِ'' (زمر ۵۶) میں جنب اللہ (اللہ کا پہلو) آیا ہے اور اسی طرح ''فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ ۱۱۵) اور کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ إِلَّا وَجْهَهُ (قصص۔۸۸) میں وجہ اللہ (اللہ کا چہرہ) آیا ہے۔ ان آیتوں سے اللہ کے لئے جسم ثابت ہوتا ہے''۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: یہ سب استعارے ہیں جب کا ایک مفہوم ''قرب'' ہے، جب تم یوں کہتے ہو کہ فلاں شخص فلاں کے قریب ہے تو کہتے ہو ''فلان الی جنب فلان'' اس آیت میں اللہ نے منکرین دین کو تنبیہ کی ہے کہ خبردار کل تمہیں کہیں یہ نہ کہنا پڑے کہ ہائے افسوس میں نے خدا کے قرب کے حصول میں کوتاہی کی تھی اور جہاں تک ''وجہ اللہ'' کا تعلق ہے تو آیت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ خدا کا سارا وجود تو ہلاک ہو جائے گا اور اس کا چہرہ باقی رہ جائے گا۔ذاتِ الٰہی کے لئے ایسا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے یہاں ''وجہ اللہ'' سے مراد ''اللہ کا دین'' ہے۔ (احتجاج طبرسی)

''سر! مولائے کائناتؑ کے القابات بھی تو اسی طرح کے ہیں پھر ان کا کیا مفہوم ہوگا ذرا وضاحت ہو جائے؟ حسن کاظمی نے پوچھا۔

حضرت علی علیہ السلام کے القاب

صحیح کہا: میں ایک لمحے کے لئے رکا جب ہم حضرت علیؑ کے ان القابات

جیسے 'قلب اللہ ،ید اللہ ،لسان اللہ ،وجہ اللہ ،عین اللہ، اذن اللہ ،جنب اللہ'' کے مفاہیم کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہاں بھی زبان وبیان کا وہی مجازی اسلوب نظر آتا ہے۔قال :امیر المومنین علیہ السلام ''انا علم اللہ، وانا قلب اللہ الواعی، ولسان اللہ الناطق، وعین اللہ، وجنب اللہ، وانا ید اللہ'' (توحید۔شیخ صدوق)

قلب اللہ

امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں اللہ کو زیادہ یاد کرنے والا قلب ہوں یعنی میرا دل اللہ کے علم کا ظرف ہے اور میرا دل اللہ کی اطاعت کی طرف راغب ہے۔اور اس دل میں ماسوااللہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں اس دل میں صرف اللہ بستا ہے یہ دل اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اور اللہ کے لئے ہی دشمنی کرتا ہے۔قلب کی اللہ کی طرف نسبت ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے عبداللہ (اللہ کا بندہ)، بیت اللہ (اللہ کا گھر)۔

یداللہ

حضرت علیؑ کے لئے یداللہ کا لقب استعمال کرتے ہیں تو مدعا یہ ہوتا ہے کہ آپؑ وہ ہستی ہیں جس کا ہاتھ رضائے الٰہی اور ارادہ خداوندی کے بغیر حرکت نہیں کرتا ،حضرت علیؑ کا ہاتھ وہ ہاتھ ہے جو جنگ کرتا ہے تو رضائے الٰہی کے لئے اور صلح کرتا ہے تو خوشنودی خدا کے لئے ،آپؑ امر خداوندی کے تحت ظالموں کی بیخ کنی کرتے ہیں اور مظلوموں کی دادرسی۔عدل الٰہی کے قیام کے لئے ہمہ تن مصروف اور شرک وکفر کی بیخ و بن کو اکھیڑ پھینکنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں یہ ہاتھ اپنے عمل میں سو فیصد اللہ کے لئے خالص ہیں۔دین خدا کے مددگار اور دشمنان خدا کے لئے قہر الٰہی ہیں۔آپؑ کے اخلاص عمل کی روشن مثال وہ واقعہ ہے جب آپؑ جنگ کے دوران دشمن کو پچھاڑ کر اس

کے سینے پر سوار ہو جاتے ہیں تو وہ اپنا نجس لعاب دہن روئے علیؑ پر پھینک دیتا ہے اور آپؑ فوراً اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میری جنگ خالصتاً خدا کے لئے تھی اس نے تھوکا تو اب میرا ذاتی غصہ بھی اس میں شامل ہو گیا اس لئے میں نے اسے فوراً چھوڑ دیا۔جب غصہ فرو ہوا تو آپؑ نے دوبارہ اس دشمن خدا کا کام تمام کر دیا۔آپؑ کے یداللہ ہونے میں ارادہ الٰہی یقیناً شامل ہے اور اس کا ایک خوبصورت واقعہ سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر میں یوں درج ہے۔

نادرشاہ کے عہد میں حضرت علیؑ کا روضہ تعمیر کیا گیا تو اس کے اوپر سونے کا پنجہ نصب کرنے کی تجویز ہوئی اور اس پنجے پر کوئی مناسب عبارت کندہ کروانے کا مسئلہ اٹھا تو عمارت کا منتظم درہ نادرا کے مصنف مرزا مہدی علی خان کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ کیا لکھا جائے؟مرزا صاحب نے کہا پہلے نادرشاہ کے پاس جاؤ وہ یہ کام میرے ذمے لگائیں گے تو غور کروں گا وہ بادشاہ کے حضور پہنچا اور عرض مدعا کیا کہ پنجے پر کیا لکھا جائے۔بادشاہ کی زبان سے بے اختیار یہ آیت صادر ہوئی۔

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔(فتح۔۱۰)

منتظم نے یہ قصہ آکر مرزا مہدی علی خاں کو سنایا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا کہ ایک غیر عالم بادشاہ کے منہ سے ایسی بہترین چیز کا فی البدیہ ادا ہونا ضرور کسی غیبی اثر سے ہے۔دیکھو تم چند دن کے بعد پھر اس بارے پوچھنا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا تو وہ لاعلمی کا مظاہرہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اس میں خوبی یہ تھی کہ یداللہ حضرت علیؑ کے پنجہ خیبر کشا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ج ا،ص ۱۴۵)

ہم حضرت علیؑ کو یداللہ یعنی مظلوموں ،بے کسوں اور بے سہاروں کا فریاد رس سمجھتے ہوئے ان سے ہر مشکل گھڑی میں مدد طلب کرتے ہیں۔یہ صرف ہم ہی نہیں

بلکہ دنیا کا ہر بے سہارا انسان جب غموں میں گھر جاتا ہے تو اس کو پھر ایک ہی سہارا نظر آتا ہے وہ علی ابن ابی طالبؑ کی ذات والا صفات ہے۔ یہاں تک کہ فرانس کا نپولین بونی پارٹ جب پریشان ہوا اور مشکل میں گھرا تو اس نے بھی علی ابن ابی طالبؑ سے استغاثہ کیا۔ اس کی پوری دعا کا اردو میں منظوم ترجمہ حکیم سید محمود گیلانی نے کیا، یہ دعا ماہنامہ معارف اسلام لاہور جنوری ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ نظم بہت طویل ہے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

میں بندۂ ناچیز ہوں تم ہو مرے مولا
اس بندۂ ناچیز کے غم خوار تمہیں ہو
تم بازوئے احمد ہو پکڑ لو مرا بازو
بے دست کے اے دستِ خدا یار تمہیں ہو
ہے لشکرِ باطل نے کیا مجھ کو ہراساں
باطل کے عدو حق کے طرف دار تمہیں ہو
اس روزِ الم ناک میں روتا ہے مرا دل
پر موجب تسکینِ دل زار تمہیں ہو
گرداب میں کشتی ہے کنارے سے لگا دو
کر سکتے ہو مری ناؤ کو اب پار تمہیں ہو
بونیؑ کی یہی آپؑ سے فریاد ہے مولا
امداد کرو ساعت امداد ہے مولا

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا وہ ہاتھ ہوں جو بندوں پر مغفرت ورحمت کے لئے کھلا ہوا ہے (تفسیر نور الثقلین)

"واہ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ....." اشعار پر حاضرین نے داد دی۔ اور میں نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

لسان اللہ

اگر آپ مولانا سید فرمان علی کا ترجمہ قرآن دیکھیں تو اس کے شروع میں چھوٹی بحر کی ایک نظم چھپی ہوئی ہے اس نظم کے شاعر کا نام یوں لکھا ہوا ہے "لسان القوم مولانا صفی مرحوم" یہاں لسان القوم سے کیا مراد لیا جائے گا۔ کیا یہی گوشت کا لوتھڑا جو بتیس دانتوں کے درمیان میں ہے یا کچھ اور؟ صاف ظاہر ہے مولانا مرحوم دانتوں کے درمیان گوشت کا لوتھڑا تو نہیں تھے مراد یہ ہے مولانا صفی اپنی قلم کی روانیوں اور زبان کی جولانیوں سے قوم وملت کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتے تھے۔ ایسی ترجمانی کہ حق ادا ہو جائے۔ اس مثال سے سمجھ لیں جب مولا کائناتؑ کو لسان اللہ کہا جاتا ہے تو کہنے والے کی مراد یہ ہوتی ہے کہ علیؑ کی زبان توحید کی نمائندہ اور حقیقی ترجمان ہے، اس زبان سے معرفت توحید کے چشمے پھوٹتے ہیں، علوم ومعارف الٰہیہ کے سوتے ابلتے ہیں، وحدانیت والوہیت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں، یہ زبان حق کہتی ہے اور حق کے سوا کچھ نہیں کہتی۔ علیؑ کی زبان کی تمام قوت گویائی رموز توحید کو بیان کرنے میں صرف ہوتی ہے، یہ شرک آلود نہیں ہوتی، نہ ہی نوائے باطل اس کے قریب بھٹک سکتی ہے، انتہائی پاک باز اور راست گو زبان ہے۔

عین اللہ

اس سے مراد مولا علیؑ کی وہ آنکھیں ہیں جو صرف وہ دیکھتی ہیں کہ جس کے دیکھنے سے اللہ راضی وخوشنود ہوتا ہے اور ان چیزوں سے صرف نظر رہتی ہے جس کے دیکھنے سے پروردگار ناخوش وناراض ہو۔ علیؑ کی آنکھیں مظاہر قدرت کا مشاہدہ اور

معارف الٰہی کا نظارہ کرنے والی ہیں۔علیؑ کی آنکھ ہی وہ آنکھ ہے جس کی بصارت کی رسائی پردہ کتم تک ہے۔جس کے سامنے نہاں خانہ عدم بھی مثل شہود کے ہے بلکہ ان کے لئے غیوب وشہود کی تمام کیفیتیں ایک جیسی ہیں۔

لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيناً (علی علیہ السلام)

اگر میرے لئے حجابِ آسمانی ہٹا دیئے جائیں تب بھی میرے یقین میں ذرا برابر اضافہ نہیں ہوگا۔

حضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! جو میں دیکھتا ہوں وہ تم دیکھتے ہو، جو میں سنتا ہوں وہ تم سنتے ہو۔

ایک بار حضرت عمرؓ میدانِ عرفات یا مسجد الحرام میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص زخمی چہرے کے ساتھ آیا۔حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا اے خلیفۃ المسلمین میں علیؑ کی شکایت کرنے آیا ہوں کہ انہوں نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔علیؑ سے مارنے کا سبب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا ''یہ شخص مسلمانوں کی ناموس پر بری نگاہیں ڈال رہا تھا۔'' جب علیؑ نے وجہ بتائی تو حضرت عمرؓ نے اس شخص کی طرف منہ کر کے کہا ''**قد رأى عين الله و ضربک يد الله** ۔۔۔اے شخص! تجھے عین اللہ (اللہ کی آنکھ) نے دیکھا اور ید اللہ (اللہ کے ہاتھ) نے مارا۔'' (مناقب شہر آشوب)

اُذن اللہ

کتاب مناقب خوارزمی میں موفق بن احمد خطیب خوارزمی اپنے اسناد کے ساتھ زرین جیش سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ

آنحضرتؐ نے مجھے اپنے ساتھ لگایا اور کہا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے ساتھ رکھوں اور اپنے سے دور نہ کروں۔میرا کان سنتا ہے اور اسے یاد رکھتا

ہے اور یہ خدا کے ذمہ ہے کہ تم بھی اچھی طرح سنو اور یاد رکھو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔**وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ** اور سمجھدار کان ہی اسے محفوظ کر لیتا ہے۔ (الحاقہ ۱۲)

(مصباح الھدایۃ، سید علی موسوی بہبہانی)

یعنی وہ کان جس نے زبانِ رسالت مآب سے مکمل پیغاماتِ ربانی سنے، ان کو یاد کیا اور محفوظ کیا اور ان پیغامات کے تمام اسرار و رموز، حقائق و دقائق کو کما حقہ درک کیا۔آپؑ کی سماعتیں وحی الٰہی کا محفوظ خزینہ ہیں۔

جنب اللہ

''جنب'' کے لغوی معنی ہیں ''پہلو''۔''**الصاحب الجنب**'' سے ''پہلو کا رفیق مراد لیا جاتا ہے یعنی بہت قریبی ساتھی۔''**جنب الله**'' کے معنی ہوئے ''اللہ کا رفیق یا دوست''۔حضرت علیؑ کے اس لقب کے بارے میں حضرت رسالت مآبؐ سے ایک حدیث یوں مروی ہے۔

محمد بن ابراہیم المعرف ابن زینب نعمانی، محمد بن عبداللہ بن معمر طبرانی (جو کہ یزید کے ارادتمندوں میں سے تھا اور خاندان نبوت کا دشمن شمار ہوتا تھا) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے والد نے بتایا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: ایک یمنی گروہ حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں آیا۔ان کے آنے سے پہلے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں یمن سے ایک گروہ یہاں پہنچنے والا ہے جو اپنی غذا کو خشک دودھ کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں۔جب وہ گروہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایسے افراد ہیں جن کے دل نازک اور ایمان قوی ہے۔یہ میرے جانشین اور میرے جانشین کے جانشین کی خاطر ستر ہزار افراد کے ساتھ قیام کریں گے۔جن کی تلواروں کے غلاف مشک و عنبر سے معطر ہوں گے۔صحابہؓ نے عرض

کیایارسول اللہؐ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہی ہیں جن کے ساتھ تمسک رکھنے کا حکم دیتے ہوئے خدا فرماتا ہے: **وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ** ۔یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

عرض کیا گیا یارسولؐ اللہ رسی کیا ہے؟ فرمایا: وہی جس کے متعلق خدا فرماتا ہے: **إِلاَّ بِحَبْلٍ مِّنْ اللّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ** ۔مگر خدا کی رسی کے ساتھ اور لوگوں کی رسی کے ساتھ۔خدا کی رسی قرآن ہے۔اور لوگوں کی رسی میرا جانشین ہے۔پوچھا گیا آپؐ کا جانشین کون ہے؟ فرمایا: وہی جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ **أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَى علَى مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ**۔

عرض کیا کہ یہ **جَنبِ اللَّه** کیا ہے؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔**وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلاً** ۔اور جس دن ظالم اپنی انگلیاں کاٹے گا اور کہے گا کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا اور وہ راستہ میرے بعد میرے وصی اور جانشین کا راستہ ہے وہی میرا ہی راستہ ہے۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ تمہیں اس خدا کا واسطہ جس نے تمہیں مبعوث کیا ہے۔ہمیں اپنے جانشین کا تعارف کروائیں ہم اس کے دیدار کے مشتاق ہیں۔فرمایا وہ ہے کہ خدا نے جس کے لئے علامتیں قرار دی ہیں جب بھی تم روشن دل اور سننے والے کان سے اسے تلاش کروگے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا جانشین کون ہے۔

جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارا رسولؐ ہوں۔پس اپنی صفوں میں ڈھونڈو مسجد میں نظریں دوڑاؤ جس کی طرف تمہارے دل کشش محسوس کریں وہی میرا

جانشین ہوگا کیونکہ خدا فرماتا ہے **فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ** یعنی ابراہیمؑ نے فرمایا کہ خدایا! لوگوں کے دلوں کو ان (اولاد ابراہیمؑ) کی طرف موڑ دے اشعریوں میں سے ابو عامر اشعری، قبیلہ خولانی میں سے ابوعزۃ خولانی اور دوسیوں میں سے ظبیان، عثمان بن قیس، غربہ دوسی اور لاحق بن علاقہ اٹھے۔صفوف صحابہ میں پھرنے لگے۔ہر صحابی کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگے۔آخر میں علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے اللہ کے رسولؐ ہمارے دل اس شخص کی طرف میلان کرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا تم خدا کے برگزیدہ ہو چونکہ تم نے میرے نام لینے سے پہلے میرے جانشین کو پہچان لیا ہے۔تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے کہ میرا جانشین کون ہوگا؟ انہوں نے روکر جواب دیا۔ہم نے تمام حاضرین پر نگاہ کی۔ہمارے دلوں میں کسی کے لیے کشش محسوس نہیں ہوئی لیکن جب علیؑ کو دیکھا تو دل میں ایک لمحے کیلئے ہیجان سا پیدا ہوا۔جس سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ ہم نے منزل کو پالیا ہے لہذا بے اختیار ہماری آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ہمارے دل روشن ہوگئے گویا وہ ہمارا باپ اور ہم اس کے بیٹے ہیں۔اس وقت آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کی **وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ** یعنی تاویل قرآن کو خدا اور راسخین علم کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر فرمایا: تمہارا میرے جانشین کو پہچان لینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہماری ولایت اور دوستی تمہارے دلوں میں راسخ ہو چکی ہے اور تم جہنم سے کوسوں دور ہو۔

یہ چند افراد زندہ رہے یہاں تک کہ جنگ جمل اور صفین میں امیرالمومنینؑ کی ہمراہی میں شہید ہوئے۔آنحضرتؐ نے انہیں بہشت کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ علیؑ کے ساتھ شہید ہوں گے۔

''المناقب الفاخرۃ فی العترۃ الطاہرہ'' کے مصنف حضرت ابوبکرؓ سے روایت

کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ علیؑ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: اے علیؑ میں اور تو **جَنبِ اللّٰہ** سے خلق ہوئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ یہ **جَنبِ اللّٰہ** کیا ہے؟ فرمایا یہ ایک مخفی راز اور علم مخزون ہے جس سے میرے اور تمہارے سوا کوئی پیدا نہیں ہوا ہے۔ پس جس نے ہمیں دوست رکھا اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور جس نے ہم سے دشمنی کی وہ آخر عمر میں کہے گا **یَا حَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنبِ اللّٰہ**۔ (مصباح الہدایۃ، سید علی موسوی بہبانی)

سرکار ولایت کے یہ تمام القابات ید اللہ، وجہ اللہ، لسان اللہ، جنب اللہ مجازی معنوں میں اور بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں اگر لغوی معنی مراد لئے جائیں تو پھر جناب امیر المومنینؑ کی شان میں ان احادیث نبویہؐ کے کیا معنی کئے جائیں گے؟

۱۔ **علی یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین**

علیؑ مومنین کا یعسوب ہے اور مال منافقین کا یعسوب ہے۔ (بحار الانوار، الغدیر)

۲۔ **علی باب علمی** علیؑ میرے علم کا باب ہے۔ (احقاق الحق)

۳۔ **علی باب اللہ و بابی** علیؑ اللہ کا باب اور میرا باب ہے۔

(امالی شیخ صدوق)

۴۔ **علی سیف اللہ وسیفی** علیؑ اللہ کی اور میری تلوار ہے۔

(امالی شیخ صدوق)

۵۔ حضورؐ سے صراط کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: **ھو واللہ علی المیزان والصراط**۔ خدا کی قسم وہ علیؑ ہیں جو میزان بھی ہیں اور صراط بھی۔ (بصائر الدرجات)

۶۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں ایک بادیہ نشین آنحضرتؐ کے پاس آیا اور پوچھا "**وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا** سب خدا کی رسی کو تھامے رکھو" کا جو حکم ہے تو

وہ رسی کونسی ہے جس کو ہم تھام لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "**تمسکو بھذا ھو حبل اللہ المتین**" اس سے جڑے رہو یہی مضبوط حبل اللہ ہے۔" (احقاق الحق)

۷۔ جناب مولائے کائناتؑ نے قرآن اور اپنے بارے میں فرمایا: "**ھذا کتاب اللہ الصامت وانا کتاب اللہ الناطق** یہ قرآن اللہ کی خاموش کتاب ہے اور میں اللہ کی بولنے والی کتاب ہوں۔ (وسائل الشیعہ)

ان احادیث میں یعسوب (یعنی شہد کے چھتے کی سردار مکھی)، باب (یعنی دروازہ جو لکڑی یا لوہے سے بنایا جاتا ہے)، سیف (یعنی تلوار جو لوہے سے بنائی جاتی ہے)، میزان (یعنی ترازو جس کے دو پلڑے ہوتے ہیں)، صراط (یعنی راستہ)، حبل (یعنی رسی) اور کتاب (یعنی اوراق کا مجموعہ) اپنے لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوئے بلکہ بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح مولاؑ کا ایک اور مشہور لقب اسد اللہ ہے۔ یہاں اسد بہادری کے استعارے کے طور پر بولا گیا ہے۔ آداب زبان اور اسلوب بیان سے ناواقف افراد اگر مولاؑ کے ان القابات کو لغوی معنوں میں استعمال کریں تو یہ ان کی جہالت کا ثبوت ہے اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں خود امیر المومنینؑ ذات باری تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولا یوصف بشیء من الاجزاء ولا بالجوارح والاعضاء (نہج البلاغہ)

اسے اجزاء، اعضاء اور جوارح میں سے کسی سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔

ہماری بات شروع ہوئی تھی حافظ صلاح الدین یوسف کے تفسیری نوٹ سے جو انہوں نے تفسیر "احسن البیان" میں سورہ قلم کی اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے "**یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ**" موصوف نے اپنے تفسیری نوٹ میں اللہ تعالیٰ کی با قاعدہ

پنڈلی مان لی۔ پنڈلی ہوگی تو دیگر اعضاء بھی ماننے پڑیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی ایک مجسم صورت ہوگی اور یہ بات اللہ کے لئے ہرگز ہرگز لائق نہیں بلکہ وہ جسم وجسمانیت سے پاک وپاکیزہ ہے۔ یہاں ''یُکْشَفُ عَنْ سَاق'' کے معنی ہیں'' شدۃ و امر عظیم' یعنی قیامت کے دن ہولناکی اپنی انتہا کو چھورہی ہوگی جیسا کہ کہا جاتا ہے '' قامت الحرب علی ساق یعنی جنگ میں انتہائی شدت آگئی۔'' (الاتقان۔جلد دوم)

محمد بن علی حلبی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاق'' کے متعلق مکتب خلفاء کے نظریہ کو سن کر فرمایا: خدائے جبار اس سے بلند وبرتر ہے پھر آپؑ نے اپنی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا اور پیراہن اٹھا کے پنڈلی کو ظاہر کیا اور تلاوت فرمائی ''وَیُدْعَوْنَ إِلَی السُّجُودِ فَلَا یَسْتَطِیْعُون انہیں سجدے کی دعوت دی جائی گی مگر وہ سجدہ نہ کرسکیں گے۔''لوگ خاموش ہوں گے اور ان کے دلوں میں رعب وہیبت پیدا ہوجائے گی۔ ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی اور دل خوف کے مارے حلق تک پہنچ جائیں گے ''خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَی السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُون'' ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی حالانکہ انہیں اس وقت بھی سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا جب یہ لوگ صحیح وسالم تھے۔ (توحید۔شیخ صدوق)

یہی صورتِ حال دیگر آیات میں بھی درپیش ہے

۱۔وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ''ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس (انسان) کے قریب ہیں۔'' (سورہ ق۔۱۶)

یہاں قرب سے مراد یہ ہے کہ خدا اپنے علم کے ساتھ بندوں کے قریب ہے یعنی ان کے احوال سے مکمل آگاہ ہے۔

۲۔ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِم وہ اپنے رب سے جو ان پر فوقیت رکھتا ہے ڈرتے ہیں' اس آیت میں فوقیت سے مراد بلا کسی جہت کی قید کے محض علو ہے یعنی بلندی، طاقت اور قدرت مراد ہے۔اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ ہے'' وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُون انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں' فوقیت سے مراد اللہ کا بالا نشین ہونا مراد نہیں بلکہ اللہ کا صاحب قدرت اور صاحب اختیار ہونا ثابت ہے۔

۳۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ''تم جہاں بھی ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر خوب نگاہ رکھے ہوئے ہے۔' یہاں اللہ کی معیت سے مراد معیتِ جسمانی نہیں بلکہ علمی ومعنوی معیت مراد ہے۔یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو جس حالت اور کیفیت میں ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے اور اس کی باریک بین نگاہوں سے کچھ اوجھل نہیں۔

۴۔ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (فجر۔۲۲)

اللہ تعالیٰ کا مکان کے دائرے میں محدود ہونا ممکن نہیں اس لئے اللہ کے لئے لفظ'' آیا'' کی تعبیر درست نہیں ہے۔لہٰذا ترجمہ'' تیرا پروردگار آیا کی بجائے ۔۔تیرے پروردگار کا حکم آیا اور فرشتے صف در صف حاضر ہوں گے۔'' کیا جائے گا۔

۵۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (مطففین۔۱۵)

حضرت امام رضاؑ سے اس آیت کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا

''اللہ کی وصف کسی مکان سے نہیں کی جاسکتی کہ اللہ اس میں بیٹھ جائے اور وہ مکان اللہ کے لئے حجاب بن جائے بلکہ قیامت کے دن کفار مجوب ہوں گے یعنی حجاب میں ہوں گے۔'' (عیون اخبار الرضا، جلد۱)

۶۔ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ انہوں نے اللہ کو بھلایا پس اللہ نے ان کو بھلا

دیا۔ (توبہ۔۶۷)

امام رضاؑ سے پوچھا گیا کہ کیا اللہ پر نسیان طاری ہوتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ سہو اور نسیان اللہ پر طاری نہیں ہوتا بلکہ مخلوق پر طاری ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنے لئے فرمایا ہے: **وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا** اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ (مریم۔۶۴)

اور بندوں کے بارے میں حکم کیا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں خود فراموشی میں مبتلا کر دیا یہی لوگ فاسق ہیں۔ (حشر۔۱۹)

سورہ اعراف میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا پس آج کے دن ہم انہیں بھلا دیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ (اعراف۔۵۱)

اس آیت میں بھلانے کا مقصد ترک کرنا ہے یعنی جس طرح ان لوگوں نے یوم آخرت کی تیاری کو چھوڑ دیا تھا اسی طرح اللہ بھی انہیں چھوڑ دے گا اور ثواب سے محروم رکھے گا۔ (عیون اخبار الرضا، جلد۱)

۷۔ امام رضاؑ سے پوچھا گیا کہ ان آیات کا مفہوم بیان فرمائیں

☆ **اللّٰهُ يَسْتَهْزِءُ بِهِمْ** اللہ ان سے مذاق کرتا ہے۔ (بقرہ۔۱۵)

☆ **سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ** خدا ان کا مذاق اڑائے گا۔ (توبہ۔۷۹)

☆ **مَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ** انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی مکر کیا۔

(آل عمران۔۵۴)

☆ **يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ** وہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں جبکہ اللہ انہیں

دھوکا دینے والا ہے۔ (نسا۔۱۴۲)

آپؑ نے فرمایا اللہ کسی سے مسخرہ پن نہیں کرتا اور کسی کا مذاق نہیں اڑاتا، وہ نہ تو مکر کرتا ہے اور نہ کسی کو دھوکا دیتا ہے۔ ان تمام آیات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ انہیں ان کے مسخرے پن، استہزاء، مکاری اور دھوکا دہی کا بدلہ دے گا۔ (عیون اخبار الرضا)

۸۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "**الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ**" کا کیا مفہوم ہے؟ آپ نے فرمایا۔

"ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عرش پر مستولی ہے، لیکن وہ عرش پر متمکن ہونے کے باوجود بھی اپنی مخلوق سے جدا ہے اور عرش اس کا حامل نہیں ہے اور عرش اس کو محیط نہیں ہے۔ وہ عرش کے زیر احاطہ نہیں ہے۔ اس مقام پر ہم کہتے ہیں کہ وہ عرش کا حامل ہے اور اس کو روکے ہوئے ہے اور ہم اس کے متعلق وہی کہتے ہیں جو اس نے اپنے متعلق خود فرمایا ہے" **وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ**' اس کی کرسی اقتدار آسمانوں اور زمین پر وسعت رکھتی ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

ہاں علی صاحب آپ کے سوال کا جواب تفصیلاً ہو گیا۔ کل ایک اور موضوع کی طرف آئیں گے اور وہ ہے اسماء الٰہی کے معانی سے متعلق۔ ☆☆☆

اسماء الحسنٰی۔

آج اللہ تعالٰی کے خوبصورت ناموں کے معانی بیان کریں گے

"**وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ**۔ اللہ کے لئے خوبصورت نام ہیں انہی کے ذریعے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔ (اعراف۔۱۸۰)

شیخ صدوق کہتے ہیں اللہ کے ۹۹ نام ہیں جس نے اس کو ان ناموں سے

پکار کر دعا کی خدا اس کی حاجت قبول فرمائے گا اور جس نے حفظ کیا جنت میں جائے گا۔ (عدۃ الداعی، احمد بن فہد حلی)

۱۔ **اللہ**: معبود کے ناموں میں سے مشہور اور اہم ترین نام ہے۔ سارے اسماء حسنٰی کی بازگشت "اللہ" کی طرف ہوتی ہے اور اس ذاتی اسم مبارک کے علاوہ بھی نام ہیں جن سے اللہ تعالٰی کے جلال و جمال اور کمال و دوام کا اظہار ہوتا ہے اور انسان جب اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اپنی حالت و کیفیت کے اعتبار اور موقع محل کی مناسبت سے ان صفاتی اسماء میں سے کسی ایک نام کا انتخاب کرتا ہے اور اسی کے ذریعے اللہ سے اپنی حاجات بیان کرتا ہے۔ دن چڑھے یا وقتِ عصر یا رات کے آخری حصے میں ۶۶ دفعہ اللہ، اللہ پکار کر جس مقصد کے لیے دعا کی جائے پوری ہوگی۔

۲،۳۔ **الواحد، الاحد**: یہ دونوں نام اجزاء کی نفی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ واحد اس کو کہتے ہیں جو بہ اعتبارِ ذات اکیلا ہو اور احد اس کو کہتے ہیں جو بہ اعتبار معنی اکیلا ہو۔ واحد عاقل اور غیر عاقل دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ احد صرف عاقل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ واحد گنتی میں دو کے مقابلے میں بولا جاتا ہے لیکن احد گنتی میں شمار نہیں ہوتا۔

☆ **فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا** "پس تمہارا معبود ایک ہے پس اسی کے آگے تسلیم ہو جاؤ" (حج۔۳۶)

☆ **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** کہہ دیجئے کہ اللہ یکتا ہے۔ (اخلاص۔۱)

جو شخص اس نام "الواحد" کو کھانے پر پڑھ کر کھائے تو وہ اپنے اندر نورانیت محسوس کرے گا

۴۔ **الصَّمَد**: عربی لغت میں صمد کے معنی ہیں

ہر چیز کا بلند حصہ، وہ شخص جس سے بالاتر کوئی دوسرا نہ ہو، وہ سردار جس کی اطاعت کی جاتی ہو اور اس کے بغیر کسی معاملے کا فیصلہ نہ کیا جاتا ہو، وہ سردار جس کی طرف حاجت مند رجوع کرتے ہوں، دائم، بلند مرتبہ، ٹھوس جس میں کوئی خول یا جھول نہ ہو اور جس سے نہ کوئی چیز نکلتی ہو اور نہ اس میں داخل ہو سکتی ہو۔

لفظ احد صرف اللہ تعالٰی کے لئے مخصوص ہے لیکن صمد کا لفظ مخلوقات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اصلی اور حقیقی صمد اللہ تعالٰی ہی ہے کیونکہ اسے زوال نہیں وہ ابدی ہے، وہ قابل تجزیہ و تقسیم نہیں، نہ وہ مرکب ہے، مخلوقات اس کی محتاج ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتی ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں، دنیا کی ہر شے اپنے وجود کی بقا کے لئے اور اپنی حاجات و ضروریات کے لئے شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے، ساری کائنات پر اس کی سیادت قائم ہے اور وہ سب سے برتر ہے۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں

☆ صمد وہ ہے جو اپنی ذات کے ساتھ قائم ہو اور دوسروں سے بے نیاز ہو۔

☆ صمد وہ ہے جو کون و فساد سے بالاتر ہے۔

☆ صمد وہ ہے کہ جس کو متغیر اور تبدیل ہونے والی چیزوں کے ذریعے سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔

☆ صمد وہ سردار ہے جس کی ایسی فرمانبرداری کی جاتی ہے کہ اس سے بلند و بالا کوئی حکم کرنے والا اور منع کرنے والا نہیں (معانی الاخبار)

اللَّهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے۔ (اخلاص۔۲)

۵۔۶۔ **الْأَوَّلُ۔۔الْآخِرُ**:

اول وہ ذات ہے جسے ہر مخلوق پر تقدم و اولیت حاصل ہے۔ اور آخر وہ

ذات جو ہر موجود کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے لیکن یہ ذہن میں رہے کہ جس طرح ''الْأَوَّلُ'' آغاز کی ترجمانی نہیں کرتا اسی طرح ''الْآخِرِ'' سے انتہا کا مفہوم مراد نہیں لینا چاہیے۔امام جعفر صادقؑ سے ''هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرِ'' کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

''وہ (اللہ) ایسا اول ہے کہ جس سے پہلے کوئی اول نہیں نہ اس سے پہلے کسی کی ابتدا ہوئی ہے اور ایسا آخر ہے کہ جس کی انتہا اور اختتام نہیں۔'' (معانی الاخبار)

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنِ (حدید۔۳)

۷،۸۔السَّمِيعُ ..بَصِيرُ:

سمیع اس ذات کو کہتے ہیں جو ہر آشکار اور مخفی باتوں کو بغیر ذریعے اور وسیلے کے سن لے اور بصیر وہ ذات ہے جو ہر دکھائی دینے والی اور مخفی شے سے باخبر ہو۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعاً بَصِيرُ اور اللہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(نساء۔۱۳۴)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''اللہ سمیع (سننے والا) ہے۔اللہ سمیع ہے لیکن وہ سننے کے لئے حاسۂ گوش کا محتاج نہیں اور اللہ بصیر (دیکھنے والا) ہے لیکن وہ دیکھنے کے لئے حاسۂ چشم کا محتاج نہیں۔وہ سنتا ہے تو اپنی ذات سے اور دیکھتا ہے تو اپنی ذات سے اور یاد رکھو میرے ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اور ہے اور اس کا نفس اور ہے۔میں نے تو یہ الفاظ صرف ادائے مطالب کے لئے ادا کیے ہیں کیونکہ مجھ سے سوال کیا گیا ہے۔بہر نوع وہ سمیع و بصیر عالم و خبیر ہے۔اس میں ذات اور معنی کا کوئی اختلاف نہیں۔''

عیون اخبار الرضا میں امام علی رضاؑ سے منقول ہے''اللہ سمیع ہے اور اس سے مخلوقات کی آوازیں مخفی نہیں، وہ عرش سے فرش تک تمام مخلوق کی صدا کو سنتا ہے،صدا

خواہ ذرے کی ہو یا اس سے کسی بڑی چیز کی،صدا خشکی میں بلند ہو یا تری میں اور وہ تمام زبانوں کو جانتا پہچانتا ہے، جب ہم اسے ''سمیع'' کہتے ہیں تو وہ حاسۂ سماعت کا محتاج نہیں ہوتا،خدا بصیر ہے۔وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے لیکن ظاہری آلات سے نہیں،اگر کسی سیاہ چٹان پر سیاہ رات میں کوئی سیاہ ذرہ پڑا ہوا ہے تو وہ اس سے پوشیدہ نہیں اور اگر تاریک رات میں کوئی چیونٹی چل رہی ہے تو اس کا چلنا بھی اس سے مخفی نہیں، وہ ان کے نقصانات بھی دیکھتا ہے فوائد بھی اور ان کا عملِ تولید بھی اس سے پوشیدہ نہیں اور ان کے انڈے اور بچے بھی اس کی نظر میں ہیں، جب ہم اسے ''بصیر'' کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دیکھنے کی صفت میں مخلوق سے مشابہ ہے۔''

حسین بن خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام علی رضاؑ سے عرض کیا فرزندِ رسولؐ: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کی وجہ سے عالم،قدرت کی وجہ سے قادر،حیات کی وجہ سے حیّ،سماعت کی وجہ سے سمیع اور بصارت کی وجہ سے بصیر ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ''جو یہ کہے اور ایسا عقیدہ رکھے تو اس نے خدا کے ساتھ بہت سے معبود بنالیے اور اس کا ہماری ولایت سے کوئی تعلق نہیں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ازل سے ذاتی طور پر علیم،قادر،حیّ،قدیم،سمیع اور بصیر ہے،اللہ تعالیٰ مشرکین کی گفتگو سے بلند و بالا ہے اور تشبیہ دینے والوں کی تشبیہات سے بہت عظیم ہے۔'' (تفسیر نور الثقلین)

اگر آپ کسی جگہ جائیں اور وہاں لکھا ہو کہ ''کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے'' تو اس جگہ تمہارا طرزِ عمل کس قدر رچا تلا اور محتاط ہوگا۔آپ اس بات سے خوف زدہ رہیں گے کہ کہیں آپ کا غیر سنجیدہ عمل کیمرے میں محفوظ نہ ہو جائے،ہم کیمرے کی آنکھ سے تو ڈرتے ہیں لیکن اللہ جو سمیع و بصیر ہے ہمارے ہر عمل کا شاہد و ناظر ہے اس سے نہیں ڈرتے۔''**وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودا** تم لوگ

جو عمل بھی کرتے ہو دوران مصروفیت، ہم تم پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔" (یونس۔۶۱)

زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو جس کمرے میں بند کر دیا اس کمرے میں ایک بُت بھی پڑا ہوا تھا اب جب اس نے حضرت یوسفؑ سے بڑی خواہش کا اظہار کیا تو اس بُت پر اپنی چادر ڈال دی، حضرتؑ نے بت پر کپڑا ڈالنے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی: یہ کپڑا اس لئے ڈالا ہے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ بُت ہمیں ایسی حالت میں دیکھے ۔یہ سن کر حضرت یوسفؑ نے کہا: تم اس بت سے تو شرم محسوس کر رہی ہو جو نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے رب سے شرم نہ کروں جو سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور حضرتؑ اس کمرے سے باہر نکل آئے۔ (میزان الحکمت)

دیکھئے دو قسم کی عورتوں سے آپ کو واسطہ پڑ سکتا ہے،

(i) وہ عورتیں جو گھر سے نکلتے وقت حجاب اسلامی کا لحاظ نہیں کرتیں بلکہ بناؤ سنگھار کر کے نکلتی ہیں ان کی نگاہیں غض بصر تو کجا بلکہ دعوتِ نظارہ دے رہی ہوتی ہیں۔ان کی کیفیات زلیخا جیسی ہوتی ہیں اور وہ بزبان حال کہہ رہی ہوتی ہیں "ھَیْتَ لَکَ"، یعنی" آ جاؤ" ان سے تمہارا سلوک حضرت یوسف علیہ السلام جیسا ہونا چاہیے۔

(ii) وہ عورتیں جو انتہائی ضرورت کے تحت گھروں سے باہر نکلتی ہیں اور پھر اسلامی آداب کی مکمل پاسداری کرتے ہوئے نظریں جھکائے ہوئے ہوتی ہیں، چادریں لی ہوئی ہوتی ہیں گویا ان کی کیفیت حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں جیسی ہوتی ہے اور بزبانِ حال کہہ رہی ہوتی ہیں "لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ" جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں" ان سے تمہارا سلوک حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا ہونا چاہیے کہ آپؑ نے ان کی دنبیوں

کو پانی پلایا اور پھر سایہ میں آ کر بیٹھ گئے فَسَقٰی لَھُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ" (قصص ۲۴)

"السمیع" کا بکثرت ذکر قبولیت دعا کا سبب ہے

۹۔القدیر: وہ ذات جس کی قدرت و طاقت سے ہر چیز زیر ہو اور کچھ اس کے ارادے اور اختیار سے الگ نہ ہو۔تمام کائنات پر وہی حاکم ہے اور گردش لیل و نہار پر اسی کا قبضہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بقرہ۔۲۰)

۱۰۔القاھر: کامل اختیار رکھنے والی وہ ذات جو بڑے سے بڑے پر غالب رہے، موت سے اپنے بندوں کو رام کرے اور ہر شے پر اس کی بالادستی اور برتری قائم رہے۔ وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ (انعام۔۱۸)

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ بڑا حکمت والا باخبر ہے۔

وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً (انعام۔۶۱)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبانی کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے۔

۱۱۔العَلِیُّ: وہ ذات جس میں مخلوق کی صفات نہ پائی جائیں اور جس کی تعریف سے بندہ عاجز ہو، جو اپنی قدرت کی وجہ سے مخلوق پر برتری رکھے یا اپنی نظیر نہ رکھنے کی وجہ سے دوسروں پر مسلط ہو، جو بے دینوں اور جاہلوں کے افکار سے بالاتر اور مبرا ہو۔ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (بقرہ۔۲۵۵)

اور ان دونوں (آسمان و زمین) کی نگھداری اس کے لئے کوئی کارگراں نہیں ہے۔اور وہ بلند و بالا اور عظیم ذات ہے۔

وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ اور بے شک اللہ بڑا برتر ہے۔ (حج۔۶۲)

١٢۔الْأَعْلٰی : یعنی ایسا برتر و غالب جو اپنے اندر کسی قسم کے نقص، عیب، کمزوری یا مخلوقات سے تشبیہ کا کوئی پہلو نہ رکھتا ہو۔وہی اعلٰی و برتر رب ہے اور اس کے علاوہ صفتِ ربوبیت ہر ایک سے منفی ہو جاتی ہے۔ **سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى**
(اے نبیؐ) اپنے برتر رب کے نام کی تسبیح کرو۔ (اعلیٰ۔۱)

١٣۔البـاقی: اس ذات پر بولا جاتا ہے جس کو کبھی فنا نہ ہو اور بقاء کا زمانہ بھی محدود نہ ہو۔خدا کے لئے باقی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات ازلی اور ابدی ہے۔ **وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَأَبْقٰى** اور اللہ سب سے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔
(طٰہٰ۔۷۳)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَام
ہر شے فنا ہونے والی ہے اور صرف آپ کے صاحب عزت وجلال رب کی ذات باقی رہنے والی ہے۔ (رحمان۔۲۶،۲۷)

١٤۔البدیع : وہ ذات جس نے کائنات کو بغیر کسی نمونے کے خلق کیا۔
بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضٰى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْن وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ (بقرہ۔۱۱۷)
بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم "وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کی کوئی شریک حیات نہیں اور وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے" (انعام۔۱۰۱)
حاجات کی قبولیت کے لیے "**البدیع**" کا ورد کثرت سے کیا جائے

١٥۔البَارِی: وہ ذات جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے یا جامہ خلقت پہنائے۔ **هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى** وہی اللہ ہی خالق، موجد اور صورت گر ہے جس کے لئے خوبصورت نام ہیں۔ (حشر۔۲۴)

١٦۔الْأَكْرَم: کریم کے معنی میں ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔
اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَم (اے رسولؐ) پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔
(علق۔۳)
یہ اس کی کرامت ہے کہ اس نے انسان کو وجود بخشا اور علم عطا کیا اور قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا۔اگر وہ الہامی طور پر علم قلم اور کتاب سے آشنا نہ کرتا تو انسان کی تمام اعلٰی صفات مفقود ہو جاتیں۔

١٨،١٧۔الظَّاهِر۔۔البَاطِن: ظاہر اس ذات کو کہتے ہیں جس کی ہستی کو محکم دلیلیں اور نورانی علامتیں آشکار کرتی ہوں اور کوئی چیز اس کی ہستی پر پردہ نہ ڈال سکتی اور باطن وہ ذات جو فکر و نظر کی گرفت سے باہر ہو یہ بھی ممکن ہے کہ "باطن، بطون" سے بنا ہو بطون کے معنی خبر کے ہیں اسی لئے عربی میں راز دار کو **بطانة الرجل** کہتے ہیں۔اس رخ سے بھی خدا پر باطن کا لفظ بولا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بندوں کے حالات سے باخبر ہے۔ **هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِن** (حدید۔۳)

٢٠،١٩۔الْحَيُّ۔۔الْقَيُّوم:
حی اس ذات کو کہتے ہیں جو فعل و ادراک کی مالک ہو، اسے موت نہ آئے اور وہ زندگی کے لوازمات کا محتاج نہ ہو۔وہ خود بھی زندہ ہو اور زندگی عطا کرنے والا ہو اور قیوم سے مراد وہ ذات ہے جو بغیر فنا کے باقی رہے۔قیم اس کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو اپنی توجہ سے برقرار رکھے قیام بھی قیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اللّٰهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوم   اللہ وہ زندہ وجاوید ہستی ہے جو
تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔   (بقرہ۔۲۵۵)

۲۱۔الْحَکِیْم: اس ذات کو کہتے ہیں جس نے اشیاء کو استحکام سے پیدا کیا اور حکمت کے تحت مناسب شکل وصورت عطاء کی۔حکیم کو عالم بھی کہتے ہیں لغت میں حکم،علم کے معنی میں استعمال ہوا ہے ارشاد باری ہے یُؤتِیْ الْحِکْمَةَ مَن یَشَاءُ وَمَن یُؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ أُوتِیَ خَیْراً کَثِیْراً وہ (اللہ) جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت دی گئی گویا اسے خیر کثیر دے دیا گیا۔ (بقرہ۔۲۶۹)

حکمت حقائق کے صحیح ادراک کو کہتے ہیں جو علم کا شعبہ ہے۔حکیم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو اشیاء کو مناسب وقت اور زمان میں خلق فرمائے۔وہ کسی طرح کے اعتراض کا موقع نہیں دیتا۔حکیم اس کو بھی کہتے ہیں جو ضروری کام چھوڑتا نہیں اور لغو اور غیر ضروری کام سرانجام نہیں دیتا۔اللہ جو حکمت ودانائی اور علم ودانش میں کامل ہے وہ اپنی مخلوق کے مصالح اور ان کے ماضی،حال اور مستقبل کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے
إِنَّکَ أَنتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم   یقیناً تو (اللہ) ہی بہتر جاننے والا اور حکمت والا ہے۔   (بقرہ۔۳۲)

۲۲۔الْعَلِیْم : وہ ذات جو ہر اس مخفی بات سے باخبر ہو جس سے پوری کائنات بے خبر ہو۔ وَهُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُور اور وہ (اللہ) سینے کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔   (حدید۔۶)

لاَ یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِیْ السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِیْ الْأَرْض   آسمانوں اور زمین میں ذرا برابر بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔   (سباء۔۳)

اللہ محض کلیات کا ہی عالم نہیں بلکہ جزئیات کا بھی علم رکھتا ہے۔ایک ایک

دانہ جو زمین کی تہوں میں جاتا ہے،ایک ایک پتی اور کونپل جو زمین سے پھوٹتی ہے،بارش کا ایک ایک قطرہ جو آسمان سے گرتا ہے اور بخارات کی ہر مقدار جو سمندروں اور جھیلوں سے اٹھ کر آسمان کی طرف جاتی ہے،اللہ کی نگاہ میں ہے اور وہ جانتا ہے کہ بخارات کی کتنی مقدار کہاں سے اٹھی اور کہاں کہاں پہنچی ہے۔وہ سب کو اکٹھا کر کے بادل بناتا ہے اور مقررہ مقدار سے بانٹ کر مختلف حصوں پر بارش برساتا ہے۔

"اَلْحَکِیْم اَلْعَلِیْم" جو کوئی ان دونوں ناموں کا ورد معمول بنا لے گا اس کے لیے مشکل سے مشکل صورت بھی آسان ہو جائے گی اور العلیم کا کثرت سے ذکر کرنے والے پر علم ومعارف کے دروازے کھل جائیں گے۔

۲۳۔الْحَلِیْم : اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کی خطاؤں کو "تحمل" کر دے۔یعنی اس کی ذات پر گناہگاروں جاہلوں اور نافرمانوں کی شرارتوں کا اثر نہیں ہوتا۔یہ اللہ کی حلیمی ہی ہے کہ وہ کافر،مشرک،فاسق،فاجر،فرد ہی نہیں بلکہ ایسے معاشروں کو بھی صدیوں تک مہلت پر مہلت دیتا رہتا ہے،نہ تو ان کا رزق بند کرتا ہے اور نہ زندگی کے دوسرے لوازم،یہ اس کا حلم ہے جو اس کے انتقام کو روکے رکھتا ہے۔

وَکَانَ اللّٰهُ عَلِیْماً حَلِیْماً   اور اللہ بڑا جاننے والا بردبار ہے۔
(احزاب۔۵۱)

إِنَّهُ کَانَ حَلِیْماً غَفُوْرا   اللہ یقیناً بہت بردبار معاف کرنے والا ہے۔
(بنی اسرائیل۔۴۴)

۲۴۔الحفیظ : وہ ذات جو کائنات کی حفاظت ونگرانی کرے اور خطرات میں پھنسے انسانوں کو نجات بخشے۔

إِنَّ رَبِّیْ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظ   یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگران

ہے ۔ (ہود۔۵۷)

وَرَبُّکَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظ اور تیرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

(سباء۔۲۱)

مشکل اوقات میں 'الحفیظ، الحکیم' کا ذکر کثرت سے کیا جائے تو آسانی ہوگی اگر کوئی شخص ''الحفیظ'' کے اعداد کے برابر اس کا ورد کرے گا تو درندوں کے درمیان بھی امن میں ہوگا اور غرق نہ ہوگا، یہ نام جلد اثر دکھاتا ہے۔

۲۵۔اَلْحَق : جس کے اصلی معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں۔

(۱) یہ اس ذات کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی بنا پر کسی شے کو ایجاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کو اس لئے حق کہا جاتا ہے۔ ''ثُمَّ رُدُّوا إِلَی اللّٰهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ اور پھیرے جائیں گے اللہ کی طرف جو ان کا مالک حق (حقیقی) ہے۔'' (انعام۔۶۲)

(۲) حق اس چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے جو حکمت کے مقتضی کے مطابق ایجاد کی گئی ہو۔ یعنی اللہ کے کل فعل حق ہیں۔ ''مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذَلِکَ إِلَّا بِالْحَق اللہ نے یہ سب کچھ حق کی بنیاد پر خلق کیا ہے۔'' (یونس۔۵)

(۳) کسی شے کے متعلق وہ اعتقاد رکھنا جو نفس الامر کے مطابق ہو جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔ ''فَهَدَی اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ پھر اللہ نے اپنے ارادے سے ایمان والوں کو اس حق بات کی ہدایت کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (بقرہ۔۲۱۳)

(۴) وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور جس وقت میں ہونا واجب ہے

چنانچہ قولِ حق اور فعل حق اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ '' وَلَکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ لیکن یہ بات میری طرف سے ثابت ہوگئی کہ مجھ کو دوزخ بھرنی ہے۔'' (سجدہ۔۱۳) (لغات القرآن۔نعمانی)

اللہ تعالیٰ حق بھی ہے اور حق کو آشکار کرنے والا بھی ہے سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے ''أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ'' (نور۔۲۵)

مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں ”هو الله الحق المبين احق و ابين مما ترى العيون “ اللہ ہی حق مبین ہے جن چیزوں کو آنکھیں دیکھتی ہیں وہ ان چیزوں سے بھی زیادہ محقق اور آشکار ہے۔ (نہج البلاغہ)

۲۶۔اَلْحَسِیْب: محاسبہ کرنے والا اور حساب لینے والا۔

إِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا اللہ یقیناً ہر شے کا حساب لینے والا ہے۔ (نساء۔۸۶)

وَلَا یَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللّٰهَ وَکَفَی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا اور وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبے کے لئے بس اللہ کافی ہے۔(احزاب۔۳۹)

۲۷۔اَلْحَمِیْد: وہ ذات جو ہر حال میں قابل ستائش، قابل تعریف ہو اور صفاتِ ستودہ کا مجموعہ ہو۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ اور جان لو بے شک اللہ بے نیاز اور لائق ستائش ہے۔ (بقرہ۔۲۶۷)

۲۸۔اَلْحَفِیّ: لطف و کرم کرنے والا مہربان۔

قَالَ سَلَامٌ عَلَیْکَ سَأَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ إِنَّهُ کَانَ بِیْ حَفِیًّا

ابراہیمؑ نے کہا آپ پر سلام ہو میں آپ کے لئے اپنے رب سے مغفرت

طلب کروں گا یقیناً وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ (مریم۔۴۷)

حفی کے ایک معنی علم کے یا کھوج لگانے کے بھی ہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے

یَسْأَلُونَکَ کَأَنَّکَ حَفِيٌّ عَنْهَا (اے رسولؐ) یہ آپ سے اس (قیامت کے بارے میں) اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپؐ اس کی کھوج میں ہوں۔ (اعراف۔۱۸۷)

۲۹۔الــرَّب : بمعنی آقا اور مالک یہ لفظ عموماً اسم فاعل ہوتا ہے لیکن اصل میں "رَ بـــاً" جس کے معنی کسی کو پرورش کر کے حدِ کمال تک پہنچانا اور اس کی جملہ ضرورتوں کا خیال رکھنا۔

قُلْ أَغَيْرَ اللّهِ أَبْغِي رَبّاً وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ ہر چیز کا رب وہی ہے۔ (انعام۔۱۶۴)

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْف چاہیے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف میں امن دیا۔ (قریش۔۳۔۴)

الْحَمْدُ للّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ تمام تعریفیں عالمین کے پروردگار کے لئے ہیں۔ (حمد۔۱)

۳۰،۳۱۔ الرَّحْمنِ۔۔الرَّحِيْم:

وہ ذات جو تمام مخلوقات پر رحم کرے اس کی رحمت میں کافر مومن، فاسق و صالح تمام شریک ہیں۔رحمان سب کے لئے سامان زیست فراہم کرتا ہے۔رحمان مبالغے کا صیغہ ہے اور خدا کے علاوہ کسی کو رحمان نہیں کہا جا سکتا چونکہ رحمان اس کو بھی کہتے ہیں جو بلاؤں اور پریشانیوں سے نجات دلا سکے اور خدا کے علاوہ کسی میں یہ

قدرت نہیں۔

رحیم وہ ذات جو صرف مومنین کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔

"**وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْماً** (احزاب۔۴۳)

رحمت کے ایک معنی نعمت کے ہیں جیسے سرکار رسالت مآبؐ کے لئے کہا گیا ہے "**وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ** (انبیاء۔۱۰۷)

رحیم غیر اللہ کے لئے بھی بولا جا سکتا ہے۔رحیمیت صفت خاص ہے جبکہ رحمانیت صفتِ عام ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔

تَنزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ (قرآن) رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ (فصلت۔۲)

"الرَّحْمنِ الرَّحِيْم" ہر نماز کے بعد سو مرتبہ پڑھا جائے تو خداوند عالم کا خصوصی لطف و کرم حاصل ہوگا

۳۲۔الذاریٔ: اسم من اسماء اللہ الحسنٰی و معناہ:

المنشیء المنمی، الخالق الباریء اللہ کے خوبصورت ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی ہیں اپنی مرضی سے پیدا کرنے والا، خلق اور ایجاد کرنے والا۔

قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (ملک۔۲۴)

کیا خیال ہے؟ محفل یہیں ختم کرتے ہیں اور کل تک خدا حافظ ☆☆☆

کل کہاں ختم ہوئی تھی بات یاد ہے کسی کو؟ میں نے پوچھا

ڈاکٹر صاحب "الذاری" پر سلسلہ کلام روکا تھا سب نے بیک زبان کہا۔

بالکل صحیح۔تو شروع کرتے ہیں۔۔۔

۳۳۔الرَّزَّاق : یعنی وہ ذات جو رزق کی ذمہ دار ہے اور روزی رسانی میں
کافر مومن کا فرق نہیں رکھتی۔

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے
والا ہے اور بڑی پائیدار طاقت والا ہے۔ (ذاریات۔۵۸)

اس نام کا بکثرت ورد روزی میں برکت اور اضافے کا باعث ہے

۳۴۔الرَّقِیب: وہ محافظ جس کی نظروں سے کوئی چیز اوجھل نہ ہو، سب کچھ
اس کے زیر نگاہ ہو۔

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ کوئی لفظ اس کی زبان سے
نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔ (ق۔۱۸)

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (عیسیٰؑ نے کہا اے
اللہ) جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو خود ہی ان پر نگران ہے۔ (مائدہ۔۱۱۷)

ایک طرف تو اللہ براہِ راست انسان کی حرکات وسکنات اور افکار وخیالات کو
جانتا ہے جبکہ دوسری طرف ہر انسان پر دو فرشتے نگران کے طور پر موجود ہیں جو اس
کے ہر قول وفعل کو لکھتے رہتے ہیں۔عدالتِ الٰہی میں انسان کی پیشی ہوگی تو یہ فرشتے
اس کے اعمال کا دستاویزی ثبوت لا کر پیش کردیں گے۔

۳۵:الرَّؤُوف: وہ ذات جو اپنے بندوں پر لطف وکرم کرے، بڑی شفقت
اور مہربانی کرے، خیر خواہ اور نرم خو ہو لیکن رحیم کے مقابلے میں رؤف محدود ہے۔

لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَؤُوفٌ
رَّحِيمٌ تا کہ تاریکی سے نکال کر تمہیں روشنی میں لائے یقیناً اللہ تم پر نہایت شفقت
کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (حدید۔۹)

وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ
ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے خلاف کوئی عداوت نہ رکھ۔اے
ہمارے رب تو یقیناً بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (حشر۔۱۰)

جو کوئی ''الحلیم، الرؤف، المنان'' ان تینوں ناموں کا ورد کرتا رہے گا وہ خوف
اور ڈر سے محفوظ رہے گا۔

۳۶۔الرائی: عالم کے مفہوم میں ہے۔قرآن نے رویت کو علم کے معنی
میں استعمال فرمایا ہے جیسا کہ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (فجر۔۶)
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد سے کیا کیا
کبھی کبھی رائی دیکھنے والا اور رویت دیکھنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

۳۷۔السَّلَامُ: وہ ذات جو اپنی مخلوقات کو سلامتی دینے والی ہے اور جو ہر
عیب اور نقص سے مبرا ہے۔مسلمان بھی اس لئے بنا ہے کیونکہ حقیقی مسلمان وہی ہے
جس سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔سلام وسلامت دونوں مصدر ایک معنی کو بتاتے
ہیں جس طرح رضا اور رضاعت۔لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ" اس آیت میں سلام سے مراد
ذاتِ الٰہی بھی ہوسکتی ہے اور دارالسلام سے مراد اللہ کا گھر یعنی بہشت بریں کہ جو بھی
اس میں وارد ہوگا ہر طرح کی آفت اور بلا سے محفوظ رہے گا۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ
الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (حشر۔۲۳)

اس نام میں شفا اور سلامتی ہے اگر مریض پر سو مرتبہ پڑھا جائے تو ان شاء
اللہ صحت یابی ہوگی۔

۳۸۔القدوس: قدیم آسمانی کتابوں میں بھی خدا کا نام قدوس مذکور

تھا۔اس سے مراد وہ ذات ہے جو ہر عیب سے پاک ہو اپنا مثل اور اولاد نہ رکھتی ہو۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ بادشاہ نہایت پاکیزہ، بڑا غالب آنے والا حکمت والا ہے۔ (جمعہ۔۱)

ایک جگہ بیٹھ کر اگر کوئی شخص سو دفعہ ورد کرے تو اس کا باطن رذائل سے پاک ہو جائے گا۔

۳۹۔**المؤمن**: ایمان کے معنی لغت میں تصدیق کے ہیں لہٰذا مومن کو مومن اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پروردگار عالم کے وعدوں کی تصدیق کرتا ہے اور مومن کی تمناؤں کو رد نہیں کرتا لیکن جب ذاتِ باری کے لئے مومن بولا جاتا ہے تو اس کے معنی امان کے ہیں۔رب کریم اپنے بندوں کو بلا و مصیبت سے امان عنایت فرماتا ہے ۔امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں "پروردگار عالم کو مومن اس لئے کہتے ہیں چونکہ اطاعت گزار اس کے عذاب سے امان میں ہیں اور بندہ مومن کو مومن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی تصدیق کرتا ہے اور اللہ اس کو امن عنایت فرماتا ہے"

۴۰۔**المُهَيمِن**: نگران شاہد اور گواہ کو کہتے ہیں قرآن نے اشارہ فرمایا ہے

"وَمُهَيمِناً عَلَيهِ وہ ان پر نگران ہے" (مائدہ ۴۸)

خدا کو اس لئے مھیمن کہا جاتا ہے کہ وہ مخلوق کی ہر نقل و حرکت کا نگران شاہد اور گواہ ہے۔ زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی نہیں جو اس کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔مھیمن ،امین اور حافظ کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے یہ گزشتہ کتابوں میں اللہ کا نام ہے۔

۴۱۔ **العَزِيز**: وہ ذات جو کبھی مغلوب نہ ہو بلکہ ہمیشہ غالب آنے والی ہو۔

اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ بیشک تو بڑا غالب آنے والا حکیم ہے۔(بقرہ۔۱۲۹)

کبھی کبھی بادشاہ کو بھی عزیز کہتے ہیں جیسا "يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ" (یوسف۔۷۸)

جو بندہ اس اسمِ الٰہی کو چالیس مرتبہ چالیس روز تک پڑھے گا وہ کبھی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

۴۲۔**الجبّار**: وہ ذات جو مخلوقات کی پریشانی اور گھبراہٹ کو برطرف کرے اور زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کفیل ہو۔کبھی کبھی جبار اس جگہ پر بھی بولا جاتا ہے جہاں انسان نہ پہنچ سکے اسی لئے درخت کی وہ شاخ جس تک ہاتھ نہیں پہنچتا اس کو جبار کہتے ہیں۔جبار کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اللہ زور آور ہے اور سرکشوں کو زیر کرنے والا ہے اور چونکہ جبر کے معنی ہڈی جوڑنے کے بھی ہیں لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے مخلوق کی اصلاح کرنے والا اور شیرازہ بندی کرنے والا ہے۔

جو شخص اس نام کو روزانہ اکیس مرتبہ پڑھے گا ظالموں سے محفوظ رہے گا۔

۴۳۔**المتکبّر**: وہ ذات جو بندوں کی تعریف سے بالاتر ہے۔اس کی مخلوق میں کوئی اس کے فرمان سے سرتابی نہیں کرسکتا۔ وہ متکبر ہے یعنی عظمت و کبریائی کا مالک ہے، "کبریا" یعنی کبریائی والا۔

جو شخص خدا کے اس نام کو ظالم کے سامنے پڑھے گا، ظالم ذلیل و رسوا ہوگا۔

۴۴۔**السید**: اس کے معنی مَلِک کے ہیں قوم کے بڑے بزرگ کو سید کہا جاتا ہے۔حضرت ختمی مرتبتؐ نے فرمایا "**علیؑ سید العرب**" حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیا آپؐ سید عرب نہیں ہیں تو فرمایا کہ میں سیدِ اولادِ آدم ہوں، حضرت عائشہؓ نے پھر پوچھا کہ سید کسے کہتے ہیں؟ فرمایا جس کی اطاعت اسی طرح واجب ہو جس طرح میری اطاعت واجب ہے۔

۴۵۔**السبوح**: عربی میں سبوح کے وزن پر قدوس آتا ہے تیسرا کوئی لفظ

اس وزن پر نہیں ہے اور معنی ہے وہ ذات جس کے نام کی تسبیح کی جائے جو ہر عیب سے پاک ہو جو شخص نماز جمعہ کے بعد اس نام کو روٹی پر لکھ کر کھائے تو فرشتہ صفت ہو جائے ۔

۴۶۔الشھیــــد: وہ ذات جس سے کوئی شے پوشیدہ نہ ہو۔شہید کو عالم ،شاہد اور علیم بھی کہا جاتا ہے ۔قرآن میں شہید علیم کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے ۔

"شَهِدَ اللّهُ أَنَّهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُواْ الْعِلْمِ قَآئِمَاً بِالْقِسْطِ

(آلِ عمران ۔۱۸)

۴۷۔الصادق : وہ ذات جس کا وعدہ سچا ہے اور سچائی کے عوض ثواب دیتا ہے اور اس میں کمی نہیں کرتا ۔

۴۸۔الصانع: ہر چیز کے بنانے والے کو کہتے ہیں ۔

☆وہ جس چیز کو خلق کرے اپنی خلقت میں نئی اور نوکھی ہو۔

☆اس کی بنائی ہوئی چیز اس سے شباہت نہ رکھتی ہو۔

☆صانع اور مصنوع میں مغایرت ہو

یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اکیلا اور یکتا ہے اور اس میں اور مخلوق میں دوئی ہے ۔

۴۹۔الطـاھــر: وہ ذات جو بشری تقاضوں اور انسانی ضرورتوں سے پاک و منزہ ہو۔نہ اس کی اولاد ہو، نہ بیوی، نہ والدین ،نہ گرمی کا احساس ہو، نہ سردی کا، نہ ہی عقل و ادراک اس کا احاطہ کر سکیں ۔

۵۰۔العدل : ہوا اور ہوس نہ رکھتا ہو،اس کے فرمان میں ظلم کا شائبہ نہ ہو

۵۱،۵۲۔عَفُوّاً غَفُوراً: العفو سے مراد وہ ذات ہے جو ان گناہوں کو معاف کرے جن سے انسان ہلاک ہو سکتا ہے ۔نیکیوں کو کئی چند کر کے پلٹائے ۔عفو کے معنی

یہ بھی ہیں کہ وہ ذات جو بندوں اور گناہگاروں سے ان کی جرأت اور سرکشی کا انتقام نہ لے۔عفو کے معنی اثر کو مٹانے کے بھی ہیں اس لئے عرب کہتے ہیں "**عـفـو الـریح الاثر** ۔۔۔ہوا نے اثر کو مٹا دیا"

الـغـفـور: سے مراد وہ ذات ہے آخرت میں جس کی مغفرت عظیم ہو۔غفر کے معنی ڈھکنے کے ہیں ۔خُود کو اس لئے مغفر کہتے ہیں کیونکہ وہ سر کو ڈھانپ لیتا ہے

عـفو اور **غـفور** میں فرق یہ ہے کہ عفو کا دائرہ غفور کے مقابلے میں وسیع تر ہے غفور میں ممکن ہے خداوند کریم گناہ کے اثر کو باقی رکھتے ہوئے چھپالے لیکن عفو میں گناہ کے اثر کو مٹا دیتا ہے ۔

إِنَّ اللّهَ كَانَ عَفُوّاً غَفُوراً بے شک اللہ بڑا معاف کرنے والا ،بخشنے والا ہے ۔ (نساء۔۴۳)

وَكَانَ اللّهُ عَفُوّاً غَفُوراً اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ۔ (نساء۔۹۹)

۵۳۔الـغَـنِـی: وہ ذات جو اپنی مخلوق سے بے نیاز ہو اور خود کسی چیز میں محتاج نہ ہو۔خود کامل ہے لہٰذا ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ،ہر شے اپنے وجود میں اس کی محتاج ہے۔وہ غنی مطلق ہے ۔

أَنَّ اللّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ جان لو کہ اللہ بڑا بے نیاز اور قابل ستائش ہے ۔

(بقرہ۔۲۶۷)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاء إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور لائق ستائش ہے ۔ (فاطر۔۱۵)

۵۴۔الـغـیـــاث: وہ ذات جو بے قرار و مضطر کی حاجت روائی فرمائے ۔

غیاث کے لغوی معنی فریادرس اور فریاد سننے والے کے ہیں۔

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وہی تو ہے جو مضطرب کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے۔
(نمل۔۶۲)

۵۵۔الفاطِر: وہ ذات جو مخلوقات کو بغیر کسی نمونے کے پیدا کرے۔

أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کیا تمہیں اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے (ابراہیم۔۱۰)

۵۶۔الفرد: وہ ذات جو خدائی میں یکتا اور تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔

۵۷۔الفتاح: وہ ذات جو اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ
کہہ دو ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان حق پر مبنی فیصلہ فرمائے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے۔ (سباء۔۲۶)

فتاح کے دوسرے معنی اس ذات کے ہیں جو روزی اور رحمت کے دروازے اپنے بندوں پر کھولتا جاتا ہے۔

۵۸۔الفَالِقُ: اس ذات کو کہتے ہیں جو رحم مادر سے بچے کو، دانے سے شجر و شگوفے اور زمین سے اس کے ذخیرے کو باہر لائے۔ اللہ نے تاریکی سے صبح کو نکالا اور آسمانوں سے پانی برسایا۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کا شگافتہ کرنے والا ہے وہی مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردے کو نکالنے والا ہے۔ (انعام۔۹۵)

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وہ صبح کا شگافتہ کرنے والا ہے۔ (انعام۔۹۶)

۵۹۔القدیم: وہ ذات جو ہر اعتبار سے تقدم رکھتی ہے۔ تقدم سے مراد یہ نہیں کہ وہ سب سے پہلے ہے بلکہ اس کے لئے سابق میں عدم نہیں۔

۶۰۔المُلک: وہ ذات جو جامع مالکیت رکھتی ہو، مالکیت کی کوئی قسم اس کے دائرے سے باہر نہ ہو۔ ملکوت بھی اللہ کے ملکوں میں سے ایک ملک ہے۔

لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آج کس کی بادشاہی ہے؟ خدائے واحد قہار کی۔ (غافر۔۱۶)

مالک الْمُلْکُ کا بکثرت ذکر دنیا و آخرت میں بے نیازی عطا کرتا ہے

۶۱۔القَوِی: طاقتور یعنی وہ ذات جس کی قوت ایسی کامل ہو کہ اس پر کسی طرح کا ضعف طاری نہ ہو اور وہ کسی سے مدد نہ مانگے اور ہر شے پر قدرت رکھتا ہو۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ بے شک تیرا رب بڑا طاقتور، غالب آنے والا ہے۔ (ہود۔۶۶)

۶۲۔القَرِیب: وہ قریب ہے یعنی پکارنے والوں کی آوازوں کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اگر چہ وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن اس کے باوجود اپنے بندوں سے علیحدہ ہے۔ اس کی قربت صحیح عقیدے اور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے۔ قربت کے وہ اصول جو مخلوق کے درمیان پائے جاتے ہیں وہ خدا کے لئے تصور نہیں کیے جاسکتے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہہ دو میں ان کے قریب ہوں۔ (بقرہ۔۱۸۶)

۶۳۔القابض: اس ذات کو کہتے ہیں جو روزی کم کرکے بندوں کے صبر کو

آزمائے اور آخر میں اس صبر کا بہترین اجر دے۔قابض جو موت کے ذریعے روح کو قبض کرے۔قابض کے معنی ملکیت کے بھی ہیں۔

وَالْأَرْضُ جَمِيعاً قَبْضَتُهُ   پوری زمین اس کے قبضہ قدرت میں ہو گی۔ (زمر۔۶۷)

۶۴۔**الباسط:** وہ ذات جو اپنے رحم وکرم فضل وبخشش کی وجہ سے روزی کو بڑھاتی ہے تاکہ بندوں کی ضرورت پوری ہو۔اور حکیمانہ مصلحت کے تحت اس میں کمی بھی کرتا ہے تاکہ انسان کی شکرگزاری کو آزمائے۔

اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ   اللہ جس کو چاہتا ہے کشادہ رزق بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔ (رعد۔۲۶)

بوقت سحری ہاتھ اٹھا کر دس مرتبہ **الباسط** کہے تو کسی سے سوال کرنے کی نوبت نہیں آئے گی

۶۵۔**القاضی:** وہ ذات جو اپنے بندوں پر حکمرانی کرے تاکہ بندے اس کے اوامر اور نواہی کا لحاظ کریں۔قاضی بقضاء سے بنا ہے جب نسبت خدا کی طرف ہو تو تین معنی مراد ہوتے ہیں۔

☆حکم کرنا یا فیصلہ کرنا: وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ   اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔(بنی اسرائیل۔۲۳)

☆خبر دینا یا اعلان کرنا: وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوّاً كَبِيرًا   اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں خبردار کر دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور ضرور بڑی طغیانی بھی دکھاؤ گے۔ (بنی اسرائیل۔۴)

☆پورا کرنا یا تمام کرنا: فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ
پھر انہی دو دنوں میں سات آسمان بنا دیے۔ (فصلت۔۱۲)

۶۶۔**المجید:** کرم وبخشش کرنے والا،سخی،کریم،عزیز،ہر صاحب شرف کو بھی کہا جاتا ہے۔وہ ہستی جس کی لوگ عزت وتوقیر کریں اور کثرت سے اس نام کا ذکر ہر درد سے شفا ہے۔

إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ   بے شک وہ (اللہ) قابل ستائش بڑے شرف والا ہے۔ (ہود۔۷۳)

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (اللہ) بڑی شان والا عرش کا مالک ہے۔
(بروج۔۱۵)

۶۷۔**المولی:** مدد کرنے والا،حاکم،سرپرست،وہ ذات جس نے لوگوں کے اجر وثواب کی ذمہ داری لے لی ہو۔

وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ
اور اللہ کے ساتھ متمسک رہو وہی تمہارا مولا ہے سو وہ بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے۔ (حج۔۷۸)

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ   پس جان لو اللہ تمہارا سرپرست ہے وہ بہترین سرپرست اور بہترین مددگار ہے۔(انفال۔۴۰)

اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
اللہ مومنوں کا سرپرست ہے جو انہیں اندھیروں سے نکال کر نور میں لاتا ہے۔
(بقرہ۔۲۵۷)

۶۸۔**المنان:** عطا وبخشش کرنے والا،بہت احسان کرنے والا،بہت

زیادہ نوازنے والا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
اللہ نے اہل ایمان پر بڑا احسان کیا کہ ان کی طرف انہی میں سے ایک
پیغمبر بھیجا۔ (آل عمران ۔۱۶۴)

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہ ہماری عنایت ہے
جس پر چاہو احسان کرو اور جس کو چاہو روک دو اس کا کوئی حساب نہیں ہوگا، (ص، ۳۹)

۶۹۔ الْمُحِيْطُ: یعنی وہ جو تمام چیزوں پر احاطہ رکھتا ہے کوئی چیز اس کے
دائرہ علم وقدرت سے باہر نہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا اور اللہ ہر چیز پر احاطہ رکھنے والا ہے۔
(نساء ۔۱۲۶)

اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ میرا رب تمہارے اعمال کا احاطہ کیے
ہوئے ہے۔ (ہود ۔۹۲)

۷۰۔ الْمُبِيْنُ: اللہ جو اپنی نشانیوں اور آثار کی وجہ سے ظاہر اور آشکار ہے
۔اس کی تدبیر واضح ہے۔

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ بے شک اللہ ہی حق ہے اور حق کو ظاہر
کرنے والا ہے۔ (نور ۔۲۵)

۷۱۔ الْمُقِيْتُ: صاحب اقتدار، نگہبان، حفاظت کرنے والا اور روزی
دینے والا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے
والا ہے۔ (نساء ۔۸۵)

۷۲۔ الْمُصَوِّرُ: اللہ وہ ذات ہے جس نے مخلوقات کو مختلف شکل و
صورت میں پیدا کر کے ایک دوسرے سے امتیاز بخشا۔ ارشاد ہوتا ہے

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ اسی نے تمہاری صورت بنائی تو بہترین
صورت بنائی۔ (مومن ۔۶۴)

اگر کوئی عورت تین یا سات دن تک روزے رکھے اور اس نام کو تیرہ مرتبہ
پاک برتن پر لکھتی جائے اور پڑھتی جائے پھر اس برتن کا دھون پی لے، ان شاء اللہ
فرزند ہوگا۔

۷۳۔ الْكَرِيْمُ: اس سے مراد سخی، بخشش کرنے والا ہے۔

فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ پس میرا رب یقیناً بے نیاز اور صاحب کرم
ہے۔ (نمل ۔۴۰)

يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ اے انسان تجھے کس
چیز نے اپنے کریم رب کے بارے میں دھوکے میں رکھا ہے۔ (انفطار ۔۶)

۷۴۔ الْكَبِيْرُ: بزرگ و برتر۔

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ پس فیصلہ برتر، بزرگ اللہ کے پاس ہے۔
(مومن ۔۱۲)

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ بے شک اللہ بڑا برتر ہے (حج ۔۶۲)

اگر کوئی ''الکبیر'' کے اعداد کے برابر ذکر کرے اور دعا مانگے تو قبول ہوگی

۷۵۔ الکافی: یعنی جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کی حاجت کو خود پورا
فرماتا ہے اور کسی دوسرے پر نہیں ڈالتا۔ اس کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے پس اس

کے لئے اللہ کافی ہے۔ (طلاق ۔۳)

۷۶۔کاشف الضر: بے قرار کی مصیبتوں کو برطرف کرنے والا۔

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ. (نمل ۔۶۲)

۷۷۔الوتر: اس کے معنی ہیں ایک، یکتا۔یعنی وہ یکتا ہے۔

۷۸۔النور: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (نور۔۳۵)

اور یہ ایسا نور ہے جو اہل نظر کو بصارت اور گمراہوں کو ہدایت دیتا ہے۔

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ اور اللہ جسے چاہتا ہے نور ہدایت عطا کر کے گمراہی اور ذلالت کے اندھیروں سے نکال کر سعادت وکامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔(نور۔۳۵)

ظاہر وباطن کی نورانیت کے لیے روزانا ایک مرتبہ یہ اسم پڑھا جائے

۷۹۔الوَھّابُ: اس کے معنی ہیں بے حساب عطا کرنے والا، بہت بخشش کرنے والا، یہ عطا اور بخشش مادی بھی ہے اور معنوی بھی۔اس کی عطا سے انسان کسی لمحے بھی مستغنی نہیں ہوسکتا اس لئے بار بار اس کی بارگاہ میں التجا کرنی چاہیے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ اے ہمارے رب جب تو نے ہمیں ہدایت دی تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر ہمیں اپنی رحمت سے نواز، یقیناً تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔ (آل عمران ۔۸)

مولائے متقیان اپنی ایک دعا میں فرماتے ہیں "**رب لا تکلنی الیٰ نفسی طرفۃ عین ابداً**" اے میرے مالک مجھے ایک لمحے کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر۔

جو سجدہ میں چودہ دفعہ اس نام نامی کو پڑھے گا وہ غنی ہوگا، جو رات کے آخری حصے میں ننگے سر ہاتھوں کو اٹھا کر سو مرتبہ پڑھے گا حق تعالیٰ اس سے فقر وفاقہ دور کرے گا اور حاجتیں پوری کرے گا۔

۸۰۔الناصر: مددگار، اسی معنی میں نصیر بھی ہے۔

فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ سو وہ بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے۔ (حج ۷۸)

۸۱۔الواسع: وہ ذات جس کی بے نیازی سے بندوں کی ضرورتیں برطرف ہوتی ہیں اور جوان کو روزیاں پہنچاتا ہے۔اللہ کا علم اور اس کی حکمت بے حدو حساب وسیع ہے

وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا اللہ بڑی وسعت والا حکمت والا ہے۔(نساء۔۱۳۰)

إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ بے شک اللہ وسعت والا، جاننے والا ہے۔ (بقرہ۔۱۵)

"واسع بالعموم قرآن میں تین مواقع پر آیا ہے۔ایک وہ موقع جہاں انسانوں کے کسی گروہ کی تنگ خیالی وتنگ نظری کا ذکر آتا ہے اور اسے اس حقیقت پر متنبہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ اللہ تمہاری طرح تنگ نظر نہیں۔دوسرا وہ موقع جہاں کسی کے بخل اور تنگ دلی اور کم حوصلگی پر ملامت کرتے ہوئے یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ فراخ دست ہے۔اور تمہاری طرح بخیل نہیں۔تیسرا وہ موقع جہاں لوگ اپنے تخیل کی تنگی کی وجہ سے اللہ کی طرف کسی قسم کی محدودیت منسوب کرتے ہیں اور انہیں یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ غیر محدود ہے۔" (تفہیم القرآن۔جلد اول،ص۔۲۶۵)

اس نام کا بکثرت ذکر وسعت رزق کا وسیلہ ہے۔

۸۲۔الودود: وُدّ سے نکلا ہے معنی ہیں کہ پروردگار عالم اپنے بندوں کو

دوست رکھتا ہے ان کے اعمال کو قبول کرتا ہے نیک بندوں سے محبت کرتا ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی قصور وار ہو جب بھی اپنے افعال پر نادم ہو کر اس کی طرف پلٹتا ہے تو اس کی رحمت کو اپنے لئے وسیع پاتا ہے۔ اس کی بے پایاں محبت اپنے گناہ گار بندے کو آغوش عفو میں لے لیتی ہے **وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ** تم لوگ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر توبہ کرو میرا رب یقیناً بڑا رحم کرنے والا، محبت کرنے والا ہے۔ (ہود۔۹۰)

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُود اور وہ (اللہ) بڑا معاف کرنے والا محبت کرنے والا ہے۔ (بروج۔۱۴)

اس اسم کو کھانے پر ایک ہزار دفعہ پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو دوست ہو جائے گا

۸۳۔ الهادِی: اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنی ہدایت سے ساری مخلوق کو سرفراز فرمایا فطرت توحید پر پیدا کر کے عزت دی۔ عقل والہام کی قوت دے کر سیدھی راہ دکھلائی اور انبیاء کرام کی ہادیانہ قیادت کے ذریعے راہ کو مزید روشن کر دیا اور اولیاء اللہ کا سلسلہ ہدایت تا قیامت باقی رکھا۔

وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا اور تمہارے لئے تمہارے رب کی ہدایت اور مدد کافی ہے۔ (فرقان۔۳۱)

اور یہ اللہ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اس نے انسان کو خیر و شر دونوں راستے دکھا دیے۔ اب یہ انسان پر ہے کہ وہ شکر گزر بندہ بنتا ہے یا ناشکرے پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس اسم کا بکثرت ذکر حصولِ معرفت کا ذریعہ ہے

۸۴۔ الوافی: وہ ذات جو اپنے وعدے کو پورا کرے۔

فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ پس اللہ اپنے وعدے کے خلاف ہر گز نہیں

کرے گا۔ (بقرہ۔۸۰)

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (آل عمران۔۹)

۸۵۔ الْوَكِيل

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (آل عمران۔۱۷۳)

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا اللہ پر بھروسہ رکھو وہی بھروسے کے لئے کافی ہے۔ (نساء۔۸۱)

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ (زمر۔۶۲)

اللہ وکیل ہے یعنی اپنے بندوں کا کارساز ہے، پناہ گاہ ہے اچھے بُرے حالات میں کفیل و کفاف ہے، نگران اور ذمہ دار ہے۔ وہ ایسی قابل بھروسہ ہستی ہے کہ تمام معاملات اس کے سپرد کیے جا سکتے ہیں۔ دنیاوی عدالتوں میں بھی انسان اپنے آپ کو وکیل کے سپرد کر دیتا ہے تو کیوں نہ انسان کو چاہیے کہ اپنے دینی اور دنیاوی معاملات کو بھی اپنے رحیم و کریم، صاحب طاقت وقدرت پروردگار کے سپرد کر دے۔ وہ ہر حال میں بھروسے اور اعتماد کے قابل ہے۔

۸۶۔ الْوَارِث: رب العزت کی ذات وہ ذات ہے جب ساری زمین و جائیداد کے مالک فنا ہو جائیں گے تو وہ سب کا وارث اور مالک قرار پائے گا۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ زندگی اور موت ہم دیتے ہیں ہم ہی سب کے وارث ہونے والے ہیں۔ (حجر۔۲۳)

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ اے میرے رب

مجھے تنہا نہ چھوڑ تو ہی بہترین وارث ہے۔ (انبیاء۔۸۹)

۸۷۔البرّ: یعنی خدا اپنے بندوں پر مہربان اور محسن ہے۔اس کا احسان ولطف ساری کائنات پر سایہ فگن ہے۔برّ کبھی صادق کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے

إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (طور۔۲۸)

اس سے پہلے ہم اسی کو پکارتے تھے وہ یقیناً احسان کرنے والا مہربان ہے۔

ساری نعمتیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور انسانی فطرت اور ضرورت کی ہر مانگ پوری کی ،زندگی کو مطلوبہ وسائل مہیا کیے، جو بقا وارتقائے حیات کے لئے ضروری تھے۔پھر اس سے بڑھ کر محسن اور کون ہوسکتا ہے۔

۸۸۔الباعث: معنی ہیں بھیجنے والا، اٹھانے والا۔یعنی وہ خدائے رحیم و رحمان جس نے ہدایتِ انسانی کے لئے انبیاء بھیجے جو بشارت ونذارت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ پس اللہ نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے نبی بھیجے۔ (بقرہ۔۲۱۳)

اس کا عالمین پر یہ احسان عظیم ہے کہ سلسلہ نبوت کے آخری مسند نشین سرکار سید الانبیاءؐ کو بھیجا تا کہ ہدایت کے تمام لوازمات پورے ہوجائیں

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ"

قیامت کے دن اللہ تمام انسانوں کو قبروں سے اٹھائے گا اور ان کے نامہ اعمال کی روشنی میں جزاء وسزا دے گا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعاً فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا (مجادلہ۔۶)

اگر کوئی اس نام کو سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے

دل کو منور اوراس کے باطن کو زندہ کردے گا۔

۸۹۔التوّاب: بہت توبہ قبول کرنے والا، بڑا معاف کرنے والا۔یعنی جب انسان سرکشی سے باز آگیا اور طریق بندگی کی طرف پلٹ آیا تو رحمان ورحیم پروردگار بھی اپنے شرمسار غلام کی طرف متوجہ ہوگیا۔اس کی توبہ قبول کی اور تمام گناہوں کومعاف کردیا۔ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

۹۰۔الجلیل: صاحب عظمت وقدرت، صاحب منزلت وجلالت اللہ کہ جس کی عظمت کے سامنے سب حقیر وناچیز ہیں اور وہ لافانی اور لازوال ہے۔اس کی کبریائی کو فنا نہیں۔وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (رحمان۔۲۷)

اور صرف آپ کے صاحب عزت وجلال رب کی ذات باقی رہنے والی ہے

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (رحمان۔۷۸)

بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو صاحب جلالت واکرام ہے

۹۱۔الجواد: وہ ذات جو حد سے سوا بخشش فرمائے اور بے حد وحساب احسان واکرام کرے۔جواد اور کریم کے درمیان فرق یہ ہے کہ جواد بغیر سوال کے دیتا ہے اور کریم سوال پر دیتا ہے۔لیکن بعض نے اس کے برعکس لکھا ہے۔جود کے معنی ہیں سخاوت،اس لئے لفظ جواد کے معنی مردِ سخی کے ہیں لیکن خدا کے لئے لفظِ سخی استعمال نہیں ہوتا۔

۹۲۔الخبیر: وہ جو باریک بین ہو چھوٹی سے چھوٹی چیز پر نظر رکھے۔خبر کے معنی علم کے ہیں۔اس لئے بولا جاتا ہے میں باخبر ہوں یعنی صاحب علم ہوں۔اللہ

ایسا لطیف وخبیر ہے جو اپنی ہر مخلوق کے متعلق پورا علم رکھتا ہے کہ وہ کہاں ہے کس حال میں ہے؟ اس کی ضروریات کیا ہیں، اس کے مصالح کیا ہیں، اس نے اب تک کیا کیا ہے اور آگے کیا کرنے والا ہے؟ اللہ اپنی بنائی ہوئی دنیا سے بے خبر نہیں بلکہ ذرے ذرے سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس کی یہ خبریت اس کے لطف وکرم کا تقاضا ہے۔

وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور وہ (اللہ) نہایت باریک بین بڑا باخبر ہے۔ (انعام۔۱۰۳)

۹۳۔ الخَالِقِ: یعنی وہ پروردگار جس نے بغیر کسی نمونے کے کائنات خلق فرمائی دنیا اور اس کی ہر شے روز آفرینش سے لے کر آج تک اسی کی ساختہ وپرداختہ ہے اور وہی اس کی تدبیر کرتا ہے اسی کا ارادہ کائنات کی پرورش اور نگہداشت کر رہا ہے۔ **هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ** (فاطر۔۳۵)

کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو آسمان اور زمین سے تمہیں رزق دے۔

۹۴۔ خیر الناصرین : ذاتِ خدا بار بار اپنی نصرت کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے کہ جس طرح وہ خیر الراحمین ہونے کے ناطے اپنی رحمت کو جاری وساری رکھتا ہے اسی طرح وہ خیر الناصرین ہونے کے ناطے اپنی مدد کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

۹۵۔ المدّیان: وہ جو اپنے بندوں کو ان کے عمل کی جزا دیتا ہے۔

"**مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ** "اللہ جزا کے دن کا مالک ہے۔" (حمد۔۳)

۹۶۔ الشَّكُورُ: وہ ذات جو مختصر عبادت کی قدر دانی کرتے ہوئے، ثواب عظیم اور نعمتِ وافر مرحمت فرمائے اور بندوں کے مختصر شکر پر راضی ہو جائے۔ لغت میں نیکی کے اعتراف کا نام شکر ہے لیکن مجازاً اللہ نے اطاعت گزاری کو شکر سے تعبیر فرمایا ہے۔ **لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ**

تا کہ اللہ ان کے اجر پورے کے پورے ان کو دے اور اپنے فضل سے مزید عطا فرمائے بے شک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔ (فاطر۔۳۰)

وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْناً إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ

جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اس کے بدلے اس بھلائی میں خوب اضافہ کر دیں گے بیشک اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور قدردان ہے۔ (شوریٰ۔۲۳)

۹۷۔ العَظِيم: یعنی صاحب عظمت وجلالت وہ ایسا عظیم ہے کہ جس کی عظمت کے سامنے سب حقیر وہیچ ہیں۔ کوئی اس کی ہمسری نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کی ذات، صفات اور اختیارات میں حصہ دار ہے۔

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے۔ وہ برتر اور عظیم ہے۔ (شوریٰ۔۴)

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ پس اپنے صاحبِ عظمت رب کے نام کی تسبیح کرو۔ (حاقہ۔۵۲)

۹۸۔ اللَّطِيف : اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مختلف ذریعوں سے لطف فرماتا ہے اور غیر محسوس طریقوں سے اپنے ارادے پورے کرتا ہے۔ وہ پوشیدہ حقائق کو جاننے والا باریک بین ہے۔ خدا کے لطیف ہونے کے معنی یہ بھی ہیں کہ بندوں کے لئے اطاعت وبندگی کے حالات فراہم کرتا ہے اور گناہوں سے بچنے کے مواقع سامنے لاتا ہے۔ لطف کبھی نیکی اور احترام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ اللہ اپنے بندوں پر بہت لطف کرنے والا ہے جسے جو کچھ چاہتا ہے بطور رزق عطاء کرتا ہے۔ (شوریٰ۔۱۹)

إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ بیشک میرا رب

غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے اور وہ جاننے والا صاحبِ حکمت ہے۔ (یوسف۔۱۰۰)

فَتَكُن فِيْ صَخْرَةٍ أَوْ فِيْ السَّمَاوَاتِ أَوْ فِيْ الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں چھپی ہو، اللہ اسے نکال لائے گا وہ باریک بین اور باخبر ہے۔ (لقمان۔۱۶)

سخت ترین مشکل حالات میں اس اسم کا ورد جلد مشکلات میں سے نکلنے کا موجب ہے

۹۹۔**الشـــافـی** : پروردگار عالم بغیر کسی وسیلے کے سلامتی وصحت عطا فرماتا ہے مختصر دعاؤں سے بلاؤں کو رد کر دیتا ہے، معمولی عمل کے بدلے میں بڑی جزا مرحمت فرماتا ہے۔حضرت ابراہیمؑ کے اس بیان کو دیکھئے:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (شعراء۔۸۰)

میں تو مسلسل بولتا ہی چلا گیا۔سائرن کی آواز آئی تو میں خاموش ہوا اور چونک کر سب کو دیکھا۔وہ سب ہمہ تن گوش بیٹھے ہوئے تھے۔

''بھئی اتنا وقت گزر گیا۔آپ مجھے ٹوک دیتے.....''میں نے کہا۔

''سر! آپ کے علم سے فیض پا رہے تھے۔ہماری کیا جرات تھی کہ آپ کو ٹوکتے.....'' محسن نے کہا۔

اچھا اب تمام افراد جلدی جلدی وضو کر لیں۔۔میں نے کہا

اور ڈاکٹر صاحب نماز بھی آپ ہی پڑھائیں.....''محسن کے بھائی نے کہا۔

جی بہت بہتر...... ☆☆☆

''آج حسن کاظمی صاحب نظر نہیں آ رہے، کہاں ہیں وہ.....''؟ میں نے حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے حسن کے بارے میں پوچھا۔

''سر! ان کے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں۔اس لیے وہ آج نہیں آ سکے.....'' چوہدری علی نے بتایا۔

''اچھا...آج پھر کس موضوع پر بات کی جائے.....''؟ میں نے ان سے پوچھا۔

''سر! حسن نیت اور حسن عمل کی بھی تو بہت اہمیت ہے مذہب میں .....''محسن نے کہا۔

''بیشک، حسن نیت اور حسن عمل معاشرے کے لیے بہت ہی ضروری ہے.....'' میں نے کہا۔

''سر! اسی موضوع پر بات ہو جائے.....''چوہدری علی نے کہا۔

''او کے۔اسی موضوع پر بات کرتے ہیں.....''

عزیزان: آپ اس دنیا کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، آپ کی حقیقی منزل کہیں اور ہے البتہ اگلی زندگی کی آسودگی کا انحصار حسنِ نیت اور حسنِ عمل پر ہے جو آپ یہاں دکھائیں گے،نیت کی سچائی اور عمل میں خلوص کامیابی کی اولین شرطیں ہیں، دیکھیے حضور نبیؐ کریم کیا فرماتے ہیں۔

معاذ بن جبلؓ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ کے ہمراہ تھے۔حضرتؐ نے اسے مخاطب کیا پھر آسمان کی طرف سر بلند کر کے فرمایا۔

''ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ہمیشہ اپنی مخلوق میں پسندیدہ چیزوں کا حکم فرماتا ہے۔پھر حضرتؐ نے معاذ کو پکارا۔معاذ نے جلدی سے کہا نبیؐ رحمت وامام خیر وبرکت فرمائیے۔معاذؓ! میں تمہیں اس وقت وہ سنانے جارہا ہوں جس

کی خبر مجھ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں دی ہے۔میری باتوں کو یاد رکھنا تمہارے کام آئیں گی اور اگر بھلا دیا تو خدا کی حجت تم پر تمام ہے۔

اے معاذ! اللہ نے زمین و آسمان کی خلقت سے قبل سات جلیل القدر ملک پیدا کئے اور ہر ایک کو ایک ایک آسمان پر مقرر فرمایا۔اسی طرح آسمانوں کے سات دروازوں کے لئے سات نگہبان پیدا کیے لہٰذا جب ہر شام نامہ اعمال کو لکھنے والا فرشتہ مؤمن کے عمل کو لے کر آسمان کی طرف جاتا تو پہلے آسمان کا نگہبان اس کو روکتا ہے اور کہتا ہے ٹھہرو! میں عمل کا جائزہ لے کر آگے بڑھنے دوں گا جب وہ جائزہ لے لیتا ہے تو کہتا ہے۔اس عمل کو کرنے والے کے منہ پر دے مارو چونکہ یہ غیبت کرتا ہے۔میرے رب کا فیصلہ ہے کہ ایسا عمل آگے نہ بڑھنے پائے۔ملک عمل کو لے کر واپس آتا ہے اور دوسرے دن ''عملِ مومن'' کو پاک و پاکیزہ بنا کر پھر پرواز کرتا ہے اور جب پہلے آسمان سے گزر جاتا ہے تو دوسرے آسمان پر مامور ملک روکتا ہے۔اور کہتا ہے رکو، میں ''فرشتہ دنیا'' ہوں میری ذمہ داری ہے کہ عمل کا جائزہ لے کر تیسرے آسمان تک جانے کی اجازت دوں۔جب ملک جائزہ لیتا ہے تو کہتا ہے۔اس عمل کو صاحب عمل کے منہ پر دے مارو چونکہ اس شخص نے دنیا کے حقیر و پست مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے عبادت کی ہے۔

اے معاذ! جب بندہ مومن نمازیں ادا کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو ملک خوشی خوشی اس کے عمل کو لے کر تیسرے آسمان تک پہنچتا ہے لیکن وہاں کا محافظ روک دیتا ہے اور کہتا ہے مجھے اس کی نماز و صدقہ کا جائزہ لینے دو۔جائزہ لینے کے بعد کہتا ہے صاحب عمل کے منہ پر اس کو دے مارو چونکہ اس شخص نے لوگوں میں اپنی بڑائی جتانے کے لئے یہ نیکیاں کی تھیں میں ''فرشتہ فکر'' ہوں مجھے اللہ نے مامور کیا ہے کہ ایسے عمل کو

آگے نہ بڑھنے دوں۔

پھر حضرتؐ نے فرمایا۔اے معاذ! جن لوگوں نے خدا کی تسبیح کی، روزے رکھے اور اس کے گھر کا حج کیا جب فرشتہ ان کے اعمال کو لے کر چوتھے آسمان پر پہنچتا ہے تو وہاں معین ملک ان اعمال کو آگے بڑھنے نہیں دیتا اور روک کر جائزہ لیتا ہے پھر کہتا ہے۔اس تسبیح و روزہ۔۔کو عبادت گزار کے منہ اور پیٹ پر دے مارو چونکہ اس نے یہ سارے اعمال فخر و خود بینی کے خاطر انجام دیتے ہیں۔میں ''فرشتہ عُجب'' ہوں مجھے رب کا حکم ہے کہ ایسے عمل کو آگے بڑھنے نہ دوں۔

حضرتؐ نے فرمایا! پھر فرشتہ مومن کی نماز و جہاد اور دو نمازوں کے درمیان انجام دی جانے والی عبادتوں، خوف خدا میں بلند ہونے والی آہوں کو اس طرح بنا سنوار کے لے جاتا ہے جیسے عروس کو آراستہ کیا جاتا ہے، اس کے عمل سے نور کی کرنیں سورج کی کرنوں کی مانند پھوٹ رہی ہوں گی لیکن جب اس کے عمل کو آسمان پنجم کا ملک دیکھے گا تو کہے گا رکو مجھے جائزہ لینا ہے، جائزہ لینے کے بعد کہے گا۔اس عمل کو اس کے منہ پر دے مارو اس کا وبال وہ خود اٹھائے کیونکہ یہ شخص عبادت گزاروں، طالب علموں اور مخلصین کو عمل کرتے دیکھتا تو حسد کرتا۔آج خود اس کا عمل اس پر لعنت کر رہا ہے۔میں ''فرشتہ حسد'' ہوں میرے رب کا فیصلہ ہے کہ ایسے عمل کو آگے نہ بڑھنے دوں

اے معاذ! جب نماز روزہ زکوۃ اور حج و عمرہ کو لے کر فرشتہ چھٹے آسمان پر پہنچتا ہے تو وہاں پر بیٹھا ہوا فرشتہ بھی نامہ اعمال کے فرشتے کو روک کر جائزہ لیتا ہے اور کہتا ہے۔یہ عمل آگے نہیں جا سکتا ہے اس عمل کو اس کے کرنے والے کے منہ پر ایسے دے مارو کہ اندھا ہو جائے کیونکہ اس شخص کے دل میں ہمدردی نہیں تھی لہٰذا اگر کسی سے کوئی خطا و لغزش ہو جاتی تو اس کی مذمت و ملامت کرتا میں ''فرشتہ رحمت'' ہوں۔میرے

رب کا یہ حکم ہے کہ ایسے افراد کے عمل کو چھٹے آسمان سے آگے بڑھنے نہ دوں۔

سرکار دوعالمؐ فرماتے ہیں۔" کچھ ایسے بندے ہوں گے کہ جن کا نامہ اعمال فہم وفراست، پاکیزہ نفسی سے بھرا ہوگا، بجلی کی طرح چمک ہوگی اور بادلوں کی گرج کی طرح شوروہمہمہ کے ساتھ تین ہزار ملک ساتویں آسمان کی طرف بڑھیں گے تو انہیں بھی روک دیا جائے گا اور آسمان کا محافظ فرشتہ جائزہ لے کر کہے گا۔ اس عمل کو اس کے بجالانے والے کے منہ پر دے مارو چونکہ اس کا مقصد بڑے لوگوں میں نام ونمود پیدا کرنا تھا۔ میں "فرشتہ حجاب" ہوں میرے رب کا حکم ہے کہ ایسے اعمال کو آسمان ہفتم سے گزرنے کی اجازت نہ دوں۔"

پھر حضرتؐ نے فرمایا" ۔لیکن کچھ بندوں کے اعمال اس قدر پاک وپاکیزہ ہوں گے کہ ساتوں آسمان کے ملائکہ اس عمل کی ہمراہی کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں پہنچ جائیں گے اور خدا کے حضور میں عمل کی اچھائی کی گواہی دیں گے اس وقت خطاب الٰہی ہوگا تم لوگ عمل کو دیکھ رہے ہو لیکن نیت سے بے خبر ہو میں ان کے اعمال کو قبول نہیں کرتا چونکہ انہوں نے میری رضا کے لئے عمل انجام نہیں دیا ہے میری لعنت ہو اس عمل کے کرنے والوں پر اس وقت سارے ملائکہ یک زبان ہو کر بولیں گے ہماری بھی لعنت ہو۔ یہ سن کر معاذ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور حضرتؐ سے عرض کیا یارسول اللہؐ اخلاص کیسے پیدا کروں۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا: توحید میں اپنے نبی کی پیروی کرو۔

معاذؓ: ہم اور آپؐ کیونکر برابر ہو سکتے ہیں؟۔

آنحضرتؐ نے جواب دیا، معاذ! اپنی کوتاہیوں کے عذاب سے بچنے کے لئے قرآن کے پڑھنے والوں اور برادران ایمانی کی نکتہ چینی سے بچو، اپنی غلطیوں کا

اعتراف کرو اور انہیں دوسروں کے سر نہ ڈالو، دوسروں کی مذمت کر کے اپنے آپ کو بے خطا و پارسا بنا کر پیش نہ کرو، دوسروں کو ذلیل کر کے اپنے آپ کو باعزت نہ بناؤ ،ریا کاری سے بچو، آخرت کے عمل میں قطعاً ریا ودکھاوا نہ ہو، زندگی کے ہر موڑ پر خوش زبان بنو تا کہ لوگ تمہاری بد زبانی کی وجہ سے تم سے کنارہ کش نہ ہوں اگر دو آدمی کسی بزم میں ہوں تو آپس میں سرگوشی نہ کرنا، اپنی بڑائی نہ جتانا ورنہ دنیوی فائدوں سے محروم ہو جاؤ گے، لوگوں کو برا بھلا نہ کہو، ورنہ جہنم کے کتے بھنبھوڑ ڈالیں گے۔

"سر! کیا دوزخ میں کتے ہوں گے....." چوہدری علی نے کہا تو میں خاموش ہوا۔

"جی ہاں۔ بالکل ہوں گے۔ سورہ نازعات میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطا کیا تم کو معلوم ہے ناشطات سے کیا مراد ہے؟

ناشطات ان کتوں کو کہتے ہیں جو جہنم میں گناہگاروں کے گوشت اور ہڈی کو کاٹ کھائیں گے۔

"اف.... بہت خوفناک منظر ہوگا....." محسن نے جھری جھری لیتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں... اسی لیے ہم سب کو جہنم سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے.... میں نے کہا۔

"جی سر۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت معاذؓ کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتا رہے تھے...." ارشاد جعفری نے کہا۔

"جی .... معاذؓ نے کہا بھلا کسی میں یہ صفتیں پیدا ہو سکتی ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں اے معاذ! یہ صفتیں ان لوگوں کے لئے آسان ہیں جن کے لئے خدا آسان کر دے۔ راوی کا بیان ہے کہ معاذ نے قرآن کی تلاوت سے زیادہ اس حدیث کو دہرایا۔ (عدۃ الداعی ۔ احمد بن فہد حلی)

اس عارضی ٹھکانہ سے حقیقی ٹھکانہ تک کا سفر خوشگوار بنانے کے لئے مسجد کا

کردار بہت اہم ہے،اس میں اپنی آمدورفت یقینی بنائیں اوران اورادکواپنا معمول بنا لیں۔سمرۃؓ بن جندب نے آنحضرتؐ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص با وضو مسجد کے لئے روانہ ہواور گھر سے نکلتے وقت کہے، بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ''اللہ کے نام سے آغاز سفر کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی میری ہدایت فرمائے گا۔''

بندے کے اس انداز پر خدا اس کوایمان کی ہدایت فرماتا ہے اور اگر اس نے یہ آیت بھی پڑھی۔وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ''وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے۔'' (شعراء۔۷۹)

بندے کے اس بیان پر خدا اس کو بہشت کی غذا سے سیر و سیراب فرمائے گا اور اگر اس نے راہ میں یہ بھی کہا : وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ''جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے۔'' (شعراء۔۸۰)

تو خداوندِ غفور اس آیت کی تلاوت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے اور اگر اس نے یہ آیت بھی تلاوت کرلی۔ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ''وہی ہمیں مارتا بھی ہے اور وہی زندہ بھی کرتا ہے۔'' (شعراء۔۸۱)

تو خدا اس کو حیاتِ شہدا کا اجر اور سعادت مند زندگی دیتا ہے اور اگر وہ بندہ یہ بھی زبان پر جاری کرلے۔وَالَّذِیْ أَطْمَعُ أَنْ یَغْفِرَ لِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ''اسی خدا سے امید وار ہوں کہ روز قیامت میری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔'' (شعراء۔۸۲)

خدا اس جملے کے جواب میں اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے خواہ یہ گناہ دریا کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔اور جب وہ یہ کہتا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْماً وَّأَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ ''خدایا مجھے علم وفہم عطاء فرما اور صالحین میں شامل فرما۔'' (شعراء۔۸۳)

تو خدا اس کے اس سوال کے جواب میں علم وحکمت عطاء فرماتا ہے اور گزشتہ وآئندہ نیکوکاروں کے ساتھ اس کو ملحق فرما دیتا ہے۔اور اگر اس نے یہ آیت بھی پڑھ لی۔ وَاجْعَل لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِیْ الْآخِرِیْنَ ''آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ۔'' (شعراء۔۸۴)

جس وقت بندہ اس آیت کی تلاوت کرتا ہے تو خدا اُس کے لئے لکھتا ہے کہ فلاں بن فلاں سچوں میں سے ہے اور جس وقت وہ اِس آیت کی تلاوت کرتا ہے۔

وَاجْعَلْنِیْ مِن وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ''خدایا مجھے بھی جنتِ نعیم کے وارثوں میں قرار دے۔'' (شعراء۔۸۵)

خدا اُس کے اِس تقاضے پر بہشت میں اُسے گھر عطاء فرمائے گا اور اگر اِس آیت کی بھی تلاوت کی تو خدا اُس کے والدین کو بھی بخش دیتا ہے۔

وَاغْفِرْ لِأَبِیْ إِنَّهُ کَانَ مِنَ الضَّالِّیْنَ (شعراء۔۸۶)

(عدۃ الداعی۔احمد بن فہد حلی)

ان اوراد واذکار کے ساتھ چند اور باتوں کا دھیان رہے،جن کو شیخ صدوق نے ''خصال''میں حضور سرورِ کائناتؐ سے نقل کیا ہے،آپؐ نے فرمایا

''جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے رحمتِ خدا کے سائے کے تو اُس دن سات قسم کے افراد سایہ رحمتِ الٰہی میں ہوں گے۔

یہ کہہ کر میں سانس لینے کو رکا تو چوہدری علی فوراً بولا۔

''سر!وہ سات افراد کون سے ہوں گے.....''

''بتاتا ہوں بیٹا۔ کچھ سانس تو لے لوں.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ! سوری سر....'' چوہدری علی نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ چند لمحے خاموشی میں گزرے پھر میں نے سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے کہا وہ سات اشخاص یہ ہیں۔

۱۔ جو شخص مسجد میں نماز واجب ادا کرتا ہے۔ مسجد سے باہر جاتا ہے لیکن اس کا دل مسجد ہی میں رہ جاتا ہے یعنی وہ منتظر رہتا ہے کہ دوسری نماز کا وقت ہو تا کہ وہ مسجد میں دوبارہ جائے۔

۲۔ وہ شخص جس کو حرام شہوات کا موقع ملے اور وہ انہیں خدا کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے۔

۳۔ وہ شخص جو چھپ کر صدقہ دے کہ سوائے خدا کے کسی کو خبر نہ ہو۔

۴۔ وہ شخص جو گناہ یاد کر کے روئے اور اپنے گناہوں اور آخرت کے حساب کو سوچ کر کانپ جائے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

۵۔ ایسا امام عادل جو خوشنودی خدا کے لئے لوگوں کی راہ نمائی کرے

۶۔ وہ جوان جو دنیا میں جوانی کو عبادت اور اطاعتِ خدا میں گزار دے۔

۷۔ وہ اشخاص جو ایک دوسرے کو خدا کی خوشنودی کے لئے دوست رکھتے ہوں ان کا اکٹھا ہونا اور جدا ہونا، خدا کے لئے ہو (بہشت۔ عبدالحسین دستغیب)

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ تَبْعَثُنِي لِلِقَائِكَ وَلَا تَفْضَحْنِي بَيْنَ يَدَيْ أَوْلِيَائِكَ

''اے اللہ تو جس دن مجھے اپنی ملاقات کے لئے اُٹھائے تو اس دن مجھے رسوا نہ کرنا اور اپنے دوستوں کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرنا'' (امام زین العابدینؑ۔ صحیفہ کاملہ)

اگر چہ روزِ قیامت کامیابی اور فائز المرامی کے لیے اعمال صالحہ کا کردار نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تاہم اُس دن کامیابی کے لیے اہم ترین عنصر سرکارِ دو عالمؐ اور ان

کی پاک آل کی شفاعت ہے اور اہم تر بات یہ ہے کہ ہم بھی اپنے بُرے اعمال کے سبب ان پاک اور پاکیزہ ہستیوں کے لیے باعثِ ننگ و عار نہ بنیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　روزِ محشر عذر ہای من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر　　از نگاہ مصطفیؐ پنہاں بگیر

''اے اللہ! تو ہی غنی ہے جب کہ میں فقیر و تہی دست ہوں۔ روزِ محشر مجھے جواب دہی سے معاف رکھنا اگر یہ جواب دہی بہت ناگزیر ہو تو میرے حساب و کتاب کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے اوجھل فرما دیجیو تا کہ آنحضورؐ کے سامنے میری رسوائی نہ ہو۔''

علامہ کی اس رباعی کے ساتھ ایک دلچسپ واقعہ منسوب ہے جسے آپ کے لیے بیان کیے دیتے ہیں۔

علامہ اقبال کی یہ دعائیہ رباعی ہے جو غالباً ''ارمغانِ حجاز'' میں شامل ہونا تھی مولوی ابراہیم سب جج گوجرانوالہ نے گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ غازی خان کے ایک استاد محمد رمضان کے سامنے پڑھی تو رباعی کا محمد رمضان پر گہرا اثر ہوا اور سنتے ہی گر پڑے، چوٹ دل پر لگی تھی اور وہ بے ہوش ہو گئے، بعد ازاں محمد رمضان نے علامہ کی خدمت میں ایک خط لکھا اور التجا کی کہ یہ رباعی انہیں بخش دی جائے تا کہ مرنے کے بعد یہ رباعی ان کے ماتھے پر لکھ کر انہیں دفنایا جائے۔ اقبال نے ۱۹ فروری ۱۹۳۷ء کو اس خط کے جواب میں تحریر کیا ''شعر کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ آپ بلا تکلف وہ رباعی جو آپ کو پسند آ گئی ہے اپنے نام سے مشہور کر دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

اقبال نے اسی مضمون میں ایک اور رباعی کہی جو ''ارمغان حجاز'' میں شامل

ہے اور وہ رباعی یہ ہے۔

بہ پایاں چو رسد این عالم پیر   شود بی پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہؐ مارا   حساب من ز چشم او نہاں گیر

"جب یہ دنیا اختتام کو پہنچے اور ہر پوشیدہ چیز آشکار ہو جائے اور اعمال کی باز پرس ہونے لگے تو اے رب العزت! ہم گنا ہگاروں کو سرکار دو عالم محمد مصطفیٰؐ کے حضور میں ذلیل وخوار نہ کیجیے ہمارے اعمال بد کی پرسش آپ کی نظروں سے چھپا کر کیجیے تا کہ آپؐ کے دل میں یہ ملال نہ آئے کہ میری امت میں ایسے سیاہ کار اور خطا کار بھی ہیں۔" (مجلّہ پیغام آشنا، جلد ۱۵، شمارہ ۵۹، ۲۰۱۴ء)

رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی چاہتا ہے کہ خدا کسی کو روزِ قیامت اس کے بُرے اعمال سے باخبر نہ کرے اور اس کا نامہ اعمال نشر نہ کرے تو اس کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَکَ اَرْجٰی مِنْ عَمَلِیْ وَ اِنَّ رَحْمَتَکَ اَوْسَعُ مِنْ ذَنْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ذَنْبِیْ عِنْدَکَ عَظِیْماً فَعَفْوُکَ اَعْظَمُ اَللّٰھُمَّ اِنْ لَمْ اَکُنْ اَھْلاً اَنْ اَبْلُغَ رَحْمَتَکَ اَھْلٌ اَنْ تَبْلُغَنِیْ وَ تَسَعَنِیْ لِاَنَّھَا وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" (بحار الانوار)

ہاں دخترِ زر کی محبت کیا کیا مصیبتیں ڈھاتی ہے؟ کس طرح خونی رشتوں کو بے وقعت بنا دیتی ہے؟ کس طرح مال وزر کی طلب میں دل پتھر ہو جاتے ہیں؟ یہاں تک کہ بیٹی کی لاش پر بھی سکوں کی جھنکار سننے کو جی چاہتا ہے۔ مشہور شاعر احسان دانش سے اس کا احوال سنیئے۔

"ایک دفعہ میری نظر سے یہ منظر بھی گزرا ہے کہ میں اپنے مکان کی بالائی

چھت پر کھڑا ہوا، ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا، یکا یک سامنے سڑک پار کے محلے سے ایک شور وشین کا بگولا سا اُٹھا، میں حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ میں گلی میں جا کر چوراہے سے مڑا تو معلوم ہوا یہاں سامنے والے گھر میں ایک لکھ پتی سوداگر کی لڑکی زینے سے پھسل کر گر پڑی اور ہسپتال جانے سے پہلے ہی دم دے دیا لڑکی کی ماں بہنیں اور پاس پڑوس کی عورتیں جمع تھیں اور گھر میں ایک کہرام تھا۔ مگر جب مرحومہ لڑکی کا باپ کارخانے سے آیا تو بے ساختہ پہلا فقرہ اس کے منہ سے یہ نکلا "کاش اس کی لائف انشور ہو گئی ہوتی" اس کے بعد غم والم سے اس کے نقش ونگار روکھے پھیکے ہو گئے اور منہ بسورتا ہوا اندر چلا گیا۔

میں تو سن کر کھڑا کا کھڑا رہ گیا اور سوچنے لگا "الٰہ العالمین! تیرے کارخانے میں اس گُتھم کی تخلیق میں یہ کیسا مسالہ صرف ہوا ہے کہ جسے دیکھئے کسی نہ کسی رُخ میں سے اُس کی زندگی منافع کی لوٹ اور خساست کے چیپ سے لپی پڑی ہے، کیا ان کی عورتیں بھی انھیں تصورات کی حامل ہوتی ہیں؟ اور کیا ان کے اندر کا شور وشین بھی تقلیدی ہے؟" (جہانِ دانش، ص ۴۷۷)

محبتِ دنیا ایک مہلک مرض ہے جو اس میں مبتلا ہوا، دین ودنیا میں اس نے خسارہ اٹھایا اور وہ کبھی عبادت کی لذت سے بہرہ مند نہیں ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"میں تم سے حق بات کہتا ہوں وہ یہ کہ جس طرح ایک مریض لذیذ طعام کو دیکھتا ہے لیکن درد کی شدت میں اس سے لذت نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح دنیا دار آدمی مال کی محبت کے باعث نہ تو عبادت کی لذت اٹھا سکتا ہے، نہ اس کی مٹھاس سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔" (میزان الحکمت)

اس دنیاوی سفر کو بخیر وخوبی طے کرنے کا کامیاب طریقہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حضرت لقمان کی زبانی بتایا ہے کہ جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے، دنیا ایک بہت گہرا سمندر ہے، اس میں بہت سے عالَم ڈوب چکے ہیں لہذا اس میں تمہاری کشتی تقویٰ الٰہی ہو، اس میں جو چیز بار کی جائے وہ ایمان ہو، اس کا بادبان توکل بر خدا ہو، اس کا ملاح عقل ہو، اس کشتی کا رہنما علم ہو، اس میں سوار ہونے والا صبر ہو۔ (گفتارِ دلنشین)

ایک بار پھر مسلسل بولتے بولتے کافی دیر بعد میں خاموش ہوا۔

''سر! آج کی نشست برخاست کرتے ہیں۔ انشاءاللہ کل پھر حاضر ہوں گے......''

ارشادالعصر جعفری نے کہا تو میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ مغرب کا وقت ہونے میں آدھ گھنٹہ رہ گیا تھا۔

''جی بالکل۔ افطار کا وقت ہونے والا ہے۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ افطار آپ میرے پاس ہی کریں......'' میں نے کہا۔

''آج نہیں سر۔ کل آپ کے پاس افطار کریں گے......'' ارشادالعصر جعفری نے کہا۔

''جیسے آپ کی مرضی......'' میں نے کہا تو وہ سب چلے گئے۔ ☆☆☆

''میرا دل چاہتا ہے کہ آج میں اپنے مولاؑ پر بات کروں......'' اگلے دن جب وہ جمع ہوئے تو میں نے کہا۔ آج حسن کاظمی صاحب بھی موجود تھے۔

سر! سبحان اللہ... مولاؑ کا ذکر راحتِ جان بھی ہے اور عبادت بھی۔ محسن نے کہا۔

اور مومن و منافق کی پہچان بھی تو ہے...... چوہدری علی نے کہا۔

بیشک بیشک...... سب نے کہا۔

چلیں، مولاؑ کی ذات پر درود پڑھیں........ میں نے کہا تو درود کی آواز بلند

ہوئی ہے۔

چلو رکھتے ہیں محفل میں علیؑ عنوانِ گفتگو
پھر دیکھتے ہیں رہتا ہے محفل میں کون کون

حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام کے کردار و عمل، رفتار و روش کو سمجھنے کے لئے آپؑ کی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ پیدائش سے ہجرت تک۔

۲۔ ہجرت سے وفاتِ رسول اللہؐ تک۔

۳۔ وفاتِ رسول اللہؐ سے خلافت ملنے تک۔

۴۔ خلافت سے شہادت تک۔

پہلا دور (پیدائش سے ہجرت تک):

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

''جنابِ فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا نے حضرت ابو طالب علیہ السلام کو رسول خداؐ کی ولادت کی خبر دی تو حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا: آپؑ بھی انتظار کریں، آج سے تیس سال بعد خدا آپؑ کو بھی ایک ایسا ہی بیٹا دے گا جو سوائے نبوت کے اسی کے مثل ہوگا۔'' (اصول کافی، باب ۱۱۳، حدیث ۱)

ابو طالبؑ نے فرمایا: تعجب نہ کرو، تیس سال بعد تو اس کے وصی کے ساتھ حاملہ ہوگی اور اس کے وصی و وزیر و خلیفہ کو جنے گی۔'' (اصول کافی، باب ۱۱۳، حدیث ۲)

''کتاب بشائر المصطفیٰ'' میں زید بن قعنب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور عباسؓ بن عبدالمطلب اور بنی عبدالدار کا ایک گروہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے

تھے کہ اچانک فاطمہ بنتِ اسدؑ اس حال میں آئیں کہ ان پر زچگی کے آثار نمودار تھے کعبہ کے ساتھ کھڑی ہو کر انہوں نے دعا مانگی:

''پروردگار! میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں، تیری طرف سے جتنے رسول آئے ،ان پر بھی ایمان رکھتی ہوں، تیری کتابوں پر بھی ایمان رکھتی ہوں، میں اپنے جد پاک ابراہیمؑ خلیل اللہ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں اور اسی نے ہی یہ گھر بنایا تھا تجھے اس گھر کے بنانے والے اور اس مولود کا واسطہ دیتی ہوں جو میرے شکم میں ہے ولادت کے لمحات میرے لئے آسان فرما۔''

زید بن قعنب کہتے ہیں کہ جیسے ہی بی بیؑ کی دعا ختم ہوئی ،دیوار کعبہ میں شگاف پڑ گیا اور آپؑ کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں ، دیوار دوبارہ مل گئی تو ہم نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح بیت اللہ کا تالا کھل جائے تا کہ ہم بی بیؑ کی خیریت دریافت کر سکیں مگر کسی طور تالا نہ کھلا تو ہم نے سمجھ لیا کہ اس میں اللہ کا کوئی نہ کوئی راز پوشیدہ ہے ۔چار دن گزرنے کے بعد بی بی کعبہ سے باہر آئیں تو ان کے ہاتھ میں علی بن ابی طالبؑ تھے ۔بی بیؑ نے علیؑ کو اٹھائے ہوئے حرم الٰہی میں بیٹھے افراد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے تمام سابقہ عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے کیونکہ آسیہ بنت مزاحم نے چھپ کر اللہ کی عبادت اس مقام پر کی جہاں مجبوری کے بغیر اللہ کو پسند نہیں کہ اس جیسے مقام (فرعون کے گھر) میں عبادت کی جائے اور مریمؑ بنتِ عمران نے اپنے ہاتھوں سے خشک درختِ خرمہ کو ہلایا تو اس سے تازہ کھجوریں گری تھیں جو انہوں نے کھائی تھیں اور میں اللہ کے محترم گھر میں داخل ہوئی تو میں نے جنت کے پھل اور بہشت کا رزق تناول کیا۔جب میں نے کعبہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک ہاتف نے مجھے آواز دے کر

کہا: فاطمہ! اس کا نام علیؑ رکھنا، یہ علیؑ ہے اور اللہ علی الاعلیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا اور اسے میں نے اپنے ادب سے مؤدب بنایا اور میں نے اسے اپنے گہرے علم کا محرم بنایا اور یہی علیؑ میرے گھر میں بتوں کو توڑے گا اور یہی میرے گھر کی چھت پر کھڑا ہو کر اذان دے گا، میری تقدیس وتمجید بیان کرے گا، خوش بختی ہے اس کے لئے جو اس سے محبت کرے گا اور اس کی اطاعت کرے گا جب کہ ہلاکت ہے اس کے لئے جو اس سے بغض رکھے گا اور اس کی نافرمانی کرے گا۔''

(مجالس المومنین)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھتے ہیں متواتر روایات سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام روزِ جمعہ ۱۳/ رجب ۳۰ عام الفیل کو وسط کعبہ میں فاطمہ بنتِ اسدؑ کے بطن سے پیدا ہوئے اور آپؑ سے پہلے اور نہ آپؑ کے بعد کوئی خانہ کعبہ میں پیدا ہوا۔

''سیرۃ نبویہ دحلان'' میں آیا ہے ''جب علیؑ پیدا ہوئے تو پیغمبرؐ نے ان کا نام ''علیؑ'' رکھا اور اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ٹپکایا۔حضورؐ نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے چوستے چوستے علیؑ سو گئے ۔دوسرے دن دایہ کی تلاش کی گئی مگر علیؑ نے کسی کی چھاتی کی طرف منہ نہ بڑھایا۔رسولؐ اللہ آئے اور علیؑ کے منہ میں اپنی زبان دے دی علیؑ زبان مبارک چوستے چوستے میٹھی نیند سو گئے اور جب تک اللہ نے چاہا ایسا ہی ہوتا رہا۔''

زبان چسوانے کے عمل سے علم نبوت لعابِ رسالت مآبؐ میں حل ہو کے علیؑ کے رگ و ریشے میں اتر گیا اور کائنات کی سب سے سچی زبان نے گواہی دی کہ ''**خصنی بالنظر و خصصنه بالعلم**' اس (علیؑ) نے مجھے پہلی نظر کے لئے

منتخب کیا، میں نے اسے علم کے لئے منتخب کیا''۔ چھ برس کے ہوئے تو نبی کریمؐ نے مستقل طور پر اپنی کفالت میں لے لیا۔ اس کا سبب وہ قحط ہے جو مکہ میں پڑا جس کی وجہ سے دیگر لوگوں کی طرح حضرت ابو طالبؑ کی معاشی اور اقتصادی حالت کمزور پڑ گئی تو حضرت ابو طالبؑ کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضورؐ نے حضرت علیؑ کو اور عباسؓ بن عبدالمطلب نے جعفرؓ کو اپنی اپنی کفالت میں لے لیا۔ یہ قحط زدگی علیؑ کے لئے نعمتِ عظمیٰ ثابت ہوئی کہ آپؑ کا شانہ نبوتؐ میں تعلیم و تربیت اور علم و معرفت کی منازل طے کرنے لگے۔ جب رسول اللہؐ نے اعلانِ رسالت فرمایا تو علیؑ کا سن مبارک دس یا بارہ سال تھا۔ آپؑ نے رسول اللہؐ کی تصدیق کی اور اطاعت کی۔ دعوتِ ذوالعشیرہ میں جب حضورؐ نے اولادِ عبدالمطلبؓ سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا: ''اے فرزندانِ عبدالمطلب! خدا کی قسم میں نہیں جانتا، عرب میں کوئی جوان اس سے بہتر کوئی چیز لایا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس بھلائی کی طرف تمہیں دعوت دوں۔ تم میں کون ہے جو اس سلسلے میں میرا معاون و مددگار رہے؟ میں وعدہ کرتا ہوں وہی میرا بھائی، وصی اور جانشین ہوگا۔ سب چپ رہے مگر علیؑ کھڑے ہوئے اور کہا: ''یا رسول اللہؐ! اگرچہ میں کم سن ہوں مگر آپؐ کا مددگار اور سینہ سپر رہوں گا اگر کسی نے ترچھی نظر سے آپؐ کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پھوڑ دوں گا، کسی نے شرانگیزی کی تو اس کا پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔ رسول اللہؐ نے تین دفعہ اپنے جملے دہرائے اور ہر دفعہ علیؑ نے آپؐ کی آواز پر لبیک کہا۔ آخری بار جب علیؑ کھڑے ہوئے تو آپؐ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''**ان ھذا اخی و وصیی و خلیفتی فیکم، فاسمعوا لہ واطیعوا** ۔۔۔ یقیناً یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم سب کے لئے لازم ہے، اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔'' (تاریخ طبری)

آغاز دعوتِ اسلام میں علیؑ نے جو پیمان رسول اللہؐ سے باندھا تھا اس کو ہمیشہ نبھایا اور اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے مال، اولاد اور ناموس کی قربانی سے گریز نہ کیا مگر افسوس کہ امت کے بہت بڑے حصے نے نہ تو ان کی بات سنی اور نہ اطاعت کی۔ شعب ابی طالب کی سختیاں ہوں یا شبِ ہجرت تلواروں کے سائے میں رسول اللہؐ کے بستر پر سونا، علیؑ ہر مقام پر سرخرو نکلے۔ شعب ابی طالب میں محاصرے کے دوران حضرت ابو طالبؑ کا یہ دستور تھا'' جب پیغمبرؐ کی خواب گاہ کا کسی کو علم ہو جاتا اور وہ خطرہ محسوس کرتے تو علیؑ کو رسول اللہؐ کے بستر پر سلا دیتے تا کہ اگر مشرکین شب خون ماریں تو علیؑ رسول اللہؐ کا فدیہ بن جائیں اور اللہ کا رسولؐ محفوظ رہے۔'' اس عمل میں بھی علیؑ کی فداکاری بڑی ولولہ انگیز تھی اور کہا کرتے تھے ''اے بابا جان! آپؑ مجھے رسول اللہؐ کی نصرت میں صبر کا حکم دیتے ہیں بخدا آپؑ نے جو کچھ کہا دل کی گہرائی سے کہا۔ میری خواہش ہے کہ آپؑ میری نصرت و مدد کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور یقین کریں کہ میں نے آپؑ کے حکم کی کیسی تعمیل کی ہے۔ میں اپنے لڑکپن میں بھی اور بڑے ہو کر بھی رسول اللہؐ کی مدد کرتا رہوں گا کیونکہ وہ ہدایت کرنے والے قابلِ ستائش نبیؐ ہیں۔'' پھر اللہ نے نبیؐ پاک کو مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو آپؐ نے علیؑ کو بلایا اور کہا: اے علیؑ! قریش نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج رات شب خون مار کر مجھے قتل کر دیں مگر اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مکہ چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں اور تمہیں اپنے بستر پر سلا دوں۔ مجھے انتہائی گراں ہے کہ دشمنوں کے نرغے میں تمہیں تنہا چھوڑ کر جا رہا ہوں مگر خدا کا حکم یہی ہے لہذا: '' **نم علیٰ فراشی ببردی الحضر می الاخضر فنم فیہ فانہ لا یخلص الیک شییء تکرھہ** .. تم میری حضرمی سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ اور تمہیں ان کی طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا، (تاریخ کامل)

حضرت علیؑ نے بجائے اس کے کہ اپنے بارے میں مزید اطمینان کیا ہو یا یہ کہا ہو کہ آخر میری جان بھی تو خطرے میں پڑ جائے گی یا کسی اور کو سلانے کا مشورہ دیا ہو یا کوئی عذر و بہانہ تلاش کیا ہو، یہ پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا میرے سونے سے آپؐ کی جان بچ جائے گی؟ فرمایا کہ ہاں اگر تم میرے بستر پر سو جاؤ گے تو میں مشرکین کی گرفت سے آزاد ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر علیؑ نے ادائے شکر کے لئے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی۔ ابنِ شہر آشوب مازندرانی نے لکھا ہے: "**فکان اول من سجدلله شکر او اول من وضع وجهه علي الارض بعد سجدته**۔ علیؑ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے سجدۂ شکر ادا کیا اور سب سے پہلے سجدے کے بعد اپنا چہرہ کرۂ خاک پر رکھا۔" (مناقب ابن شہر آشوب)

سجدۂ شکر سے سر اٹھایا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ تشریف لے جایئے۔

اور آپؑ کی فداکاری کا یہ سلیقہ اور اخلاص عمل کا یہ شعار اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ نے جبرئیلؑ و مکائیلؑ کی طرف وحی کی کہ میں نے تم دونوں میں رشتۂ اخوت قائم کیا ہے، کیا تم میں سے کوئی اپنی زندگی دوسرے بھائی پر قربان کر سکتا ہے؟ تو ان دونوں نے اپنے اپنے لئے ہی زندگی چاہی۔ تم دونوں علیؑ کی مثل کیوں نہیں ہوئے؟ میں نے علیؑ کو محمدؐ کا بھائی بنایا تو وہ فداکارانہ طور پر ان کے بستر پر سو رہے ہیں۔ تم دونوں زمین پر اترو اور ان کی حفاظت کرو تو حضرت جبرئیلؑ مولا علیؑ کے سرہانے اور میکائیلؑ پائینتی کی جانب کھڑے ہو گئے اور کہا مبارک ہو اے فرزندِ ابو طالبؑ! تمہاری مثل کون ہو سکتا ہے؟ تمہارے سبب اللہ فرشتوں میں فخر و مباہات کر رہا ہے اور پھر یہ قرآنی آیت نازل ہوئی۔ **وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ** "اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی میں اپنی جان بیچ دیتا ہے،

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔" (بقرہ۔۲۰۷) (سنن نسائی)

آپؑ اس شان سے سوئے کہ مشرکین مکہ امتیاز نہ کر سکے کہ علیؑ سو رہے ہیں یا نبیؐ سو رہے ہیں۔

شب ہجرت کا سونا کرتا ہوں عیاں
انگشتری وہی ہے نگینہ بدل گیا

آپؑ نے رسول اللہ کی امانتوں کو اگلی صبح لوگوں کے حوالے کیا۔ تین دن مکہ میں رہے اور چوتھے دن فاطمہؑ بنتِ محمدؐ، فاطمہ بنت زبیر، اور فاطمہؑ بنتِ اسد کو محملوں پر سوار کر کے مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور دشمن کے ہر حملے کو پسپا کرتے ہوئے منزلوں پر منزلیں طے کر کے مقامِ قباء میں آنحضرتؐ کی بارگاہ میں باریاب ہوئے۔ رسول اللہ نے آگے بڑھ کے سینے سے لگایا، اپنے ہاتھوں سے راستے کی گرد کو جھاڑا اور ایک ساتھ مدینے وارد ہوئے۔ آپؑ کی زندگی کا یہ حصہ فداکاری اور والہانہ جاں نثاری کا دورانیہ تھا۔

یہاں تک کہہ کر میں خاموش ہوا۔ مولاؑ کے ذکر نے سب کو ہی اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔ وہ سب غور سے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں نے چند لمحے انہیں دیکھا اور کہا پہلا حصہ مکمل ہوا دوسرا حصہ کل کریں گے۔ اب اللہ حافظ ☆☆ ☆☆☆

دوسرا دور (ہجرت سے وفاتِ رسول اللہ تک)

اگلے دن سب بروقت پہنچ گئے۔ میں نے کہا کیوں بھائی موضوعِ سخن علیؑ ہو تو مومن جوق در جوق۔۔۔ **اللھم صلی علیٰ محمد و آل محمد**

مدینہ پہنچتے ہی نبی کریمؐ نے اسلامی فلاحی ریاست کی داغ بیل ڈالی تو پہلا عمل مؤاخات کا انجام دیا تا کہ مکہ سے آئے ہوئے بے یار و وطن مہاجرین، انصاری

معاشرے میں جذب ہو جائیں اور یوں رنگ، نسل، قومیت اور وطنیت کے اثرات و امتیازات ختم ہو کر اسلامی وحدت میں تحلیل ہو جائیں لیکن یہاں بھی حضرت علیؑ کو یہ امتیاز حاصل رہا کہ آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا "ھذا اخی -- یہ میرا بھائی ہے" چنانچہ اس طرح رسولؐ اللہ نے جو سید المرسلین، امام المتقین اور رسولؐ رب العالمین تھے اور جن کا کوئی دوسرا عدیل و مثیل نہیں، اس اجتماع میں حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا۔ (البدایہ والنہایہ)

بھائی بنانے کے بعد ۲۰ ذی القعد کو علیؑ کو اپنی شرف دامادی میں لیتے ہوئے آنحضرتؐ نے اپنی بیٹیؑ جو خاتون جنت ہونے کے ساتھ ساتھ زنان عالمین کی سردار ہیں، کا ہاتھ پکڑ کر علیؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا علیؑ تمہیں دختر رسولؐ مبارک ہو۔ پھر پانی کا ایک پیالہ طلب کیا ایک گھونٹ منہ میں انڈیلا اور علیؑ و فاطمہؑ کے سر و سینے پر چھڑک دیا اور دعا دی "**اللھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک فی نسلھما** -- اے بارِ الہا! دونوں کو برکت دے، دونوں پر برکت نازل کر اور دونوں کی نسل میں برکت دے۔" پھر علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند روز مباہلہ بنصِ قرآن رسولؐ اللہ کے بیٹے قرار پائے۔ یہ وہ فضیلتیں ہیں جو علیؑ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہ ہو سکیں۔ جب غزوات کا دور شروع ہوا تو علیؑ کا طرزِ عمل پہلے سے بھی زیادہ فدا کارانہ اور جانثارانہ تھا۔ جنگ بدر میں ذوالفقار حیدری نے پرے کے پرے اُلٹ کر رکھ دیئے۔

جنگِ بدر:

"جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت جعفر طیار بن ابی طالبؑ نجاشی بادشاہِ حبشہ کے پاس مقیم تھے۔ ایک روز بادشاہ نے ان کو بلایا۔ آپ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ نجاشی خاک پر بیٹھا ہے پوچھا کیا ہوا؟ نجاشی نے کہا: خدا

کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے پیغمبرؐ کو دشمنوں پر فتح دی، آپ کو مبارک ہو۔ پوچھا: آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟ نجاشی نے کہا: میرا جاسوس خبر لے کر آیا ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو دشمنوں پر فتح دی اور چند نام لیے کہ فلاں فلاں آدمی قید ہو گئے جس مقام پر جنگ ہوئی اس کا نام بدر ہے وہاں پیلوں کے درخت بہت ہیں گویا وہ مقام میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضرت جعفر طیارؓ نے پوچھا: آپ خاک پر کیوں بیٹھے ہیں؟

نجاشی نے کہا: اے جعفرؓ خداوند تعالٰی نے حضرت عیسیٰؑ کو جو احکام دیئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے حقوق جو بندوں پر ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ جب خدا کی طرف سے کوئی تازہ نعمت ملے تو اللہ کے سامنے عجز و فروتنی ظاہر کرو چونکہ اللہ نے ہمیں یہ تازہ نعمت عطا فرمائی ہے، لازم تھا کہ عجز و انکساری زیادہ ظاہر کروں۔

جب یہ خبر آنحضرتؐ نے سنی تو اصحاب سے ارشاد فرمایا۔ دیکھو تواضع کرنا، عزت کی زیادتی کا باعث ہے۔ خدا کے سامنے عجز و انکساری کرو، صدقہ دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے خوب صدقہ دیا کرو تا کہ خدا تم پر رحم کرے اور دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ عطا فرمائے، خطا کاروں کی خطا معاف کرنا عزت بڑھاتا ہے، خوب معاف کیا کرو تا کہ خدا تم کو صاحب عزت و فخر بنائے۔ (روح الحیات، علامہ مجلسی)

جب سے رسول اللہؐ ہجرت کر کے مدینے آئے مشرکینِ مکہ نے آپؐ کو مسلسل اپنی چال بازیوں اور اشتعال انگیزیوں کا نشانہ بنائے رکھا۔ وہ اکثر حدودِ مدینہ میں آ کر ظالمانہ کاروائیاں کرتے اور پلٹ جاتے مگر آپؐ اللہ کے حکم کے انتظار میں رہے یہاں تک کہ مشرکین سے جہاد کا حکم آیا "**فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا**

وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْساً وَأَشَدُّ تَنكِيلا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو، تم اپنی ذات کے علاوہ کسی کے ذمے دار نہیں ہو، ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دو، عنقریب اللہ کافروں کی ہیبت دور کردے گا اور اللہ کی ہیبت سب سے زیادہ ہے اور اس کا عذاب بہت سخت ہے

اب آپؐ نے ان کی ظالمانہ کاروائیوں کو روکنے کا ارادہ فرمایا اور صرف ۳۱۳ مسلمانوں کی جماعت لے کر نکلے تاکہ اس تجارتی قافلے کی راہ کو روکا جائے جو ابو سفیان کی قیادت میں شام سے مکہ جارہا تھا۔ ابوسفیان بچ نکلنے میں کامیاب ہوا اور قریش سے مدد طلب کی تو ایک ہزار افراد پر مشتمل مشرکین کے لشکر نے رسولؐ اللہ سے لڑنے کے لئے پیش قدمی شروع کردی۔ آپؐ کو مشرکین کے لشکر کی جب اطلاع ملی تو آپؐ بدر تک پہنچ چکے تھے آپؐ نے ساتھیوں سے مشورہ کیا تو حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور کہا ''اللہ کے حکم سے آگے بڑھئے ہم آپؐ کے ساتھ ہیں، اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی۔

''اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جاکر لڑے، ہم یہاں بیٹھے ہیں'' قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو برحق مبعوث کیا اگر آپؐ برک العماد تک جائیں گے تب بھی ہم آپؐ کا ساتھ دیں گے۔'' حضرت مقدادؓ کے بعد سعد بن معاذؓ نے اپنی حمایت کا یوں یقین دلایا ''آپؐ اللہ کے رسول ہیں، ہم آپؐ پر ایمان لائے، ہم نے آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ جو پیغام لائے ہیں وہ حق ہے، ہم نے آپؐ سے پیمان باندھا کہ ہم آپؐ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے، پس اے اللہ کے رسولؐ! جو بھی آپؐ کا ارادہ ہے قدم بڑھایئے، اللہ کی قسم اگر یہ سمندر بھی سدِ راہ ہوا اور آپؐ اس میں داخل ہوئے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ اس میں کود پڑیں گے، ہمارا ایک آدمی پیچھے نہیں رہے گا، ہمارے مال سے جو چاہیں لے لیں کیونکہ جو آپؐ لیں گے وہ ہمارے لئے زیادہ محبوب

ہوگا بہ نسبت اس کے جسے آپؐ چھوڑ دیں گے، مقابلے کے میدان میں ہمارے کارناموں سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔''

آپؐ ۱۷، ماہِ رمضان، شبِ جمعہ کو بدر کے کنویں کے قریب قیام پذیر ہوئے اور حضرت علیؑ، زبیرؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص کو کنویں کی طرف بھیجا تو وہ تین آدمیوں کو گرفتار کرکے لائے جو لشکرِ قریش کے لئے پانی بھرنے کے لئے آئے تھے، ان قیدیوں میں سے ایک سعید بن عاص کا غلام ''یسار''، منبہ بن حجاج کا غلام ''اسلم'' اور امیہ بن خلف کا غلام ''ابو رافع'' تھا۔ ان سے معلوم ہوا کہ مشرکین لشکریوں کو کھلانے کے لئے روزانہ نو یا دس اونٹ نحر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ مخالفین کے لشکر کی تعداد ہزار اور نو سو کے درمیان ہے، آپؐ رات بھر بارگاہِ الٰہی میں دعا و استغاثہ میں مصروف رہے اور یہ استغاثہ اس قدر طولانی ہوا کہ ردا دوشِ مبارک سے گر گئی، آپؐ کہہ رہے تھے ''**اللھم انجز لی ماوعدتی اللھم ان تھلک ھٰذہِ العصابة لا تعبدفی الارض**'' ''اے اللہ! اپنے وعدے کو پورا فرما اگر یہ چھوٹی سی جماعت بھی قتل ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا''

جمعہ کے روز دونوں لشکروں کی صف بندی ہوئی تو آنحضرتؐ نے تاریخ ابن کثیر کے مطابق انصار کا علم بردار سعدؓ بن معاذ کو بنایا جبکہ دوسرا علم جس کا رنگ سیاہ تھا حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ آغاز جنگ ہی میں عتبہ بن ربیع اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید سب سے پہلے مقابلے کے لئے نکلے، یہ تینوں بنی امیہ میں سے تھے۔ لشکرِ اسلام سے تین بہادر معاذ، معوذ اور عوف نکلے تو قریشیوں نے پوچھا کہ آپ کا حسب کیا ہے؟ جب انہوں نے بتلایا کہ ہم انصاری ہیں تو عتبہ نے کہا ہمارے مقابلے میں ہمارے چچا زادوں کو بھیجو۔ تب رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے عبیدہؓ بن حارث، اے حمزہ

بن عبدالمطلبؓ اور اے علی بن ابی طالبؑ اٹھو اور مقابلے کے لئے بڑھو۔ تینوں میدان میں اترے اور دشمن کے لئے پیغام اجل ثابت ہوئے۔ مگر عبیدہؓ ابن حارث کو اس مقابلے میں زخم آئے جب انہیں زخمی حالت میں رسول اللہؐ کے پاس لایا گیا تو وہ حضرت ابو طالبؑ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

كـذبتـم و بيـت الله نخلي محمداً
ولـمـا نـطـاعـن دونـه و نـناضل
ونـنـصـره حتي نـصـرع حـولـه
ونـذهـل عـن ابـنـا ئـنا والحلا ئل

"بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ ہم محمدؐ کو اکیلا چھوڑ دیں گے، ہم ان کو بچانے کے لئے نیزے چلائیں گے اور لڑیں گے، ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کے چاروں طرف کٹ کٹ کر گرتے رہیں گے، ہم ان کی خاطر اپنے بیٹوں کو قربان کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔"

بعد میں عبیدہؓ بن حارث زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔ اس جنگ میں ذوالفقارِ حیدری نے کشتوں کے پشتے لگا دیے اور میدانِ جنگ کو کفار کے مقتولوں سے پاٹ دیا جو بھی آیا علیؑ کی تلوار نے فوراً واصلِ جہنم کر دیا۔ کل ستر کافر مارے گئے جن میں سے چھتیس علیؑ کی تلوار کا لقمہ بنے۔ جن کے نام یہ ہیں:

ا۔ ولید بن عتبہ۔ یہ ہندہ کا بھائی اور ابوسفیان کا سالا تھا

۲۔ عاص بن سعید۔ یہ عمرو بن سعید الاشدق کا دادا تھا، اشدق قتلِ حسینؑ کے وقت مدینے کا گورنر تھا، جب اس عمر بن سعید الاشدق نے بنی ہاشم کے گھروں سے رونے کی صدا سنی تو رسول اللہؐ کی قبر کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا: آج کا دن یوم

بدر کا بدلہ ہے۔

۳۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ یہ گمراہوں کا سرغنہ تھا

۴۔ نوفل بن خویلد۔ یہ رسول اللہؐ کا سخت دشمن تھا، ہجرت سے پہلے اس وحشی انسان نے ابوبکرؓ اور طلحہؓ کو ایک رسی میں باندھ دیا تھا اور رات بھر ان پر عذاب کرتا رہا، رسول اللہؐ نے روزِ بدر دعا مانگی کہ خدایا! اس سے میری کفایت فرما اور اس کے شر سے محفوظ رکھ۔

۵۔ زمعہ بن اسود ۶۔ عقیل بن اسود ۷۔ حارث بن زمعہ ۸۔ نضر بن حارث بن عبدالدار ۹۔ عمیر بن عثمان بن کعب۔ یہ طلحہ بن عبید اللہ کا چچا تھا ۱۰، ۱۱۔ عثمان اور مالک۔ یہ دونوں طلحہ بن عبید اللہ کے بھائی تھے ۱۲۔ مسعود بن ابوامیہ بن مغیرہ ۱۳۔ قیس بن فاکہ بن مغیرہ ۱۴۔ حذیفہ بن ابوحذیفہ بن مغیرہ ۱۵۔ ابوقیس بن ولید بن مغیرہ ۱۶۔ حنظلہ بن ابوسفیان۔ یہ ابوسفیان کا بیٹا بدر میں واصلِ جہنم ہوا اور دوسرا بیٹا "زیادؔ" قید ہوا۔ ۱۷۔ عمرو بن مخزوم ۱۸۔ ابومنذر بن ابورفاعہ ۱۹۔ منبہ بن حجاج سہمی ۲۰۔ عاص بن منبہ ۲۱۔ علقمہ بن کلدہ ۲۲۔ ابوالعاص بن قیس بن عدی ۲۳۔ معویہ بن مغیرہ بن ابوالعاص ۲۴۔ لوذان بن ربیعہ ۲۵۔ عبداللہ بن منذر بن ابورفاعہ ۲۶۔ مسعود بن امیہ بن مغیرہ ۲۷۔ حاجب بن سائب بن عویمر ۲۸۔ اوس بن مغیرہ بن لوذان ۲۹۔ زید بن ملیص ۳۰۔ عاصم بن ابوعوف ۳۱۔ سعید بن وہب ۳۲۔ معوی بن عبدالقیس ۳۳۔ عبداللہ بن جمیل بن زہیر بن حارث بن اسد ۳۴۔ سائب بن مالک ۳۵۔ ابوالحکم بن اخنس ۳۶۔ ہشام بن ابوامیہ بن مغیرہ (تذکرۃ الاطہار۔ شیخ مفید، ص ۵۰)

جنگ کے بعد دو قیدی "نضر بن حارث بن کلدہ ثقفی" اور "عقبہ بن ابی

معیط'' بھی بحکم رسول اللہ حضرت علیؑ کی تلوار کا شکار ہوئے ۔یہ دونوں حد درجہ شریر اور فتنہ پرداز تھے ۔عقبہ بن معیط کی طرف جب حضرت علیؑ تلوار لے کر بڑھے تو وہ چلایا۔ اے محمدؐ!میرے بچوں کے لئے کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا:ان کے لئے جہنم ہے ۔اس جنگ میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے ۔

اس روز ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا جسے مصری دانشور محمد حسنین ہیکل نے اپنی کتاب ''حیاتِ محمدؐ'' میں درج کیا ہے اور یہ واقعہ نیت،عمل اور اجر کے درمیان ربط اور تعلق کو بہتر انداز میں واضح کرتا ہے ۔ہوا یوں کہ

''جنگ بدر والے دن،صبح کو عورتوں نے ''قزمان'' کو گھر میں دیکھ کر کہا۔ تمہیں شرم نہیں آتی،عورتوں کی طرح گھر بیٹھ گئے ہو اور قوم کے باقی مرد میدان جہاد میں نکل کر اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں ۔قزمان عورتوں کے طعنے سن کر جوش میں آ گیا ۔تیر و ترکش لیا اور میدان جہاد میں پہنچا۔قزمان فطرتاً بہادر تھا۔اور تیر اندازی کا ماہر بھی ۔اب قزمان کے تیزوں کے پھل پیغامِ اجل بن کر کافروں کے سینے میں پیوست ہونے لگے ۔دوپہر تک اس نے کافروں کی کافی تعداد کو بے جان کر دیا۔لیکن تیسرے پہر بیک وقت دشمنوں کے سات آدمیوں کو فنا کی گود میں سلانے کے بعد اس نے خودکشی کر لی ۔جب قزمان نزع کے عالم میں تھا تو ابوالعیداق نے دیکھا تو قزمان کو شہادت کی مبارکباد دی تو قزمان نے جواب دیا۔دوست میری موت دین کی حمایت میں لڑتے ہوئے نہیں بلکہ میں صرف اس جذبہ سے سرشار ہو کر گھر سے نکلا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کفار ہمارے کھیتوں کو ویران کر دیں اور ہماری عورتیں ان کے ہاتھوں ذلیل ہوں ۔واللہ میں صرف قومی عصبیت کے لئے خود کو نثار کر رہا ہوں اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو میں گھر سے کسی صورت نہ نکلتا ۔''

میں نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہوا۔

''سر!آپ تو بغیر تکان بولتے ہیں....''محسن نے کہا۔

'' جی ہاں.....اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں قزمان کا واقعہ جنگِ احد کے حالات میں لکھا ہے ۔

''آنحضرتؐ کی قیادت میں مسلمانوں نے نمازِ ظہر ادا کی تو وہاں ایک شخص کو دیکھا جسے پہچانتے نہ تھے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قزمان کے نام سے مشہور تھا اور یہ کہ وہ بہت تنومند اور بہادر تھا نیز یہ کہ اس نے جنگِ احد میں تنہا قریش کے سات آٹھ آدمی قتل کیے لیکن جب اس کا ذکر آنحضرتؐ کے سامنے کیا گیا تو فرمایا وہ جہنمی ہے ۔یہ خبر جب قزمان کو جس نے جنگ میں کافی زخم کھائے تھے دی گئی تو بولا''کاش میں اپنی قوم کے اتنے آدمیوں کو قتل نہ کرتا۔''قزمان کو میدان جنگ سے اٹھا کر بنی ظفر کے گھر لایا گیا تو اس نے یہ الفاظ کہے تھے پھر اس نے زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی ۔'' (البدایہ والنہایہ،جلد۴،ص۳۵،۳۶)

''سر!جنگ خیبر میں بھی تو قزمان نام کا ایک شخص تھا......''محسن نے کہا

اس کا نام قزمان نہیں تھا لیکن کام قزمان جیسا ہی کیا تھا،جنگِ خیبر میں ایک شخص تھا جسے مسلمان ہونے کا دعویٰ تھا اس نے لڑائی میں بڑی جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے ۔زخمی ہو کر وہ میدانِ جنگ سے لوٹا تو بظاہر اس کے زخم مہلک نہ تھے لیکن ان زخموں کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کر لی ۔خودکشی کی خبر رسولؐ کو ملی تو فرمایا''اللہ اکبر!میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں ،یہ دوزخ جائے گا،بلال!اعلان کر دو ۔مسلمان ہوئے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا ویسے اہلِ ایمان (کی تعداد) میں اضافے کے لئے اللہ تعالیٰ

فاسق وفاجر لوگوں کو بھی ان میں ملا دیتا ہے ۔ (البدایہ والنہایہ، جلد ۴ ـ ص ۳۶)

اب میں آپ کو اس جنگ کے امتیازات بتاتا ہوں ۔

۱۔ جنگ کے دن کو قرآن میں یوم الفرقان قرار دیا گیا ہے "إِن كُنتُمْ آمَنتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ . (انفال ـ ۴۱)

کیونکہ اس دن حق و باطل کے درمیان واضح خطِ تفریق کھینچ دیا گیا ۔ ابتداً مسلمانوں کو یہ علم نہ تھا کہ ان کا سامنا تجارتی قافلے سے ہوگا یا لشکرِ قریش سے مگر اللہ چاہتا تھا کہ لشکر کا مقابلہ کر کے ایک فیصلہ کن جنگ احقاقِ حق کے لئے کی جائے اور اس میں کافروں کی جڑ کاٹ دی جائے ۔۔

يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (انفال ـ ۷)

۲ ـ غزواتِ اسلامی میں سے صرف دو غزوے ایسے ہیں کہ جن کا نام لے کر قرآن میں ذکر کیا گیا ہے ۔

(الف) غزوہ بدر: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ

"بے شک بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے" (آلِ عمران ـ ۱۲۳)

(ب) غزوہ حنین: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ

"بہت سارے مقامات پر اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن بھی" (توبہ ـ ۲۵)

۳ ـ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے مسلمانوں کی مدد کی ۔

(الف) أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ

"میں (اللہ) ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کر رہا ہوں جن کے پیچھے پیچھے اور فرشتے آ رہے ہیں ۔" (انفال ـ ۹)

(ب) إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم

بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ "اے رسولؐ یاد کرو جب آپؐ مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کافی نہیں کہ اللہ نازل ہونے والے تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے ۔" (آلِ عمران ـ ۱۲۴)

(ج) بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ "ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو دشمن بھی تم پر حملہ کر دے تو تمہارا رب اسی وقت پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا" (آلِ عمران ـ ۱۲۵)

(د) یہ فرشتے بحکمِ الٰہی کفار کے سر اور ہاتھوں پر کاری وار کرتے اور دشمن کو بے بس کر دیتے ۔

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ "اے فرشتو! تم ان کی گردنیں مارو اور ایک ایک جوڑ توڑ ڈالو" (انفال ـ ۱۲)

۴ ـ جس طرح اس دن فرشتے مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے اسی طرح شیطان مشرکین کی مدد کے لئے میدان میں موجود تھا اور وہ ان کے حوصلے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ "آج تم پر کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتا میں تمہارے ساتھ ہوں" (انفال ـ ۴۸)

مگر جب اس نے فرشتوں کو دیکھا تو یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا

إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ "میں تم (مشرکین) سے بیزار ہوں جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے" (انفال ـ ۴۸)

۵ ـ اس جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ معرکہ حق و باطل میں لشکر کی تعداد

اوراسلحہ کے انبار کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے بلکہ اصل طاقت اللہ پر محکم ایمان ویقین ہے۔جب ایسا یقین ہوتو اللہ فرشتوں کو یہ کہہ کرمدد کے لئے بھیجتا ہے۔

"اَنّیِ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ آمَنُوا ۔۔۔۔۔تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو میں تمہارے ساتھ ہوں" (انفال۔۱۲)

۶۔اس جنگ کے خاتمے پر آنحضرتؐ نے مشرکین کی لاشوں کو چاہِ بدر میں پھینکوا دیا اوران کو مخاطب کر کے کہا "میں نے اپنے پروردگار کے وعدے کو سچا پایا بتاؤ! کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟" پوچھا گیا یا رسولؐ اللہ! کیا یہ مُردے آپ کی باتیں سن رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں، وہ تم سے زیادہ میری بات سن رہے ہیں مگر جواب دینے سے عاجز ہیں۔

۷۔ذخائرالعقبیٰ، ریاض النضرہ اورسید مرتضٰی فروزآبادی کی فضائل الخمسہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا "روزِ بدر رضوان نامی فرشتے نے آسمان سے آواز دی کہ لا سیف الا ذوالفقار و لا فتیٰ الاعلی."

نعرہ حیدری۔۔۔۔۔یا علی یا علی کی صداؤں میں کل تک اجازت۔ ☆☆☆

جنگِ احد:

اگلے دن سب بروقت پہنچ گئے۔میں نے کہا کیوں بھائی موضوعِ سخن علیؑ ہوں تو مومن جوق در جوق۔۔۔آپ کے ذوقِ مودت کو جلا بخشنے کے لیے پروفیسر انیس اشفاق صدر شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی کا کلام پیش خدمت ہے۔

کروں گا روز قصیدے رقم علیؑ کے لیے
قلم یہ مجھ کو ہوا ہے بہم علیؑ کے لیے
عجب یہ رشتۂ جاں ہے کہ ٹوٹتا ہی نہیں

علیؑ ہمارے لیے اور ہم علیؑ کے لیے
ملے گا اذن جو مجھ کو وغا میں نصرت کا
عَلَم کروں گا میں اپنا عَلم علیؑ کے لیے
بدن لہو میں نہائیں،قلم ہوں سر لیکن
محبتیں نہ کبھی ہوں گی کم علیؑ کے لیے
چمک رہے ہیں وہی آفتاب کی صورت
جو سر ہوئے ہیں عقیدت میں خم علی کے لیے
یہاں بھی اِن کی مدد ہے وہاں بھی اُن کی مدد
ہیں ایک ہی میرے وجود و عدم علیؑ کے لئے

سبحان اللہ، سبحان اللہ، واہ، واہ آج تو لطف آ گیا مولاؑ سلامت رکھے آپ کو، کیا بات ہے۔واہ، واہ۔۔۔۔۔حاضرین کی طرف سے

گفتگو کو پچھلے سلسلے سے جوڑتے ہیں۔۔۔اب جنگ اُحد ہوئی تو لشکر کی سرداری آپؑ کے حصے میں آئی۔پہلے حملے ہی میں مشرکین کے علم بردار طلحہ بن ابوطلحہ کو کاٹ کر رکھ دیا اس اثناء میں اس بے شرم نے اپنا ننگ کھول دیا تو آپؑ پلٹ آئے۔ گھسان کا رن پڑا تو ابو دجانہ انصاریؓ، حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ نے دشمن کی صفوں میں گھس کر تہلکہ مچا دیا اور غنیم کے پاؤں اکھڑ گئے۔ابوسفیان علم کو سرنگوں اور ہبل کو خاک بسر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا لیکن پھر مسلمانوں میں مال غنیمت کی طمع لوٹ آئی یہاں تک کہ درہ کوہ پر تعینات محافظ بھی اس لوٹ مار میں شامل ہو گئے۔اس بے صبری اور عاقبت نا اندیشی کا نتیجہ یہ نکلا کہ خالد بن ولید نے درہ سے اچانک حملہ کر دیا اور اب لوٹ کھسوٹ میں مصروف بے خبر مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ رسولؐ اللہ کو چھوڑ

کر پہاڑوں پر چڑھ دوڑے۔ قرآن اس دوڑ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلاَ تَلْوُونَ عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُ جب تم پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے اور رسولؐ تمہیں پکار رہا تھے مگر تم مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ (آل عمران ۔۱۵۳)

علامہ ابن کثیر ''البدایہ والنہایہ، جلد۴ ۔ص ۲۷'' پر لکھتے ہیں کہ ''جب شور مچا کہ رسولؐ اللہ قتل ہو گئے تو اسلامی لشکر کے کچھ اصحاب صخرہ نے اعلان کر دیا کہ ان کا عبداللہ بن ابی کے سوا کوئی رسول نہیں ہے اور وہی ابو سفیان سے ہماری جانیں بچائے گا۔ وہ چلا چلا کر یہ بھی کہہ رہے تھے محمدؐ چونکہ قتل ہو چکے ہیں اس سے پہلے کہ وہ (ابو سفیان) تمہیں قتل کرے اپنی قوم کے پاس پلٹ جاؤ۔''

صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۰۷۱ میں ہے کہ ''ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب احد کا واقعہ ہوا اور ابتدا میں مشرکین کو شکست ہوئی تو شیطان ابلیس نے چلا کر کہا ''اے اللہ کے بندو (مسلمانو)! اپنے پیچھے والوں سے بچو۔ یہ سن کر آگے والے لوٹ پڑے (انہوں نے پیچھے والوں کو کافر سمجھا حالانکہ مسلمان تھے، شیطان مردود نے دھوکا دیا تا کہ مسلمان آپس میں لڑ پڑیں) اور دونوں آپس میں بھڑ گئے۔ اتنے میں حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ ان کے باپ یمانؓ کو مسلمان مار رہے ہیں تو انہوں نے کہا اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں، یہ میرے والد ہیں لیکن خدا کی قسم مسلمانوں نے (گھبراہٹ میں) نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا۔

(نصر الباری شرح صحیح بخاری ۔علامہ محمد عثمان غنی)

ابن کثیر اپنی تفسیر کی پہلی جلد، ص ۳۴۸ پر لکھتے ہیں ''جب صحابہؓ سے حضورؐ کا خلاف ہوا اور آپؐ کی نافرمانی سرزد ہوئی تو ان کے قدم اکھڑ گئے۔ حضورؐ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو مہاجر باقی رہ گئے۔''

ابن کثیر نے حضورؐ کو چھوڑ کر جانے والے صحابہؓ کے نام نہیں لکھے ہم بھی عقیدتوں کا احترام کرتے ہوئے ۔نام لکھنے سے گریز کرتے ہیں ورنہ یہ نام تفسیر دُر منثور جلد۲، ص ۲۴۳، ۲۴۲ پر، تفسیر تبیان القران جلد۲، ص ۴۰۷ پر، حیات الحیوان جلد ۱، ص ۱۰۶ اور سیرت حلبیہ جلد۲ نصف آخر ص ۱۵۸ پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

ادھر مسلمانوں کی ایک جماعت پسپا ہو کر مدینے میں داخل ہو گئی، ان کو اُم ایمنؓ ملیں۔ وہ اُن بھاگ کر آنے والوں پر خاک ڈالنے لگیں اور ان میں سے کسی سے کہنے لگیں ''لو یہ تکلہ اور بیٹھ کر اُون کاتو اور تلوار مجھے دو۔''

(سیرت حلبیہ جلد۲ ۔برہان الدین حلبی)

جنگ احد کا المناک پہلو حضرت حمزہؓ کی شہادت اور ان کی لاش کی بے حرمتی ہے۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ کے غلام وحشی نے نیزہ مار کے شہید کیا، معاویہ بن مغیرہ بن ابی عاص نے ناک کاٹی اور ہندہ نے پیٹ چاک کر کے کلیجہ چبایا مگر نگل نہ سکی اور عضاء و جوارح کا ہار بنایا۔ پیغمبر اسلامؐ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی لاش پر آئے تو بہت روئے۔ جب آپؐ کو بتایا گیا کہ ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا، نگل نہ سکی اور اُگل دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا ''**ما کان اللہ لیدخل شیئا من حمزۃ النار**'' اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ حمزہ کا کوئی جز بدن دوزخ میں ڈالا جائے۔ (طبقات ابن سعد)

اس غزوہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور بائیس کافر موت کے گھاٹ اتارے گئے اور ان میں سے طلحہ بن ابو طلحہ، ابو سعید بن طلحہ بن ابو طلحہ، کلاہ بن ابو طلحہ، عبیداللہ بن حمید بن زہرہ، ابو الحکم بن اخنس بن شریق، ولید بن ابو حذیفہ، ولید بن مغیرہ، امیہ بن ابو حذیفہ بن مغیرہ، ارطاۃ بن شرجیل، ہشام بن امیہ، عمرو بن عبداللہ حجمی

بشیر بن مالک اور بنی عبدالدار کا غلام صواب حضرت علیؑ کی تلوار کا لقمہ بنے ۔دو کافر ابوعزہ جمحی اور معاویہ بن مغیرہ بن ابی عاص گرفتار ہوئے اور قتل کیے گئے ۔

بہ جنگ چوں نبی ماند تنہا   خدا ایش فرستاد نادِ علیؑ را   (مولانا جامی)

جنگ احد میں جب نبی کریمؐ تنہا رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے نادِ علیؑ نازل فرمائی ۔

جنگ خندق:

یہود اور مشرکین مکہ کے مختلف قبائل کی سربراہی کرتے ہوئے ابوسفیان دس ہزار کا لشکر جس میں تین سو گھوڑے، چار ہزار اونٹ تھے بھاری جنگی ساز وسامان کے ساتھ ۵ ہجری میں ایک بار پھر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ کفار کی اس سازش کی اطلاع ملی تو حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینہ کے اردگرد خندق کھدوا دی۔ یہ خندق پانچ گز چوڑی، پانچ گز گہری اور ساڑھے تین میل لمبی تھی ۔نگرانی کے لئے خندق کے اندرونی کنارے پر آٹھ چوکیاں قائم کیں ہر چوکی پر ایک انصاری اور ایک مہاجر کو متعین کیا ۔قریش نے خندق دیکھی تو سٹ پٹا گئے تاہم خندق کا ایک حصہ جو کم چوڑا تھا وہاں سے عمرو بن عبدود عامری خندق پھلانگ کر آ گیا اور للکارنے لگا کہ میرے مقابلے میں کون آتا ہے؟ حضورؐ نے بھی مجاہدین اسلام سے کہا ''**من لھذا الکلب** ۔۔کون ہے جو اس کتے کو جواب دے؟'' شیر خدا اُٹھے عرض کیا ''**انا لہ یا نبی اللہ** ۔۔۔ اے اللہ کے نبیؐ میں اس کے لئے حاضر ہوں'' آپؐ نے حضرت علیؑ کو بٹھا دیا پھر فرمایا ''**من لھذا الکلب** '' آپؐ کے تین بار تکرار کرنے کے باوجود جب کوئی اور نہ اٹھا تو آپؐ نے حضرت علیؑ کے سر پر اپنا عمامہ رکھا، اپنی زرہ پہنائی، ذوالفقار عطا کی اور دستِ دعا بلند کیے خداوندا! عبیدہؓ کو بدر میں حمزہؓ کو احد میں تو نے اٹھا لیا، اب ایک علیؑ رہ گئے ہیں ان کی حفاظت فرما۔ ''**رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ** ۔۔اے میرے پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے'' اور حضرت علیؑ کو مقابلے کے لئے روانہ کیا تو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ''**الیوم برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ** ۔۔آج کُلِ ایمان کُلِ شرک کے مقابلے میں جا رہا ہے''   (حیات الحیوان، جلد اول ۔کمال الدین دمیری)

آپؐ میدان کارزار میں اترے اور عرب کے سب سے بڑے شہسوار پر ایسی تیغ چلائی کی کفر کی جڑ کاٹ کے رکھ دی ۔علیؑ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور شرک و کفر کے سرغنے کا سر تن سے جدا کر دیا ۔فتح یابی کو سمیٹتے ہوئے خدمت رسولؐ میں باریاب ہوئے تو بھائی نے بھائی کو سینے سے لگا لیا اور تمغہ بسالت عطا کرتے ہوئے فرمایا ''**ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین** ۔۔خندق کے دن علیؑ کی ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے۔''

اس جنگ میں فتح یابی بھی علیؑ کی تیغ زنی کی ہی مرہونِ منت رہی ۔

جنگِ خیبر:

خیبر، مدینہ سے اسی میل دور یہودیوں کا مضبوط گڑھ تھا اور اپنے نخلستانوں اور سرسبز وشاداب کھیتوں کی وجہ سے بہت مشہور تھا ۔طبقات ابن سعد، جلد اول کے مطابق یہاں یہودیوں کے العطاة، الصعب بن معاذ، ناعم، الزبیر، ابی النزار، قموص، الوطیح، سلالم کے ناموں سے آٹھ قلعہ تھے ۔قموص ان میں سے مضبوط ترین تصور کیا جاتا تھا۔ ہجرت کے ساتویں سال آپؐ نے سولہ سو صحابیوں کے ساتھ جن میں دو سو سوار اور باقی پیادہ تھے خیبر کی جانب پیش قدمی فرمائی ۔''انس بن مالکؓ کہتے ہیں ہم لوگوں نے صبح کی نماز خیبر کے قریب غلس (اندھیرے) میں پڑھی ۔پھر جب خیبر کی بستی میں داخل ہوئے تو آپؐ نے فرمایا ''**اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا**

بساحة قوم فساء صباح المنظرین ۔اللہ اکبر! خیبر برباد ہوا بے شک جب ہم کسی قوم کی سر زمین پر اترتے ہیں تو جو لوگ ڈرائے گئے ان کی صبح پوری ہوجاتی ہے، آپؐ نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے ۔(نصر الباری شرح صحیح بخاری، ص ۳۴۱، ج ۲)

لشکرِ اسلامی کو دیکھتے ہی یہودی قلعہ بند ہو گئے اور مسلمان ان کا محاصرہ کیے رہے یہاں تک کہ بیس سے اوپر کچھ راتیں گزر گئیں ۔مختلف مجاہدین اسلام اپنی اپنی کوششیں کرتے رہے مگر قلعہ قموس کسی طور فتح نہ ہو سکا بالآخر حضور پاکؐ نے اعلان فرمایا

''**اما واللہ لا عطین الرایة غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ ورسولہ تفتح اللہ علیٰ یدیہ** ۔خدا کی قسم میں کل اس مرد کو علم دوں گا جو پیہم حملے کرنے والا ہوگا اور راہِ فرار اختیار کرنے والا نہ ہوگا، وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں اور اسی کے ہاتھوں پر اللہ فتح دے گا۔'' (تاریخ خمیس ۔سیرت امیر المومنینؑ)

سیرت امیر المومنینؑ میں علامہ مفتی جعفر حسین لکھتے ہیں ''یہ حدیث اگر چہ مختصر ہے مگر اس کا ایک ایک لفظ فضیلت و منزلت کا دفتر بے پایاں اور حامل پرچم کی افضلیت، اولیت اور انفرادیت پر شاہد ناطق ہے ۔

''۱۔وہ مرد ہوگا، یعنی ہمت و مردانگی کے جوہر سے آراستہ ہوگا اور تیغ و سنان کے سائے میں مردانہ وار لڑے گا۔

۲۔وہ کرار غیر فرار ہوگا یعنی پیہم حملے کرنے والا ہوگا اور میدان چھوڑ کر بھاگنے والا نہیں ہوگا۔

۳۔وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے ۔یہ محبت و دوستی کا ہی کرشمہ ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں ہر مصیبت خوشی خوشی جھیل لیتا ہے ۔جتنا جذبہ محبت شدید ہوگا اتنا جوشِ عمل زیادہ ہوگا۔

۴۔خدا اور رسولؐ بھی اسے دوست رکھتے ہیں ۔یہ نتیجہ ہے اس دوستی کا جو بندے کو خدا اور رسولؐ سے ہوتی ہے اس لئے کہ جب اس کے اعمال اللہ کی دوستی و رضا طلبی کی خاطر ہیں تو پھر اللہ کی خوشنودی اور دوستی سے سرفرازی بھی یقینی ہے ۔

۵۔خدا اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا جب ثبات قدم ہو تو اللہ کی تائید بھی شامل حال ہوجاتی ہے اور تائیدِ الٰہی کے نتیجے میں فتح و کامرانی بھی ضرور نصیب ہوتی ہے۔''

صحیح بخاری کے مطابق ''سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے غزوہ خیبر میں فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح عنایت فرمائیں گے ۔سہل نے بیان کیا ہے کہ لوگ رات بھر یہ سوچتے رہے کہ دیکھئے کل جھنڈا کس کو ملتا ہے ۔''**فلما أصبح الناس غدوا علی رسول اللہ کلهم یرجو ا أن یعطا ها** ۔۔جب صبح ہوئی تو رسولؐ اللہ کی خدمت میں سب حاضر ہوئے ہر ایک کو امید تھی کہ جھنڈا اسے مل جائے ۔لیکن آنحضورؐ نے دریافت فرمایا کہ علی بن ابی طالبؑ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں، فرمایا کسی کو ان کے پاس بھیجو اور ان کو میرے پاس بلاؤ جب علیؑ آئے تو حضورؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور ان کے لئے دعا کی تو ایسے اچھے ہو گئے جیسے ان کو کوئی بیماری ہی نہ تھی پھر حضورؐ نے ان کو پرچم تھا دیا تو علیؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں ۔حضورؐ نے فرمایا ابھی تو اسی طرح چلے جاؤ جب ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ، وہ جو اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں خدا کی قسم اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ

تیرے ذریعے سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔" (نصر الباری شرح صحیح بخاری، ص ۲۵۷، جلد ۷)

علیؑ جوشِ شجاعت میں دوڑتے ہوئے قلعہ قموس کے قریب پہنچے اور علم سنگلاخ زمین میں گاڑ دیا۔ ایک یہودی جو قلعہ کے اوپر سے آنے والے کے تیور دیکھ رہا تھا، پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں علی بن ابی طالبؑ ہوں۔ یہودی نے بے ساختہ کہا "**غلبتم یا معشر یهود** ۔۔ اے گروہِ یہود تم مغلوب ہوگئے۔" قلعہ میں کھلبلی مچ گئی مرحب کا بھائی ایک دستہ لے کر حملہ آور ہوا۔ حضرتؑ نے بڑھ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب مرحب کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ رجز پڑھتا ہوا مبارز طلب ہوا۔ حضرتؑ پر تلوار کا وار کرنا چاہا مگر آپؑ نے موقع نہ دیا۔ اب جو علیؑ تیغ زن ہوئے تو ایسا وار کیا کہ تلوار خود کاٹتی ہوئی جبڑوں تک اتر آئی مرحب زمین پر گرا اور ٹھنڈا ہوگیا۔ مرکزِ کفر میں بھگ دڑ مچ گئی اور اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اس فتح میں مالِ کثیر اور وسیع قطعاتِ اراضی مسلمانوں کے ہاتھ لگے جس کے سبب ان کی معاشی حالت بہتر ہوگئی اور یہ معاشی خوشحالی علیؑ کی تلوار کے صدقے میں ملی۔

☆**عن عائشه رضی الله عنها، قالت: لما فتحت خيبر قلنا: الآن نشبع من التمر."** (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۲۴۲)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا اب کھجوروں سے ہمارا جی بھر جائے گا۔

☆**عن ابن عمر رضی الله عنهما، قال: "ما شبعنا حت فتحنا خيبر."** (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۲۴۳)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب تک خیبر فتح نہیں ہوا تھا ہم تنگی میں تھے۔

علیؑ کا یہ سرفروشانہ طرزِ عمل وفاتِ رسول اللہؐ تک جاری رہا۔ یوم فتح مکہ ہو یا یوم غزوہ حنین اسلام کی سربلندی اور کامیابی کے لیے علیؑ نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا پھر جب اعلان برأتِ مشرکین کا وقت آیا تو فرزندِ ابو طالبؑ نے پیغامِ الٰہی کو شجاعت مندانہ انداز میں حرمِ خدا میں نشر کیا۔ علیؑ ہر میدان میں اور ہر موقع پر ہمیں اسلام کی نصرت و یاوری کرتے نظر آتے ہیں۔

آج کی محفل ہم یہاں اختتام پذیر کرتے ہیں کل انشاء اللہ یہیں سے شروع کریں گے۔ اور چونکہ کل آپ لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ افطاری میرے پاس ہی کریں گے لہذا میں دسترخوان لگواتا ہوں۔ اتنی دیر میں آپ وضو کرلیں۔ تاکہ نمازِ مغرب بروقت ادا ہو سکے۔

☆☆☆

تیسرا دور (وفاتِ رسول اللہؐ سے خلافت ملنے تک)

مولاؑ کی زندگی کا تیسرا دور وفاتِ رسول اللہؐ سے خلافت کے ملنے تک ہے۔ اس میں کیا گزری؟ یہ جاننے کے لیے وہ سب ایک بار پھر میرے سامنے بیٹھے تھے۔

"یہ دور مظلومی، محرومی اور مجبوری کا دور تھا اور یہ کم و بیش پچیس سال پر محیط ہے۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد فلسفہ یہ تراشا گیا کہ نبوت اور خلافت ایک خاندان میں جمع نہ ہونے پائے۔ عبداللہ ابن عباسؓ سے گفتگو کے دوران حضرت عمرؓ کا بیانیہ یہ رہا "**کرهوا ان يجمعوا لكم النبوة و الخلافة** ۔۔ لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ نبوت و خلافت دونوں سمٹ کر تمہارے خاندان میں جمع ہو جائیں۔" (تاریخ کامل)

قریش نے حصول خلافت کے لئے انصار پر دلیل یہ قائم کی تھی کہ ہم رسول اللہؐ کے قریبی ہیں لہذا جانشینی کے ہم ہی اہل ہیں مگر انتخابِ خلیفہ کے عمل میں اُس کو نظر

انداز کر دیا جو رشتے میں رسولؐ اللہ کے قریب ترین تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں انجام پانے والے عمل پر حضرت علیؑ نے مختصر اور معنی خیز تبصرہ ان الفاظ میں فرمایا۔

''**استدلوا بالشجرۃ و اضاعوا الثمرۃ** ۔۔انہوں نے شجرہ پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھی اور مگر اس کے پھلوں کو ضائع کر دیا۔'' (نہج البلاغہ۔خطبہ ۶۵)

خلافت سے محرومی، فدک کی ضبطی، خانہ زہراؑ کی آتش زدگی اور شہادتِ حضرت محسنؑ یہ سب آپؑ کی مظلومانہ زندگی پر واضح مثالیں ہیں۔ جوانی تھی اور جوانی کا ولولہ بھی، وہی ہاتھ تھے اور ان میں وہی طاقت بھی، جنہوں نے کفر کے قلعوں کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ اس تلوار کی دھار ابھی کند نہ ہوئی تھی جس نے صنادید کفر کے سروں کے پرخچے اڑا دیے تھے لیکن وحدتِ امت کے لئے اور اسلام کی نوزائیدہ ریاست کے مستقبل اور امت کے وسیع تر مفاد کے لئے سب کچھ صبر سے برداشت کیا مگر فتنہ انگیزی اور سازش کے ہر عمل سے دور رہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے بعد ایک روز ابو سفیان مدینے میں حضرت علیؑ کے پاس یہ کہتے ہوئے آیا کہ ''مدینے میں میں ایک عجیب شورش دیکھتا ہوں جس کو سوائے کشت وخون کے اور کوئی چیز فرو نہیں کرسکتی۔ اے آلِ عبد مناف! ابو بکرؓ تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسا مستحق ہوسکتا ہے۔ کہاں ہیں وہ دونوں ضعیف و ذلیل۔ علیؑ و عباسؓ۔ یہ عجیب بات ہے کہ حکومت و سلطنت قریش کے نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلے میں چلی جائے۔ یہ کہہ کر علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ بخدا اگر تم کہو میں ابو بکرؓ پر یہ میدان تنگ کر دوں اور پلک جھپکنے میں اسے سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ علیؑ نے یہ سن کر اس کا جواب نہایت سختی سے دیا اور کہا ''واللہ! تمہاری اس بات میں سوائے فتنہ و فساد کے اور کوئی بات نہیں ہے۔ بخدا تم نے اسلام میں آتش فتنہ روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جاؤ مجھے تمہاری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں۔

(تاریخ ابن خلدون، حصہ اول، ص۔۱۷۸)

ابوسفیان علیؑ کے پاس سے اٹھا تو سیدھا رخ ایوان خلافت کی طرف کیا جہاں مذاکرات ہوئے اور معاملات طے پا گئے اور مملکتِ اسلامیہ کا سب سے زرخیز اور پیداواری صوبہ ''شام'' ابوسفیان کے بیٹوں کے حوالے کر دیا گیا اور پھر ہمیشہ انہی کے پاس رہا۔ یہ ابوسفیان ہی تھا جس نے اسلام پر تمام مصیبتیں ڈھائیں اور فتح مکہ تک مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتا رہا اور فتح مکہ کے موقع پر ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' کے مصداق کلمہ پڑھ لیا۔ کلمہ پڑھنے کے باوجود وہ غزوہ حنین کے دن مسلمانوں کے لئے شکست کی آرزو کر رہا تھا۔ جسے علامہ ابن کثیر نے یوں بیان کیا ہے ''ابوسفیان صخر بن حرب جس کے دائرہ اسلام میں آجانے کے بعد بھی ان کی کمزوریوں خصوصاً فال کے تیروں کے ذریعہ تقسیم حصص کا اکثر ذکر رہتا تھا۔ غزوہ حنین میں اس کا قول تھا کہ مسلمان شکست کھا کر سمندر سے اس طرف نہیں ٹھہریں گے۔

(البدایہ والنھایہ، جلد۴، ص۔۲۶۲)

سیرت النبی، جلد اول میں شبلی نعمانی رقم طراز ہیں ''دوسری بات یہ ہے کہ (حنین میں) شکست کے ظاہری اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس جنگ میں کچھ لوگ محض اس غرض سے شریک ہوئے کہ مسلمانوں کو عین جنگ میں دھوکا دیں چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت اُم سلیمؓ نے جو اس جنگ میں شریک تھیں حضورِ انورؐ سے عرض کی یا رسولؐ اللہ ان طلقاء کو قتل کر دیجئے۔ انہی کی وجہ سے شکست ہوئی ہے اور الفاظ یہ ہیں ''**اقتل من بعدنا من الطلقاء انھزموا بک**۔۔ ہمارے سوا ان طلقاء

کو قتل کر دیجئے انہی نے آپؐ کو شکست دلوائی۔ (سیرت النبی، ج ا، ص ۳۴۸۔ شبلی)

مفسروں میں سے ابوحیان اندلسی کے الفاظ یہ ہیں "**یقال ان طلقاء من اهل مكة فروا و قصدوا القاء الهزيمة في المسلمين** "۔کہا جاتا ہے کہ مکہ کے طلقاء بھاگ گئے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔

(بحر المحیط، ج ۵، ص ۲۴/سیرت النبی، ج ا، ص ۳۴۸۔ شبلی)

طلقاء وہی افراد ہیں جو ابوسفیان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر ہمیشہ رسولؐ اللہ کے خلاف صف آراء رہے اور فتح مکہ کے وقت مصلحت اسی میں سمجھی کہ کلمہ پڑھ لیں مگر اب بھی آرزومند تھے کہ اسلام اور رسولؐ اسلام شکست سے دوچار ہو جائیں۔

ابن ابی الحدید اپنی شرح میں لکھتا ہے کہ جب خلافت حضرتِ عثمانؓ کو ملی تو ابوسفیان نے سید الشہداء حضرتِ حمزہؓ کی قبر پر ٹھوکر ماری اور کہا "اے ابو عمارہ (حمزہؓ) وہ حکومت جس پر ہم آپس میں تلوار چلاتے تھے آج ہمارے لڑکوں بالوں کے ہاتھ میں ہے جس سے وہ کھیل رہے ہیں۔(سیرتِ امیر المومنینؑ۔مفتی جعفر حسین)

تیسری خلافت کے دور میں جب ابوسفیان نابینا ہو چکا تھا پوچھا یہاں کون کون لوگ موجود ہیں؟ جب اسے بتایا گیا کہ فلاں فلاں ہیں اور اسے یقین ہو گیا کہ سب بنوامیہ ہی کے لوگ ہیں اور کوئی غیر موجود نہیں تو ان موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "**تلقفوها تلقف الكرة** "۔گیند کی طرح حکومت کو ایک دوسرے کے حوالے کرتے جاؤ اور اپنے ہاتھ سے نہ نکلنے دو۔(ڈھائی سو سالہ انسان۔سید علی خامنہ ای)

یہ عجیب اتفاق ہے یا سیاست کی کرشمہ سازی کہ پورے پچیس سال تک علیؑ اور دیگر بنو ہاشم کو ریاستی عمل سے دور رکھا گیا مگر ابوسفیان کی اولاد اور خاندان کو اہم ترین حکومتی عہدے دیے گئے جس نے رسول اللہؐ کی پوری زندگی کو اجیرن رکھا۔

بالآخر ریاستِ مدینہ کے وارث وہی بنوامیہ قرار پائے جن کے متعلق احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ

☆بنی امیہ کے لئے تین مرتبہ ہلاکت ہے۔ ابن منده وا بونعيم الاباطيل ٢٣٠

(حدیث نمبر۔۳۱۷۵۰۔کنزالعمال)

☆ہر امت کے لئے آفت ہے، اس امت کی آفت بنوامیہ ہے۔رواه ابو نعيم

(حدیث نمبر۔۳۱۷۵۶۔کنزالعمال)

☆سن لو میرے نزدیک سب سے خوفناک فتنہ بنوامیہ کا فتنہ ہے، سن لو وہ سخت سیاہ فتنہ ہوگا۔نعيم بن حماد في الفتن (حدیث نمبر۔۳۱۷۵۹۔کنزالعمال)

☆عمرو بن مرہ جہنی سے روایت ہے کہ حکم بن ابی العاص نے نبی کریمؐ سے اجازت چاہی۔آپؐ نے اس کی آواز پہچان لی تو فرمایا ان کو آنے کی اجازت دے دو۔سانپ ہے یا سانپ کی اولاد ہے۔اس پر بھی لعنت اور اس کی پیٹھ سے نکلنے والی اولاد پر بھی لعنت ہے مگر جو ان میں سے مومن ہو مگر وہ بہت تھوڑے ہیں۔دنیا کی لالچ کریں گے آخرت کا نقصان کریں گے، مکرو فریب کرنے والے دنیا میں باعزت سمجھے جائیں گے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ابو يعلى طرانی مستدرک و تعقب ابن عساكر۔ (حدیث نمبر۔۳۱۷۲۹۔کنزالعمال)

☆ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں شام کے وقت رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابوالحسنؑ بھی حاضر ہوئے۔آپؐ نے ان سے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ۔ان کو برابر قریب کرتے رہے یہاں تک کان آپؐ کے منہ کے قریب ہوا۔اس دوران آپؐ سے سرگوشی فرما رہے تھے اچانک گھبرا کر سر اوپر اٹھایا اور تلوار سے دروازے کو دھکا دیا اور علیؑ سے فرمایا: جاؤ اس کو اس طرح کھینچ کر لاؤ جس طرح بکری کو دودھ دھونے والے

کے پاس لایا جاتا ہے تو اچانک علیؑ، حکم بن ابی العاص کو کان سے پکڑ کر لے آئے۔ اس کا کان لٹک رہا تھا یہاں آپؐ کے سامنے لا کر بٹھا دیا آپؐ نے اس پر تین مرتبہ لعنت کی پھر فرمایا اس کو اس جانب بٹھا دو چنانچہ شام کے وقت انصار و مہاجرین کی ایک جماعت آئی پھر اس کو بلایا تو فرمایا: یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی مخالفت کرے گا اور اس کی پیٹھ سے فتنہ ظاہر ہوگا اس کا دھواں آسمان تک پہنچے گا۔

(حدیث نمبر ۳۱۷۳۹۔ کنز العمال)

"نبوت و خلافت ایک خاندان میں جمع نہ ہونے پائے۔" کے Doctorine کو فروغ دینے کے لئے ضروری تھا کہ خم غدیر کے واقعہ کی نفی کر دی جائے یا اس کے لئے کوئی معنوی تحریف ایجاد کی جائے۔ اگر ایک لمحے کے لئے ہم واقعہ غدیر سے صرفِ نظر کر بھی لیں تو ریاستِ مدینہ کے بانی کا متواتر عمل اس بات کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ آپؐ جب دنیا سے تشریف لے کر جا رہے تھے تو امت کو والی اور حاکم کے بغیر چھوڑ کے چلے گئے۔ اب ہم مسعودی کی کتاب "تنبیہ الاشرف" اور عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر المعروف علامہ ابن کثیر کی کتاب "البدایہ والنھایہ" اور ابو عبداللہ محمد ابن سعد البصری الزہری کی کتاب "طبقات ابن سعد" سے وہ نام پیش کرتے ہیں جنہیں حضور اکرمؐ جب کبھی مدینے سے باہر تشریف لے گئے تو انہیں مدینے پر اپنا خلیفہ اور جانشین نامزد کیا اور حضورؐ کا یہ عمل پوری مدنی زندگی میں تواتر سے جاری رہا۔

مسعودی کی کتاب "تنبیہ الاشرف" سے:

۱۔ ماہِ صفر ۲ھ میں آپؐ کو جہاد کی اجازت ملی تو آپؐ قریش کے تجارتی قافلہ کو روکنے کے لیے چند صحابہ کو ساتھ لے کر مقام ودان وابوا تک گئے اور اس مہم میں آپؐ کے پندرہ دن صرف ہوئے۔ اس مہم کے موقع پر آپؐ نے قبیلہ خزرج کے سردار "سعدؓ بن عبادہ" کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

۲۔ ماہ ربیع الاول ۲ھ میں آنحضرتؐ "غزوہ بواط" کے لیے گئے تو آپ نے قبیلہ اوس کے ایک سردار "سعدؓ بن معاذ" کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

۳۔ کرز بن جابر نے مدینہ کی چراگاہ کو تاراج کیا تو آنحضرتؐ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور آپؐ نے مقام "صفوان" تک اس کا تعاقب جاری رکھا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ اس مہم کے موقع پر آپؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام "زیدؓ بن حارثہ" کو اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا۔

۴۔ ماہِ جمادی الاول یا جمادی الثانی ۲ھ میں آپؐ قریش کے تجارتی قافلہ کو جو کہ شام کی طرف جا رہا تھا، روکنے کی غرض سے مقام "ذی العشیرہ" تک گئے تھے۔ مگر قافلہ آپؐ کے ہاتھ نہ آیا اور جب یہ قافلہ شام سے واپس مکہ آ رہا تھا تو اس وقت جنگ بدر واقع ہوئی۔ اس مہم کے دوران آپؐ نے "ابو سلمہ مخزومی" کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

۵۔ غزوہ بدر کبریٰ کے سلسلہ میں آنحضرتؐ انیس دن کے لیے مدینہ سے غائب رہے اور آپؐ نے اپنی عدم موجودگی میں "ابن ام مکتومؓ" کو اپنا جانشین نامزد کیا۔

۶۔ غزوہ بنی قینقاع کے وقت آپؐ نے "ابو لبابہؓ انصاری" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۷۔ جنگ بدر میں شکست کی وجہ سے ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں اس جنگ کا بدلہ نہ لوں گا اس وقت تک نہ خوشبو لگاؤں گا اور نہ ہی بیوی سے مقاربت کروں گا چنانچہ وہ اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے دو سو سوار لے کر مدینہ کے قریب آیا آنحضرتؐ کو اس کی آمد کا علم ہوا تو آپؐ ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے۔

ادھر ابوسفیان کو بھی رسول خداؐ کی آمد معلوم ہوگئی تو اس نے واپسی کی راہ لی اور اپنے اونٹوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے "ستو" کی تھیلیاں پھینک کر چلا گیا۔ عربی زبان میں ستو کو "سویق" کہا جاتا ہے۔ اسی لیے اس مہم کو "غزوہ سویق" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مہم پر روانہ ہوتے وقت بھی آپؐ نے "ابولبابہؓ انصاری" کو اپنا جانشین نامزد کیا۔

۸۔ رسولؐ خدا پندرہ محرم ۳ھ کو سلیم و غطفان قبائل کی سرکوبی کے لیے **"قرقرۃ الکدر"** کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں بہت سا مال غنیمت آپؐ کے ہاتھ آیا۔ اس مہم کے دوران آپ نے "ابنؓ ام مکتوم" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۹۔ جمادی الثانی ۳ھ میں آپؐ دس دن کے لیے غزوہ فران کے لیے مدینے سے باہر رہے اور آپؐ نے اس عرصہ کے لیے "ابنؓ ام مکتوم" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۰۔ قبیلہ غطفان کی شرارتوں کے سدِ باب کے لیے آپ **"ذی امر نجد"** کی طرف روانہ ہوئے اور اس مہم میں آپؐ کے دس دن صرف ہوئے۔ آپؐ نے اس عرصہ کے لیے "عثمان بنؓ عفان" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۱۔ غزوہ احد کے لیے آپؐ مدینہ سے صرف ایک دن کے لیے غائب ہوئے اور آپؐ نے اس مدت کے لیے "ابنؓ ام مکتوم" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۲۔ آپؐ غزوہ حمراء الاسد کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ مقام مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپؐ کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان ایک لشکر لے کر مدینہ پر حملے آور ہونا چاہتا ہے تو آپؐ اس سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ابوسفیان آپؐ کی آمد سن کر بھاگ گیا۔ آپؐ وہاں تین دن تک رہے پھر مدینہ واپس آ گئے۔ اس دوران میں آپؐ نے "ابنؓ ام مکتوم" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۳۔ اس سال آپؐ کو غزوہ بنی نضیر پیش آیا۔ آپؐ نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ پھر ایک معاہدہ کے بعد انہیں وہاں سے جلاوطن کر دیا۔ اس غزوہ کے دوران میں آپؐ نے "ابنؓ ام مکتوم" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۴۔ آنحضرتؐ غزوہ بدر ثالثہ کے لیے سولہ دن تک مدینہ سے باہر رہے اور آٹھ دن تک مقام بدر پر ابوسفیان اور اس کے لشکر کا انتظار کرتے رہے جب کہ ابوسفیان لشکر لے کر مکہ سے عسفان تک آیا۔ پھر لڑائی کیے بغیر واپس چلا گیا۔ اس مہم کے لیے آپؐ نے "عبداللہ بن رواحہؓ انصاری" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۵۔ غزوہ ذات الرقاع کے لیے آپؐ پندرہ دن تک مدینہ سے باہر رہے۔ آپؐ دس محرم ۵ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ شرارتی قبائل آپؐ کی آمد کی خبر سنتے ہی پہاڑوں اور گھاٹیوں میں جا چھپے اور آپ لڑائی کے بغیر مدینے واپس تشریف لائے۔ ان ایام میں آپ نے "عثمان بن عفانؓ" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۶۔ آپؐ غزوہ دومۃ الجندل کے لیے اسی سال روانہ ہوئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کا حاکم "اکیدر بن عبدالملک" جو کہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا، مدینہ کے تجارتی قافلوں کو تنگ کر رہا تھا۔ اس لیے آپؐ لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے اور آپ کی یہ مہم حکومت روم کے خلاف پہلی مہم تھی اور اس مہم پر روانگی کے وقت آپؐ نے "عبداللہ بنؓ ام مکتوم" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۷۔ آپؐ غزوہ بنی مصطلق کے لیے اٹھارہ دنوں کے لیے مدینہ سے باہر رہے تو آپؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام "زید بنؓ حارثہؓ" کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۸۔ جنگ خندق کے دوران میں جب کہ آپؐ مدینہ ہی میں قیام پذیر تھے اور مدینہ کے تحفظ کے لیے خندق کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو آپؐ نے اس مہم

کے آغاز کے وقت ''ابنؓ ام مکتوم'' کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۱۹۔غزوہ بنی قریظہ کے سلسلہ میں آنحضرتؐ نے ان کا پندرہ دن تک محاصرہ کیا تھا اور محاصرہ کا آغاز تیئیس ذی القعدہ سے ہوا تھا۔اس عرصہ کے لیے آپؐ نے ''ابورہمؓ غفاری'' کو اپنا جانشین بنایا۔

۲۰۔ہجری ۶ میں آپؐ غزوہ بنی لحیان کے لیے روانہ ہوئے اور بنی لحیان قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ تھی اور وہ عسفان کے قریب رہائش پذیر تھے۔اس مہم میں آپؐ کے چودہ دن صرف ہوئے اور دشمن کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت دیکھنے میں نہ آئی۔اس عرصہ کے لیے آپ نے ''ابنؓ ام مکتوم'' کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۲۱۔آپؐ غزوہ ذی قرد ۶۔ہجری کے لیے روانہ ہوئے۔یہ مقام مدینہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے اور اس مہم میں آپؐ کے پانچ دن صرف ہوئے۔اس عرصہ کے لیے آپ نے ''ابنؓ ام مکتوم'' کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۲۲۔غزوہ حدیبیہ ۶۔ہجری کو آپؐ نے ''ابنؓ ام مکتوم'' کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور یہ جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی اور مشرکین مکہ سے معاہدہ طے پایا تھا۔

۲۳۔غزوہ خیبر ۷۔ہجری کے موقع پر آپؐ نے ''سباعؓ بن عرفطہ'' کو اپنا جانشین نامزد کیا۔خیبر مدینہ سے چھیانوے میل کے فاصلہ پر یہودیوں کا مضبوط گڑھ تھا اور اس کے آس پاس بھی یہودی آبادی رہائش پذیر تھی۔آپؐ نے خیبر کو فتح کیا اور پھر وادی القریٰ کا محاصرہ کیا اور اسے بھی فتح کیا اور اسی مہم کے آخر میں آپؐ نے اہل یتماء سے مصالحت فرمائی۔

۲۴۔آپؐ عمرہ قضا کی ادائیگی کے لیے چھ ذی القعدہ ۷،ہجری کو مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس عرصہ کے لیے آپؐ نے ''سباعؓ بن عرفطہ غفاری'' کو اپنا جانشین نامزد کیا۔

۲۵۔غزوہ مکہ ۸۔ہجری کے وقت آپؐ نے ''ابورہمؓ غفاری'' کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

۲۶۔فتح مکہ کے بعد آپؐ غزوہ حنین ۸۔ہجری کے لیے روانہ ہوئے اور اس پورے عرصے میں ''ابورہمؓ غفاری'' آپ کی نیابت کرتے رہے۔

۲۷۔غزوہ تبوک ۸۔ہجری کے وقت آپؐ نے ''حضرت علی بن ابی طالبؑ'' کو اپنا جانشین مقرر کیا۔تبوک مدینہ سے نوے فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔جنگ تبوک آنحضرتؐ کی زندگی کی آخری جنگ تھی۔

(مکتب امامت وخلافت۔محقق مرتضیٰ عسکری جلد اول،ص ۲۵۲۔۲۵۸)

ابنِ کثیر کی کتاب ''البدایہ والنھایہ'' سے

۱۔غزوہ بواط میں ''سائبؓ بن عثمان بن مظعون'' کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

۲۔غزوہ عشیرہ کے موقع پر مدینے میں ''ابوسلمہؓ بن عبدالاسد'' کو نائب بنایا۔

۳۔غزوہ بدر اول میں ''زید بنؓ حارثہ'' کو مدینے میں اپنی نیابت سپرد فرمائی

۴۔غزوہ بدر میں ''ابنؓ ام مکتوم'' کو نماز کے لئے اور ''ابوؓ لبابہ'' کو مدینے کے امور کی حفاظت کے لئے نائب بنایا۔

۵۔غزوہ ذی امر جسے غزوہ نجد بھی کہا جاتا ہے کے موقع پر ''عثمانؓ بن عفان'' کو نائب مقرر کیا۔

۶۔غزوہ فرع کے موقع پر مدینے میں اپنی نیابت کے لئے ''ابنؓ ام مکتوم'' کا تقرر فرمایا۔

۷۔غزوہ احد کے لئے تشریف لے گئے تو ''ابن ؓام مکتوم'' کو مدینے میں اپنا نائب قرار دیا۔

۸۔غزوہ ذات الرقاع کے وقت ''حضرت ابو ذر ؓ '' کو نیابت سونپی۔

۹۔غزوہ سویق (غزوہ بدر آخر) میں ''عبداللہ ؓ بن عبداللہ بن ابی سلول'' کو مدینہ میں نائب مقرر کیا۔

۱۰۔غزوہ دومتہ الجندل کے وقت ''سباع بن ؓعرفطہ غفاری'' کو مقرر کیا۔

۱۱۔غزوہ خندق جو کہ مدینے کے اندر ہی رہ کر لڑی گئی تھی اور آپ ؐ جنگی امور کی دیکھ بھال میں مصروف تھے تو مدینے کے دیگر امور کی نگرانی کے لئے ''ابن ؓ ام مکتوم'' کو نائب مقرر کیا۔

۱۲۔غزوہ بنی قریظہ کے وقت ''ابن ؓ ام مکتوم'' کو مدینے کا والی بنایا۔

۱۳۔غزوہ بنی لحیان میں بھی ''ابن ؓ ام مکتوم'' کو بحیثیت نائب مقرر کیا۔

۱۴۔غزوہ بنی مصطلق میں مدینے کی نیابت ''ابوذ ؓر غفاری'' کے سپرد کی۔

۱۵۔غزوہ حدیبیہ کے موقع پر ''ثمیلہ ؓ بن عبداللہ لیثی'' کو مدینے پر مقرر کیا۔

۱۶۔غزوہ خیبر کے وقت مدینے میں ''ثمیلہ ؓ بن عبداللہ لیثی'' یا ''سباع بن عرفطہ غفار ؓی'' کا تقرر فرمایا۔

۱۷۔آپ ؐ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لے گئے تو مدینے میں ''عویف بن اضبط ؓ دئلی'' کو مقرر کیا۔

۱۸۔فتح مکہ کے لئے تشریف لے گئے تو مدینے کی نیابت ''کلثوم ؓ بن حصین بن عتبہ بن خلف غفاری'' کے سپرد کی۔

۱۹۔غزوہ تبوک میں ''محمد ؓ بن مسلمہ انصاری'' کو مدینے میں اپنا نائب بنایا۔

۲۰۔حجتہ الوداع کے موقع پر ''ابودجانہ سماک ؓ بن حرشہ ساعدی'' یا ''سباع بن عرفطہ غفار ؓی'' کو مدینے پر عامل بنایا۔

ابوعبداللہ محمد ابن سعد کی کتاب ''طبقات ابن سعد'' سے :

۱۔غزوۃ الابواء۔ ہجرت کے گیارہویں ماہ یہ غزوہ پیش آیا تو آپ ؐ نے مدینے میں ''سعد ؓ بن عبادہ'' کو خلیفہ بنایا۔

۲۔غزوہ بواط۔ ہجرت کے تیرہویں ماہ آپ ؐ اس غزوے کے لئے تشریف لے گئے تو مدینے میں ''سعد ؓ بن معاذ'' کو اپنا خلیفہ بنایا۔

۳۔غزوہ ذی العشیرہ ۔ہجرت کے سولہویں ماہ اس غزوے کے لئے گئے تو آپ ؐ نے مدینے میں ''ابوسلمیٰ ؓ بن عبدالاسد المخزومی'' کو اپنا جانشین بنایا۔

۴۔غزوہ بدر۔ ہجرت کے انیسویں ماہ یہ غزوہ پیش آیا، ''ابولبابہ ؓ بن المنذر'' کو آپ ؐ نے مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا۔

۵۔غزوہ قینقاع ۔ ہجرت کے بیسویں ماہ اس غزوے کے لئے گئے اور ''ابولبابہ ؓ بن عبدالمنذر العمری'' کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا۔

۶۔غزوہ سویق ۔ ہجرت کے بائیسویں ماہ یہ غزوہ ہوا اور مدینے میں ''ابولبا ؓبہ المنذر العمری'' کو خلیفہ بنایا۔

۷۔غزوۃ الکدر یا قرارۃ الکدر۔ ہجرت کے تیئیسویں ماہ ہوا، مدینے میں ''عبداللہ بن ؓ ام مکتوم'' کو خلیفہ بنایا۔

۸۔غزوہ غطفان۔ ہجرت کے پچیسویں مہینے پیش آیا اور مدینے میں ''عثمان بن عفان ؓ '' کو خلیفہ بنایا۔

۹۔غزوہ بنی سلیم ۔ ہجرت کے ستائیسویں مہینے میں ہوا اور مدینے پر''

ابنؓ ام مکتوم'' کو خلیفہ بنایا۔

۱۰۔غزوہ احد۔ سات شوال ہجرت کے بتیسویں مہینے میں ہوا تو مدینے پر ''عبداللہ بنؓ ام مکتوم'' کو خلیفہ بنایا۔

۱۱۔غزوہ احمراءالاسد۔ آٹھ شوال ہجرت کے بتیسویں مہینے کو ہوا، مدینے پر ''عبداللہ بنؓ ام مکتوم'' کو اپنا خلیفہ بنایا۔

۱۲۔غزوہ بنی النضیر۔ ہجرت کے سینتیسویں مہینے پیش آیا، مدینے پر ''ابنؓ ام مکتوم'' کو خلیفہ بنایا۔

۱۳۔غزوہ بدر المواعد۔ ہجرت کے پینتالیسویں مہینے میں ہوا، مدینے پر ''عبداللہ بنؓ رواحہ'' کو خلیفہ بنایا۔

۱۴۔غزوہ ذاۃ الرقاع ہجرت کے سنتالیسویں مہینے ہوا تو مدینے پر ''عثمان بنؓ عفان'' کو قائم مقام بنایا۔

۱۵۔غزوہ دومۃ الجندل ہجرت کے انچاسویں مہینے ہوا اور مدینے پر ''سباع بن عرفطہؓ الغفاری'' کو اپنا قائم مقام بنایا۔

۱۶۔غزوۃ المریسیع شعبان ۵ ہجری میں ہوا مدینے پر ''زید بنؓ حارثہ'' کو قائم مقام بنایا۔

۱۷۔غزوہ خندق ذی قعد ۵ ہجری کو پیش آیا اور مدینے پر ''عبداللہؓ ابن مکتوم'' کو قائم مقام بنایا۔

۱۸۔غزوہ قریظہ ذی قعد ۵ ہجری میں ہوا، مدینے پر ''عبداللہؓ ابن ام مکتوم'' کو جانشین بنایا۔

۱۹۔غزوہ بنی لحیان ربیع الاول ۶ ہجری میں ہوا تو مدینے پر ''عبداللہؓ بن ام مکتوم'' کو خلیفہ بنایا۔

۲۰۔غزوۃ الغابہ ربیع الاول ۶ ہجری کو ہوا مدینے پر ''عبداللہؓ ابن ام مکتوم'' کو خلیفہ بنایا۔

۲۱۔غزوہ حدیبیہ ذی قعد ۶ ہجری میں ہوا اور مدینے پر ''عبداللہؓ ابن ام مکتوم'' کو اپنا قائم مقام بنایا۔

۲۲۔غزوہ خیبر جمادی الاولیٰ ۷ ہجری میں ہوا اور مدینے پر ''سباع بن عرفطہؓ الغفاری'' کو قائم مقام بنایا۔

۲۳۔عمرۃ القضاء ذی القعد ۷ ہجری کو عمرہ القضاء کے لئے تشریف لے گئے اور مدینے پر ''ابو رہمؓ الغفاری'' کو قائم مقام بنایا۔

۲۴۔غزوہ فتح مکہ اس غزوے کے لئے دس ماہِ رمضان ۸ ہجری کو مدینے سے روانہ ہوئے اور مدینے پر ''عبداللہ بنؓ ام مکتوم'' کو قائم مقام بنایا۔

۲۵۔غزوہ تبوک رجب ۹ ہجری میں ہوا تو مدینے پر ''محمدؓ بن مسلمہ'' کو اپنا قائم مقام بنایا۔

اگرچہ تینوں فہرستوں کے ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن جو بات پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے وہ یہ ہے کہ حضورؐ مرکزِ ریاستِ اسلامی (مدینہ) میں اپنی نیابت کے حوالے سے انتہائی حساس تھے اور مدینے کو کسی وقت بغیر والی یا نائب کے نہ چھوڑتے تھے۔ آپؐ کا یہ متواتر عمل جب دیکھتے ہیں تو کیسے مان لیں کہ آپؐ جب ہمیشہ کے لئے دنیا سے جا رہے تھے تو نوزائیدہ ریاستِ مدینہ کو بغیر والی و جانشین کے چھوڑ کے چلے گئے جب کہ آپؐ کی وفات بھی کوئی اچانک واقع نہیں ہوئی بلکہ آپؐ کافی دنوں تک مرض الموت میں رہے ہیں۔

"سر! یہ سب کتابوں میں موجود ہے......" حسن کاظمی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ موجود ہے......" میں نے کہا اور نشست کی برخاستگی کا اعلان کر دیا۔

☆☆☆

چوتھا دور (خلافت سے شہادت تک)

"سر! میرے خیال میں چوتھا دور خلافت سے شہادت تک کا ہے......" ارشادالعصر جعفری نے اگلے دن کہا۔

"جی ہاں۔ بالکل ایسا ہی ہے......

حضرتِ عثمانؓ قتل ہوئے تو نہ سقیفائی کاروائی عمل میں آسکی، نہ نامزدگی ہو سکی اور نہ ہی مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں لایا جا سکا۔ اب لوگوں کو آزادانہ طور پر اظہارِ رائے کا موقع ملا تو امیدوں کا مرکز "باب العلمؑ" کا وجود قرار پایا۔ یہ پہلا استصوابِ رائے عامہ (Referendum) تھا۔ بیعتِ علیؑ کے وقت عامۃ المسلمین میں ایک والہانہ شوق و اشتیاق دیکھنے میں آیا جو پہلی خلافتوں کے وقت نہ تھا۔ اس عوامی شوق و جنوں کو علیؑ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "تم نے بیعت کے لئے میرا ہاتھ اپنی طرف پھیلانا چاہا تو میں نے اسے روکا اور تم نے کھینچا تو میں اسے سمیٹتا رہا مگر تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح پیاسے اونٹ پانی پینے کے لئے تالابوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں، یہاں تک کہ جوتی کے تسمے ٹوٹ گئے اور عباء کاندھے سے گر گئی۔ کمزور و ناتواں کچلے گئے اور میری بیعت پر لوگوں کی مستیاں یہاں تک پہنچ گئیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے خوشیاں منانے لگے اور بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بیعت کے لئے بڑھے، بیمار بھی اٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل کر دوڑ پڑیں۔"

(نہج البلاغہ۔ خطبہ ۲۲۶)

خلافت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی آپؑ نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں احتساب کا اعلان کر دیا اور مالیاتی بدعنوانیوں کے حوالے سے پالیسی بیان دیتے ہوئے فرمایا "**لو وجدته قد تزوج بِه النساء وملک به الأماء لرددته**۔۔ اگر چاہے اپنی عورتوں کا مہر قرار دیا گیا ہو یا اس رقم سے اپنے لئے کنیزیں خریدی گئیں ہوں میں ان تمام رقوم کو بیت المال میں واپس لٹاؤں گا۔" اس احتسابی عمل سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے مراعات یافتہ افراد نے رابطے شروع کر دیئے اور ان کی نمائندگی ولید بن عقبہ نے ان الفاظ میں کی "**نحن نبایعک الیوم علیٰ ان تضع عنا ما أ صبنا ہ من المال فی ایام عثمان**۔۔ اے علیؑ آپ سے ہماری بیعت اس شرط پر ہے کہ دورِ عثمانی سے جو مال ہمارے پاس ہے اس سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے۔" اسی طرح حضرات طلحہ اور زبیر نے آکر امیر المومنینؑ سے شکوہ کیا کہ "آپؑ بیت المال کی تقسیم میں ہمیں دوسروں کے برابر حصہ دیتے ہیں جو کسی بھی لحاظ سے ہم جیسے نہیں۔ یہ جو بیت المال ہے ہماری ہی تلواروں اور ہمارے ہی نیزوں سے حاصل ہوا ہے۔" آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا "کیا رسول اللہؐ کے زمانے میں تمہیں دوسروں سے زیادہ ملا کرتا تھا اگر دوسروں کے برابر ملا کرتا تھا تو میں آپ کی اسی روش پر عمل کروں گا۔" طبقہ اشرافیہ نے زیر زمین سازشیں شروع کر دیں اور نتیجے میں تین قسم کے گروہ ابھر کر سامنے آئے۔ جن کی پیشین گوئی پیغمبر اکرمؐ نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو کر دی تھی کہ علیؑ کو ناکثین، مارقین اور قاسطین سے قتال کرنا پڑے گا خطبہ شعبانیہ میں بھی آنحضرتؐ نے ان گروہوں کا ذکر کیا ہے۔

"آنحضورؐ نے ام سلمیٰؓ سے فرمایا: اے ام سلمیٰؓ! میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ علی ابن ابی طالبؑ دنیا میں میرے بھائی ہیں اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

اے اُمِ سلمیٰؓ! میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ یہ علی ابن ابی طالبؑ دنیا میں میرے علمبردار ہیں اور کل آخرت میں لوائے حمد کے علمبردار ہیں۔ اے اُمِ سلمیٰؓ، میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ علی ابن ابی طالبؑ میرے بعد میرے وصی اور میرے جانشین ہیں اور میرے دشمنوں کا فیصلہ کرنے والے اور میرے حوض کے شرف کے حافظ و حامی ہیں۔ اے اُمِ سلمیٰؓ! میری بات سنو اور تم گواہ رہو کہ یہ علی ابن ابی طالبؑ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں، تمام تر متقی افراد کے امام ہیں اور سفید چہرے اور سفید ہاتھ والوں کے قائد ہیں نیز ناکثین، مارقین اور قاسطین کے قاتل ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ناکثین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جو مدینہ میں بیعت کرتے ہیں اور بصرہ میں توڑ دیتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ قاسطین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: معاویہ اور اس کے وہ ساتھی جو شام کے باسی ہیں (اس کے بعد) میں نے عرض کی، مارقین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اصحابِ نہروان۔ (نہروان میں علیؑ سے جنگ کرنے والے)۔'' یعنی خوارج۔ (معانی الاخبار)

ناکثین:

حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ نے مدینہ میں بیعت کی اور بصرہ میں توڑ دی اور عہدِ بیعت توڑنے کی وجہ سے ناکثین کہلائے۔ ان کے اس عمل پر آپؐ نے بہت خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا ''**اریدکم للہ وانتم تریدونني لانفسکم** ۔۔ میں تمہیں اللہ کے لئے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کے لئے چاہتے ہو'' انہی شخصی فوائد کے حصول کے لئے حرم رسولؐ جناب عائشہؓ کو دھوکے سے اپنے ساتھ ملایا اور خلیفہ راشد علی علیہ السلام سے برسر پیکار ہوئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

جب حضرتِ عائشہؓ خروج کے لئے آمادہ ہوئیں تو جنابِ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ نے نصیحت کرتے ہوئے ایک چشم کشا تحریر حضرت عائشہ کو بھیجی مگر اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ ام المومنین ام سلمیٰؓ نے لکھا:

''بات یہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کے درمیان ایک پردہ ہو اور آپ کی طرف سے اپنی حرمت پر لگایا ہوا حجاب ہو۔ قرآن نے تمہارے (احکام کے) آخری حصہ کو جمع کیا ہے اسے نہ کھولو۔ اپنے چھوٹے گھر میں رہو صحرا میں نہ نکل آؤ (بیشک) اللہ اس امت کے پیچھے (نگہبان) ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مقام کو جانتے تھے۔ اگر وہ ارادہ کرتے تو تمہاری طرف کسی کام کا عہد لیتے اور یقیناً آنجنابؐ نے عہد (تو) لیا تھا تو تم سے جس بات کا آنجنابؐ نے عہد لیا تھا، اس کی حفاظت کرو اور اس کی مخالفت نہ کرو، ورنہ وہ بھی تمہاری مخالفت کریں گے۔

اور تم یاد کرو آنجنابؐ کے حوأب کی جگہ میں کتے کے بھونکنے کے قول کو اور آنجنابؐ کے فرمان کو کہ عورتوں کا جنگ سے کیا رشتہ؟ اور آنجنابؐ کے قول اے حمیرا! تم نگاہ رکھو کہ کہیں تم حق سے روگردانی کرنے والی اور ظلم و ضرر کی طرف مائل ہو جانے والی نہ بن جاؤ بلکہ آنجنابؐ نے تمہیں شہروں میں آنے جانے سے منع فرمایا تھا۔ اور اگر اسلام کا ستون ٹیڑھا ہو گیا تو عورتوں کے ذریعے کبھی بھی سیدھا نہ ہوگا، اگر اس میں شگاف پڑ جائے تو عورتوں سے کبھی بھی بند نہیں ہوگا اور عورتوں کی خوبیوں کی انتہا آنکھوں کے جھکانے، عزت کی حفاظت کرنے اور شرمیلی چالوں کی کمی ہے۔ تم کیا کہنے والی ہو صحراء کے بعض حصوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے سامنے آ جائیں جب کہ تم بلند قامت جوان کی مانند اونٹ پر سوار ہو کر ایک چشمے سے دوسرے

کی طرف جارہی ہو؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ نے آنکھیں بند کر لی ہیں؟ اور رسولؐ اللہ کو رد کر دوگی ۔ (اور آنجنابؐ کو جواب نہیں دوگی) جبکہ یقیناً تم نے آنجنابؐ کے پردے کو چاک کرڈالا ہے اور آنجنابؐ کے عہد وفرمان کو چھوڑ دیا ہے۔

اگر میں تمہارے اس راستے پر چلتی اور پھر مجھ سے (قیامت کے دن) کہا جاتا: فردوس میں داخل ہو جاؤ تو میں شرم محسوس کرتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں جبکہ میں نے اس پردہ کو چاک کر دیا ہو جو آپؐ نے میرے لئے معین کیا تھا۔ تم (بھی) اپنا قلعہ اپنے گھر کو قرار دو۔ اور پردے کے پیچھے کے مقام کو اپنی قبر بنالو (کہ جیسے قبر سے کوئی باہر نہیں آتا پردے کے پیچھے سے بھی باہر نہ آؤ) یہاں تک کہ تم رسول اللہؐ سے ملاقات کرلو اور اللہ کی خاطر جو تم کر سکتی ہو اس میں تمہارا اس حالت میں ہونا یہ زیادہ اطاعت وفرماں برداری ہے، اس حالت کے مقابلہ میں جو تم نے اپنے آپ پر لازم کر لی ہے اور دین کے لئے جو تم کر سکتی ہو، اس میں یہ حالت زیادہ مددگار ہے بہ نسبت اس حالت کے کہ جس میں تم بیٹھی ہو۔

اگر میں تمہیں وہ قول یاد دلا دوں جسے تم جانتی بھی ہو تو مجھے خاموش سفید چیتے کی طرح کاٹنے لگو گی ۔ تو عائشہؓ نے کہا: تمہارے وعظ کو قبول کرنے کے لئے مجھ سے بہتر کون ہے! اور مجھ سے بڑھ کر تمہاری نصیحتوں سے آگاہ کون ہے! مگر معاملہ ویسا نہیں ہے جیسا کہ تم گمان کر رہی ہو، بہترین راستہ وہی ہے جسے میں نے اختیار کیا ہے ۔ اس معاملہ میں میری طرف دو مخالف گروہ فریادی بنے ہیں، اگر میں بیٹھ جاؤں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر قیام کروں گی تو اس کی جانب کہ جس نے زیادتی کی ہے ۔"

(معانی الاخبار ۔ شیخ صدوق)

ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں کہ جنگِ جمل کے بعد "محدثین اور مؤرخین کی روایتوں کے مطابق مفتوحین میں حضرت عائشہؓ کی حسرت اور ندامت بڑی شدید قسم کی تھی اور وہ "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُنَّ" ۔ والی آیت تلاوت فرماتیں اور روتیں، اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا اور فرماتیں کاش مجھے آج سے بیس سال پیشتر موت آجاتی ۔ حجاز واپس آجانے کے بعد کہا کرتیں "بخدا یوم جمل سے اگر میں بیٹھی رہتی تو مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی کہ رسول اللہؐ سے مجھے دس لڑکے پیدا ہوتے۔"

(تاریخ اور سیاست کی روشنی میں حضرت علیؑ، ص ۷۷)

حضرت زبیر بن عوامؓ:

ابوالاسود دوئلی سے روایت ہے کہ جب حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی قتال کی صف میں طلحہؓ اور زبیرؓ کے قریب ہوئے اور دونوں طرف کی صفیں قریب ہوئیں ۔ حضرت علیؑ رسول اللہ کے خچر پر سوار ہو کر نکلے ۔ آواز دی کہ زبیر بن عوام کو میرے پاس بلاؤ۔ ان کو بلایا گیا تو علیؑ نے فرمایا: اے زبیرؓ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں وہ دن یاد ہے کہ ہم دونوں ایک جگہ پر تھے رسولؐ اللہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے پوچھا اے زبیرؓ! کیا تم علیؑ سے محبت کرتے ہو تو تم نے کہا تھا کہ میں اپنے خالہ زاد پھوپھی زاد سے محبت نہ کروں جو میرے دین پر بھی ہے؟ پھر ارشاد فرمایا اے علیؑ! کیا تم ان سے محبت کرتے ہو تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ کیا میں اپنے پھوپھی زاد بھائی اور مسلمان بھائی سے محبت نہ کروں؟ پھر آپؐ نے فرمایا "اے زبیرؓ تم ان سے قتال کرو گے اس حال میں کہ تم ظالم ہو گے" تو زبیرؓ نے کہا ہاں کیوں نہیں؟ میں رسولؐ اللہ سے بات سننے کے بعد بھول گیا تھا ۔ اب مجھے یاد آگیا ہے ۔ اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ قتال نہیں کروں گا۔ زبیرؓ واپس لوٹ گئے تو ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا تمہیں کیا ہوا؟ تو کہا: مجھے علیؑ نے ایک حدیث یاد دلائی ہے جو میں نے رسولؐ اللہ

سے سنی تھی ۔میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ تم علیؑ سے قتال کرو گے اس حال میں کہ تم ظالم ہو گے ۔ بیٹے نے کہا: آپ قتال کے لئے تو نہیں آئے ۔لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے آئے ہیں ۔اللہ تعالیٰ اس معاملہ کی اصلاح فرمائیں گے تو زبیر نے کہا: میں تو اللہ کی قسم اٹھا چکا ہوں علیؑ سے قتال نہیں کروں گا ۔تو بیٹے نے کہا: آپ اپنے غلام کو آزاد کر دیں اور رک جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان صلح فرما دے ۔غلام کو آزاد کر دیا اور ایک طرف ٹھہر گئے جب لوگوں میں اختلاف شروع ہو گیا تو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے ۔بیہقی فی الدلائل ابن عساکر (حدیث نمبر ۳۱۶۵۲۔کنز العمال)

حضرت طلحہؓ

حضرت زبیرؓ بغیر لڑے واپس ہو گئے ۔ان کی یہ واپسی ان کے ساتھیوں کی طاقت توڑنے والی ثابت ہوئی چنانچہ دوپہر تک ہی لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور پھر شکست ہو گئی ۔حضرت طلحہؓ زخمی ہو کر ساتھیوں کو ابھار رہے تھے کہ ایک بے نشانہ تیر ان کو آ کر لگا بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ تیر مروان بن حکم کا تھا جو انہی کے ساتھیوں میں سے تھا ۔مروان کہا کرتا تھا بخدا میں نے اس واقعہ کے بعد کبھی حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلے کا مطالبہ نہیں کیا ۔اس نے حضرت عثمانؓ کے بعض لڑکوں سے یہ بھی کہا کہ میں نے تمہارے باپ کا بدلہ طلحہؓ سے لے لیا ۔طلحہ زخمی ہوئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکیں گے ۔وہ اپنا خون بہتے ہوئے دیکھتے تھے اور کہتے تھے ''اے اللہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ مجھ سے لے لے کہ وہ راضی ہو جائیں بالآخر وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ۔'' (تاریخ اور سیاست کی روشنی میں حضرت علیؑ ص ۲۶)

ابو عبداللہ محمد ابن سعد اپنی تاریخ ''الطبقات الکبریٰ حصہ پنجم'' میں لکھتا ہے

''نافع سے مروی ہے کہ یوم الدار میں مروان کو ایسی تلوار ماری گئی جس نے اس کے دونوں کان کاٹ دیئے، ایک شخص آیا جو چاہتا تھا کہ اس کا کام تمام کر دے لیکن اس کی ماں نے کہا سبحان اللہ ! کیا تم میت کا مثلہ کرو گے ؟ تو اس نے اسے چھوڑ دیا ۔جب عثمانؓ شہید ہو گئے اور طلحہ، زبیر اور عائشہؓ خونِ عثمان کے انتقام کی طلب میں بصرہ گئے تو مروان بن الحکم بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا، اس روز اس نے سخت قتال کیا جب اس نے لوگوں کو بھاگتے اور طلحہؓ کو کھڑے دیکھا تو کہا واللہ عثمان کے خون کا ذمہ دار یہی ہے، یہی سب سے زیادہ ان پر سخت تھا، میں آنکھ سے دیکھنے کے بعد کوئی علامت تلاش نہ کروں گا پھر ایک تیر نکال کر طلحہ کو مارا اور قتل کر ڈالا''

قاسطین:

ابو سفیان کے بیٹے شام پر خود مختار اور مقتدر حکمران تھے اور یہ اقتدار انہیں وفاتِ رسول اللہؐ کے فوراً بعد مل گیا جب مرکز میں خلافت علیؑ بن ابی طالب کو ملی تو معاویہ نے بغاوت کر دی جبکہ جنگِ بدر میں حضرت علیؑ، معاویہ کے بھائی حنظلہ اور ماموں ولید بن عتبہ اور دیگر اموی کافروں کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے اور اس عناد کا اظہار معاویہ کی ماں ہندہ جگر خوارہ نے فتح مکہ کے موقع پر بظاہر اسلام لاتے وقت بھی نہایت گستاخانہ انداز میں حضورؐ کے سامنے ان الفاظ میں کیا ''ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا اور بڑے ہوئے تو جنگِ بدر میں آپؐ نے ان کو مار ڈالا، اب آپؐ اور وہ باہم سمجھ لیں ۔'' (سیرت النبیؐ، جلد اول، ص ۳۲۱۔علامہ شبلی نعمانی)

حضرت علیؑ کی خلافت انہی اصولوں پر واقع ہوئی تھی جن پر پہلی تین خلافتیں قائم ہوئی تھیں ۔اب اصولاً باغیانہ روش اختیار کرنے کا کوئی جواز نہ تھا اور پھر حضرت عمار بن یاسرؓ سے متعلق حضورؐ کی یہ حدیث قولِ فیصل کی حیثیت رکھتی ہے جسے ہم ''نصر الباری شرح صحیح بخاری، جلد اول ص ۲۹۲۔مؤلفہ حضرت علامہ مولانا

محمد عثمان غنی شیخ الحدیث' سے من وعن نقل کرتے ہیں۔

''حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں ابو جہل ملعون نے ایسا برچھا مارا کہ وہ شہید ہوگئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی شہیدہ ہیں۔ حضرت عمارؓ اور ان کے والد کو سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں سخت گرم پتھریلی زمین میں لٹا دیئے جاتے۔ تکلیف کی شدت سے حواس مختل ہوجاتے ایک مرتبہ حضور اکرمؐ کا گزر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "صبراً آلِ یاسر فان موعدکم الجنۃ ۔۔اے آلِ یاسرؓ صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔'' ایک مرتبہ ظالموں نے آگ میں ڈال دیا تو حضور اکرمؐ نے ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی 'یَا نَارُ کُونِی بَرْداً وَسَلَاماً علیٰ عمار کما کنت علیٰ ابراهیم ،تقتلک الفئۃ الباغیۃ ۔۔اے آگ عمارؓ پر ٹھنڈی ہوجا اور سلامت ہوجا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ پر ہوئی تھی، اے عمارؓ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا'' جنگِ صفین میں عمارؓ حضرت علیؑ کے ساتھ تھے اور ۹۴ برس کی عمر میں ۳۷ھ میں (جنگ صفین کے دوران) باغی گروہ (جس کا سرغنہ معاویہ بن ابی سفیان تھا) نے انہیں شہید کیا اور حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھائی

''صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ میں حدیث نمبر ۴۳۳'' اس طرح مرقوم ہے۔

''حضرت عکرمہ نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ نے مجھ سے اور اپنے صاحب زادے علی سے کہا کہ تم ابو سعید خدریؓ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے حدیثیں سنو چنانچہ ہم لوگ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک باغ میں ہیں اور اس کی اصلاح کر رہے ہیں ۔ہمیں دیکھا تو اپنی چادر لی اور احتباء کر کے بیٹھے پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے حتیٰ کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر کا ذکر آیا تو فرمایا: ہم تو ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے مگر عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ نبی اکرمؐ نے ان کو دیکھا تو ان کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے' ویح عمار تقتله الفئة الباغية،يدعوهم الى الجنة و يدعونه الى النار ۔۔افسوس ہے عمارؓ پر، اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، عمارؓ انہیں جنت کی دعوت دیں گے اور وہ عمارؓ کو جہنم کی طرف بلائیں گے۔''

جنگ صفین کے دوران ایک دن حضرت عمار یاسرؓ عمرو بن عاص کے مقابلے میں تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

نحن ضربنا کم علیٰ تنزیله
والیوم نضربکم علیٰ تاویله
ضربا یزیل الهام عن مقیله
و یذهل الخلیل عن خلیله
او یرجع الحق الیٰ سبیله

''ہم نے تم کو اس (قرآن) کے نزول کے موقع پر مارا تھا اب اس کے مقاصد کے تحت تم کو ماریں گے، ایسی مار جو سر کو جدا کر دے گی اور دوست کی یاد دوست سے بھلا دے گی تا آنکہ حق کے لئے راستہ صاف ہوجائے۔''

حضرت عمارؓ اس دن عمرو بن عاص کے جھنڈے کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے۔ خدا کی قسم اس جھنڈے والے سے میں رسول اللہؐ کی معیت میں تین مرتبہ لڑ چکا ہوں اور یہ چوتھی بار ہے۔

(تاریخ اور سیاست کی روشنی میں حضرت علیؑ، ص ۱۰۵،۱۰۶)

حضرت علیؑ کے مدمقابل لوگوں کے اخلاقی معیارات:

حضرت علیؑ کو جہاں حضرت عمارؓ جیسے عظیم جانثار ساتھی ملے۔ وہاں ان کے دشمن اخلاقی طور پر انتہائی پست اور ذلت آمیز کردار کے حامل رہے جیسا کہ ذیل کے

واقعات سے ظاہر ہوتا ہے:

ابو سعد طلحہ بن ابی طلحہ جو جنگ احد میں مشرکین کا علم بردار تھا۔ اس کے اور حضرت علیؑ کے درمیان دو دو وار کا تبادلہ ہوا۔ حضرتؑ نے اس کے شانے پر کاری ضرب لگائی لیکن پلٹ کر واپس آ گئے پوچھا گیا کیوں پلٹ آئے ہیں؟ تو فرمایا "وہ کم بخت زخم کھا کر میرے سامنے ننگا ہو گیا تھا لہٰذا اس بے شرم پر مجھے دوبارہ تلوار اٹھاتے ہوئے شرم آ گئی، اسے تو (اس کے دل سے حجاب اٹھا کر) اللہ تعالیٰ نے خود ہی قتل کر دیا۔ اسی طرح جب حضرت علیؑ نے بسر بن ابی ارطاۃ پر جنگ صفین میں قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تو وہ آپؑ کے سامنے ننگا ہو کر کھڑا ہو گیا، آپؑ اس بے شرم کو بھی قتل کیے بغیر آ گئے۔ یہی واقعہ جنگِ صفین میں عمرو بن العاص کے ساتھ پیش آیا۔ وہ بھی اسی طرح حضرت علیؑ کی شدید ضرب سے بچنے کے لئے تہبند کھول کر ننگا ہو گیا تھا۔ اسے بھی آپؑ بغیر قتل کیے چھوڑ کر پلٹ آئے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد ۴، ص ۲۴۔ ابن کثیر)

جان بچانے کے لئے عمرو بن العاص کا عریاں ہونا اتنا مشہور ہوا کہ شعراء کے لئے موضوعِ سخن بن گیا۔ عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے یوں نظم کیا

لا خیر فی دفع الاذی بمذلۃٍ

کما ردہ یوماً بسوئۃ عمرو

کسی ذلیل حرکت کے ذریعے گزند کو دور کرنے میں کوئی خوبی نہیں جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہو کر اپنے سے گزند کو دور کیا۔ (خزانۃ الادب)

سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی وہ طلحہ بن ابی طلحہ تھا جس نے احد کے میدان میں برہنہ ہو کر اپنی جان بچائی اور دوسروں کو بھی یہ راستہ دکھایا۔ بسر بن ابی ارطاۃ جب علیؑ کی تلوار کی زد پر آیا تو اس نے بھی یہی حرکت دہرائی اور معاویہ کے پاس گیا تو عمرو ابن عاص کی برہنگی کے عمل کو اپنے لئے بطور سند پیش کرتے ہوئے کہا "**لا علیک یا بسر ! ارفع طرفک ولا تستحی فلک بعمرو اسوۃ** ۔ اے بسر کوئی مضائقہ نہیں اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جب کہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے۔" (نہج البلاغہ، ص ۲۷۲، مفتی جعفر حسین)

اب ایک گروہ کا تذکرہ رہ گیا ہے اور وہ کل کریں گے اور اس کے ساتھ ہی ہماری گفتگو خطبہ شعبانیہ سے متعلق پوری ہو جائے گی۔ ☆☆☆

مارقین:

گفتگو آخری مرحلے میں ہے اور امت کے بدترین گروہ کے بارے میں ہے۔ ان کو خوارج بھی کہتے ہیں۔ حضرت ابو ذرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خوارج تمام خلق و مخلوقات میں بدتر ہیں اور حضرت عائشہؓ سے حضورؐ پاک نے فرمایا کہ یہ (خوارج) میری امت کے برے لوگ ہیں ان کو میری امت کے اچھے لوگ قتل کریں گے (نصر الباری، ج ۱۲، ص ۲۵۶)

عبداللہ بن عمرؓ خوارج کو بدترین خلق سمجھتے تھے اور فرمایا کہ یہ لوگ ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، مسلمانوں پر لاگو کرتے ہیں۔

(نصر الباری، ج ۱۲، ص ۲۵۷)

امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ فرمایا کرتے تھے "**ان قوما یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ علامتھم رجل مخدج الید** ۔ ایک قوم دین سے اس طرح نکل جائے گی جس طرح تیر شکار کو چیر کر نکل جاتا ہے۔ ان لوگوں کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص ناقص ہاتھ والا ہوگا" جنگ نہروان ختم ہوئی، آپؑ نے فرمایا "ذوالثدیہ" کو لاشوں کے درمیان تلاش کرو، جب اس کی لاش نہ

ملی تو آپؑ بنفس نفیس اٹھے، سلیمان بن ثمامہ حنفی اور ریان بن صبرہ کو ساتھ لے کر تلاش شروع کی نہر کے کنارے ایک گڑھا جس میں چالیس پچاس لاشیں پڑی تھیں ان کو ہٹایا تو ذوالثدیہ کی لاش نکل آئی ۔اپنے ہمراہیوں سے فرمایا "اللہ اکبر! نہ میں نے جھوٹ کہا، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی، اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ تم عمل سے روگرداں ہو جاؤ گے تو میں ان خوارج سے بصیرت کے ساتھ جنگ کرنے والوں اور جس حق پر ہم ہیں اس حق کے پہچاننے والوں کے لئے اللہ نے اپنے پیغمبر کی زبان سے جس اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے اس سے آگاہ کرتا پھر خوارج کی لاشوں کو دیکھ کر کہا! تم پر افسوس ہے جس نے تمہیں فریب دیا اس نے تمہیں نقصان پہنچایا۔لوگوں نے پوچھا: امیر المومنینؑ انہیں کس نے فریب دیا تو کہا شیطان اور نفس امارہ نے فریب کا جال بچھایا، اُمیدوں کے ذریعے ورغلایا اور گناہوں کو سجا کر ان کے سامنے پیش کیا اور یہ چیز ان کے ذہنوں میں بٹھا دی کہ وہ غالب وکامران رہیں گے۔"

جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی امیر المومنینؑ نے اپنے ہمراہیوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ خدا کی قسم تم میں سے دس آدمی بھی قتل نہیں ہوں گے اور ان میں سے دس بھی نہیں بچیں گے۔ (کنزالعمال حدیث نمبر ۳۱۵۴۱، سیرت امیر المومنینؑ)

اور پھر یہی ہوا جندبؓ کہتے ہیں کہ ہم میں سے نہ دس مارے گئے ان میں سے نہ دس بچ سکے۔ (کنزالعمال ۳۱۵۴۸)

چند بچے کھچے خوارج نے اپنے کشتوں کا انتقام لینے کے لئے اجتماع کیا اور ان میں سے برک ابن عبداللہ صریمی نے معاویہ کو، عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن عاص کو اور عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؑ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی اور اپنے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ماہِ رمضان کی انیسویں شب اور نمازِ صبح کا وقت مقرر کیا

چنانچہ اپنے منصوبے کو مکمل کرنے کے لئے عبدالرحمٰن ابن ملجم ماہِ شعبان کے آخر میں کوفہ آیا اس اثناء میں اس کی ملاقات ایک عورت قطامہ بنت اخضر تمیمیہ سے ہوئی اور وہ دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا۔ جب اس نے پیغامِ نکاح بھیجا تو اس نے بطور مہر تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور علی بن ابی طالبؑ کے سر کا مطالبہ کیا۔ آتشِ عشق نے جذبہ انتقام کی آگ کو عبدالرحمٰن ابن ملجم کے دل میں مزید بھڑکا دیا اور یہ بدبخت انیسویں شبِ ماہِ رمضان کو مولا علیؑ پر اس وقت حملہ آور ہوا، جب آپؑ نمازِ صبح میں حالتِ سجدہ میں تھے۔ سر مبارک شگافتہ ہو گیا اور زبان پر بے ساختہ یہ جملے جاری ہو گئے۔ "**بسم الله وعلىٰ ملة رسول الله فزت ورب الكعبة** ۔۔ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا" آسمان کانپا، زمین لرزی، مسجد کے دروازے آپس میں ٹکرائے اور زمین وآسمان کے درمیان ایک غیبی آواز گونجی "**تهدمت والله اركان الهدىٰ، قتل ابن عم المصطفىٰ، قتل الوصي المجتبىٰ، قتل على المرتضىٰ** ۔۔خدا کی قسم رکن ہدایت گر گئے، ابن عم رسول قتل کر دیے گئے، وصی پیغمبر مارے گئے، علی المرتضیٰؑ شہید کر دیے گئے۔" حسنینؑ شریفین نے بابا کو خون آلود دیکھا کہ آپؑ مٹی اٹھا کر سر پر ڈالتے ہیں اور تلاوت فرماتے ہیں:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

اس زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تمہیں نکالیں گے۔ (طٰہٰ۔۵۵)

حسنین شریفینؑ زخمی باباؑ کو اٹھا کر گھر لائے تو اخلاق انسانی کا وہ معجزہ رونما ہوا جو نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ اب تک ہوا ہے۔ علیؑ نے بڑے بیٹے حضرت حسنؑ کی طرف رخ کیا اور اپنے قاتل کے حقوق کی تعلیم وتہذیب کرتے ہوئے فرمایا "اے فرزند! اگر

میں بچ رہا تو مجھے اختیار ہوگا کہ اسے سزا دوں یا معاف کر دوں اور اگر اس ضرب کے نتیجے میں چل بسا تو تم اسے قصاص میں قتل کر دینا اور ایک ضرب کے بدلے ایک ضرب لگانا۔ قتل کے بعد اس کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا چونکہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ''خبردار! کسی کا مثلہ نہ کرنا اگرچہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو'' اور اس کے ایام اسیری میں جو خود کھانا، وہ اسے کھانے کے لئے دینا اور جو خود پینا، وہ اسے پینے کے لئے دینا۔ پھر دودھ کا پیالہ لانے کے لئے کہا اور فرمایا کہ ابن ملجم کو دودھ کا یہ شربت پلاؤ۔''

اکیسویں شبِ ماہِ رمضان کو تقویٰ و راست بازی کا چراغ گُل ہوگیا، علم و عمل کا آفتاب گہنا گیا اور دنیا اس وقت تار و تاریک ہوگئی جب آپؑ نے کلمہ شہادت پڑھا اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی اور یوں رسول اللہؐ کی وہ پیشین گوئی پوری ہوگئی جو آپؐ نے خطبہ شعبانیہ میں ارشاد فرمائی تھی۔ حضورؐ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے رونے لگے اور حضرت علیؑ نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا:

''یا علیؑ! میں اس لئے رو رہا ہوں کہ اس مہینے میں تمہارا خون بہایا جائے گا، گویا تمہاری شہادت کا منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے، تم اپنے پروردگار کے حضور نماز میں مصروف ہو اور اس عالم میں اولین و آخرین کا سب سے بڑا ظالم و شقی جو ناقہ حضرت صالحؑ کے قاتل کا ساتھی ہے، تمہاری گردن پر ایک وار کر رہا ہے، جس سے تمہاری ریش خون سے تر ہو جائے گی۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا اس وقت میرا دین ثابت و سالم ہوگا؟ فرمایا: ہاں اس وقت تمہارا دین سالم ہوگا۔ یا علیؑ! جس نے تمہیں قتل کیا اس نے مجھے قتل کیا اور جس نے تمہارے ساتھ بغض و دشمنی رکھی درحقیقت اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور جو کوئی تمہیں ناسزا کہے گا گویا اس نے مجھے ناسزا کہا ہے۔''

بغض حیدرؑ دشمنی مصطفاست   بلکہ آزارِ جمیع انبیاء ست (فریدالدینؒ عطار)

میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ ان سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں گویا ہوا۔

یہ اظہر من الشمس حقیقت ہے کہ امت ہمیشہ دو گروہوں میں بٹی رہی۔ ''مِنکُم مَّن یُرِیْدُ الدُّنْیا وَمِنکُم مَّن یُرِیْدُ الآخِرَۃ''

۱۔ وہ گروہ جس کی ساری تگ و تاز حصول دنیا کے لئے تھی اور وہ اسی پر مر مٹے۔ مصری دانشور ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے مطابق ''ان کو معاویہ کی دنیا علیؑ کے دین سے زیادہ پسند تھی''۔ (تاریخ و سیاست کی روشنی میں حضرت علیؑ، ص ۲۰۱)

۲۔ اور وہ گروہ جس کی سعی و کوشش حیاتِ اخروی کے لئے تھی اور رضائے الٰہی اس کا مطمع نظر رہا۔ مصری ڈاکٹر طٰہٰ حسین کہتے ہیں ''ایک جماعت پر دین غالب آیا اس نے دین کی حمایت میں سچے ایمان والوں کی طرح جنگ کی، دوسری جماعت پر دنیا غالب آئی اور اس نے دنیا جمع کرنے کے لئے حریفوں اور بد لگاموں کی طرح مقابلہ کیا''۔ (تاریخ و سیاست کی روشنی میں حضرت علیؑ، ص ۱۰۹)

یہاں پہنچ کر حضرت علیؑ اور معاویہ کے سیاسی مسلک کا فرق بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؑ کے مسلک کی بنیاد خالص دین پر تھی اور معاویہ کے مسلک کی بنیاد خالص دنیا پر۔ (تاریخ و سیاست کی روشنی میں حضرت علیؑ، ص ۱۵۸)

مگر قرآن اپنا ابدی اصول بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

مَن کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْآخِرَۃِ نَزِدْ لَهُ فِیْ حَرْثِهِ وَمَن کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِیْ الْآخِرَۃِ مِن نَّصِیْبٍ

"جو آخرت کی کھیتی کا خواہاں ہوا ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی کا خواہاں ہو ہم اسے دنیا میں سے کچھ دے دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔" (شوریٰ۔۲۰)

کتاب ربیع الابرار میں مذکور ہے کہ زیاد لعین نے ابوالاسود دوئلی کو محبتِ علیؑ پر ملامت کیا تو انہوں نے کہا "علیؑ کی دوستی سے میرے دل کی ثروت و دولت میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ معاویہ کی دوستی سے تیری ظاہری دولت میں اضافہ ہوتا ہے تو معاویہ سے دوستی حصولِ دنیا کے لئے کرتا ہے اور میں علیؑ سے دوستی آخرت میں کامیابی کے لئے کرتا ہوں تیرا اور میرا معاملہ عمرو بن معدی کرب کی طرح ہے جس نے کہا تھا۔

خلیلان مختلف شاننا ارید العلیٰ و یھوی السمن

احب دماء بنی مالک ارا د المعلّی بیاض اللبن

میں اور میرا گھوڑا معلّی ہم دونوں ایک دوسرے کے دوست ہیں مگر ہماری خواہشیں جدا جدا ہیں، میں بلندی چاہتا ہوں، اور وہ موٹا ہونا چاہتا ہے، میں (اپنے دشمن) بنی مالک کا خون چاہتا ہوں اور وہ (میرا گھوڑا) دودھ کی سفیدی چاہتا ہے۔

(مجالس المومنین ص ۱۷۵)

بنوامیہ کے پورے دورِ حکومت میں حضرت علیؑ کے خلاف محراب و منبر سے یاوہ گوئی کی جاتی رہی، کردار کشی کی اس مذموم مہم میں بے دریغ ریاستی وسائل استعمال کئے گئے ضمیر بکتے رہے اور استحکام اقتدار کے لئے بیت المال کے ذریعے ایمان کی تجارت کو فروغ ملتا رہا۔ دھونس، دھاندلی اور لالچ سب حربے روا سمجھے گئے مگر اللہ علی الاعلیٰ نے مولائے کائنات کے نامِ نامی کو اپنے اسمِ مبارک سے مشتق کیا تھا اس لیے یہ نام دن بدن دلوں کی دھڑکن بنتا چلا گیا ۔علیؑ حق ہے اور حق کو ہمیشہ سربلند رہنا ہے جو حق سے ٹکرایا حق نے اسے پاش پاش کر ڈالا، جب عبداللہ بن عروہ بن زبیر کے بیٹے نے اپنے باپ کے سامنے امیر المومنین علیہ السلام کی بدگوئی کرنا چاہی تو عبداللہ نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا "**واللہ ما بنی الناس شیئاًقط الا ھدمۃ الدین ولا بنی الدین شیئاًفاستطاعت الدنیا ھدمۃ الم الیٰ علیٍ کیف تظھر بنو مروان من عیبہٖ و ذمہٖ واللہ لکانما یاخذون بناصیتہٖ رفعاً الیٰ السماء وماتری ماینذبون بہ موتاھم من المدیح واللہ لکانما یکشفون بہ عن الجیف**"

خدا کی قسم: دین سے ہٹ کر جس چیز کی بنیاد ڈالی گئی دین نے اس کو منہدم کر دیا اور دین نے جس چیز کی بھی بنیاد ڈالی، اہل دنیا نے لاکھ اسے مٹانے کی کوشش کی مگر اسے مٹا نہ سکے، ذرا دیکھو کہ بنو مروان کس طرح علیؑ کی عیب جوئی اور بدگوئی کرتے ہیں مگر ان کی یہ عیب جوئی اور بدگوئی علی کو آسمانوں کی رفعت و بلندی بخشتی ہے اور بنوامیہ اپنے آباؤ اجداد کی تعریفیں کرتے پھرتے ہیں مگر وہ ان کی جتنی ستائش کرتے ہیں ان کے متعلق لوگوں کی نفرت مزید بڑھتی جاتی ہے" (ڈھائی سو سالہ انسان۔ رہبرِ معظم سید علی خامنہ ای)

جس نام کو ذاتِ احدیت نے آسمانوں میں قائم رکھا ہوا سے یہ خاک زاد اور خاک بسر کس طرح مٹا سکتے ہیں؟

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: یا علیؑ! میں نے چار مقامات پر تیرے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا ہوا پایا اور دیکھ کر مجھے بڑا سکون محسوس ملا۔

۱۔جب شبِ معراج میں بیت المقدس پہنچا تو ایک چٹان پر یہ جملے لکھے ہوئے دیکھے۔"**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بوزیرہٖ ونصرتہ بوزیرہٖ** . اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کے رسول ہیں میں نے اس کے وزیر کے ذریعے اس کی تائید و نصرت کی۔"

میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ میرا وزیر کون ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا: علی بن ابی طالبؑ آپ کے وزیر ہیں۔

۲۔ جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو یہ جملے لکھے ہوئے پائے۔ ''انی انا اللہ لا الہ الا انا وحدی، محمد صفوتی من خلقی ،ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ ۔ میں ہی اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں یکتا ہوں، محمدؐ میری مخلوق میں سے میرا منتخب کردہ ہے، میں نے اس کے وزیر کے ذریعے اس کی تائید ونصرت کی۔''

میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا: میرا وزیر کون ہے؟ کہا علی بن ابی طالبؑ۔

۳۔ جب میں سدرہ سے گزر کر عرش رب العالمین کے پاس پہنچا تو عرش کے ستونوں پر لکھا تھا ''انا اللہ لا الہ الا انا وحدی، محمد حبیبی ،ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ ۔ میں اللہ وحدہ لاشریک ہوں میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمدؐ میرا حبیب ہے، میں نے اس کے وزیر کے ذریعے اس کی تائید ونصرت کی۔''

۴۔ جب میں نے سر بلند کیا تو عرش کے درمیان یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی ''انا اللہ لا الہ الا انا وحدی، محمد عبدی و رسولی، ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ ۔ میں اللہ وحدہ لاشریک ہوں، میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسول ہے، میں نے اس کے وزیر کے ذریعے اس کی تائید و نصرت کی۔'' (تفسیر نور الثقلین، جلد ۵)

بس عزیزانِ گرامی: خطبہ شعبانیہ پر ہماری گفتگو اپنے خاتمہ کو پہنچی لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ انسانی طبائع مختلف واقع ہوئی ہیں اور صلاحیتوں میں تفاوت ہے، سوچنے اور سمجھنے کے انداز الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس لیے دوسرے کے نکتہء نظر کو بھی تحمل و برداشت سے سننے کا حوصلہ پیدا کریں اور فکری اختلاف کی بنیاد پر عداوتوں کو فروغ نہ دیں، مجادلہ کی بجائے علمی اور استدلالی مکالمے کو رواج دیں اور اپنے بیانیہ میں محبت کی مٹھاس کو زیادہ سے زیادہ بڑھائیں کیونکہ۔

از محبت تلخ ہا شیریں شود　　وز محبت مسہا زریں شود
از محبت سجن گلشن می شود　　بی محبت روضہ گلخن می شود

محبت سے کڑوی شئے بھی میٹھی ہو جاتی ہے اور محبت کا یہ کمال ہے کہ جس شئے سے مس ہو اس کو خوبصورت اور زرنگار بنا دیتی ہے، محبت ہو تو زندان بھی گلشن اور محبت نہ ہو تو باغ بھی آتش دان میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (مولانا روم)

آخر میں اجتماعی دعا:

رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبّاً وَ بِالْاِسْلامِ دِيناً وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ نَبِيّاً وَ بِعَلِيٍّ اِماماً وَ بِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَمُحَمَّدٍ وَ جَعْفَرٍ وَ مُوسىٰ وَعَلِيٍّ وَمُحَمَّدٍ وَ عَلِيٍّ وَ الْحَسَنِ وَ الْخَلَفِ الصَّالِحِ عَلَيْهِمُ السَّلامُ اَئِمَّةً وَسادَةً وَقادَةً بِهِمْ اَتَوَلّٰى وَ مِنْ اَعْدائِهِمْ اَتَبَرَّءُ. اَللّٰهُمَّ اِنّي اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعافِيَةَ وَ الْمُعافاةَ فِي الدُّنْيا وَ الْآخِرَةِ.